حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

اور

اُن کے خلفائے کرام

(الجزء الثانی)

(ناشر)

حضرت مولانا محمد یوسف متالا (مدظلہ العالی)

دار العلوم العربیہ الاسلامیہ۔ ہولکمب

بری۔ انگلینڈ

حضرت شیخ الحدیث

مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

اور

اُن کے خلفائے کرام

(الجزء الثانی)

(ناشر)

(حضرت مولانا) محمد یوسف مُتالا (مدظلہ العالی)

دار العلوم العربیہ الاسلامیہ۔ ھول کمب

بری۔ انگلینڈ

نام کتاب :- حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ
اور ان کے خلفائے کرام

الجزء :- الثانی

ترتیب وتجمیع :- (حضرت مولانا) محمد یوسف متالا
مہتمم دار العلوم ، بری ، لندن

سائز :- ۲۳ × ۳۶ / ۱۶

کتابت :- حسین احمد نجیب

سال طباعت :-

تعداد طباعت :-

صفحات :- چارسو بتیس (۴۳۲)

ہدیہ :-

ناشر

(حضرت مولانا) محمد یوسف متالا

احمد برادرس پرنٹرز ناظم آباد کراچی

فہرست مضامین خلفائے کرام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

تقدیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

دین و دنیا کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں تدبیرِ الٰہی کارفرما نہ ہو۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے سلسلۂ نبوت، سید المرسلین خاتم النبیین امام المتقین قائد الغر المحجلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ختم فرماکر دین کی تکمیل کر دی، اور قیامت تک اس دین کو قائم و دائم رکھنے کا وعدہ فرمالیا۔ اس گلشنِ نبوی کی غور و پرداخت، اس کی حفاظت و صیانت، اس کی تجدید و احیاء، اور اس کی بقاء و دوام کے لئے ایسا معجزانہ اور محیر العقول نظام قائم فرمایا جس کے ذریعہ ہر دور میں وعدۂ الٰہی : اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ کا ظہور ہوتا رہا۔

دین کی حفاظت و صیانت کا یہ کام تدبیرِ الٰہی نے ایسے رجال کار سے لیا جنہوں نے تمام مشاغل سے یکسو ہوکر اپنی حیاتِ مستعار کے لمحات دینی خدمات کے لئے وقف کر دیئے۔ اور پھر جس سے جو کام لینا منظور تھا اس کو اس کام کے مناسب ہمت و استعداد اور قویٰ و ملکات سے آراستہ کیا گیا۔ اور اس کے دل میں اس کا ایسا جذبہ و داعیہ اور ایسا شوق و ولولہ پیدا فرمایا کہ گویا دنیا میں کرنے کا بس یہی

ایک کام ہے۔ اور انسان کو بس اسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے ؎

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار
بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

خدمتِ دین کے مختلف شعبے ہیں، اور حکمتِ الٰہیہ کو یہ سبھی شعبے چلانے ہیں۔ اس لئے حق تعالیٰ شانہٗ نے خدّامِ دین کے اذواق بھی مختلف رکھے ہیں، کسی کو کسی شعبہ سے فطری و ذوقی مناسبت ہے اور کسی کو کسی دوسرے سے۔ ہر شخص اپنے ذوق کے مطابق خدمتِ دین کی کوئی سی لائن اختیار کر لیتا ہے اور اس فطری اختلافِ ذوق ہی کی برکت ہے کہ دین کے تمام شعبے چل رہے ہیں۔ جس کے لئے نہ کوئی منصوبہ بندی کی جاتی ہے اور نہ کسی کو یہ احساس ہوتا ہے کہ کارخانۂ خدمتِ دین میں تقسیمِ کار کا کوئی تکوینی اصول کارفرما ہے۔ الغرض خدّامِ دین، دین کا کام خود نہیں کرتے بلکہ تدبیرِ الٰہی ان سے کام لیتی ہے ؎

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمت بر آہوئے چیں بستہ اند

پھر بعض حضرات ایسے ہیں جو صرف کسی ایک شعبہ کے کارکن ہیں، اور بعض سے ایک سے زیادہ شعبوں میں کام لیا جاتا ہے۔ اور بعض حضرات کو عنایتِ ازلیہ خدماتِ دینیہ کا قطب مدار بنا دیتی ہے، حق تعالیٰ ان کی شخصیت میں ایسی محبوبیت و موزونیت، ایسی جامعیت و جاذبیت اور ایسی ایمانی و روحانی مقناطیسی قوت ودیعت فرمادیتے ہیں کہ اس دور کے مختلف اذواق و مزاج کے اہلِ قلوب و رجال کار کشاں کشاں ان کے گرد جمع ہو جاتے ہیں، اس طرح ان کی شخصیت دینی خدمات کی تمام لائنوں کے رجال کار کے لئے نقطۂ ارتکاز اور مرکزِ ثقل کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے، ان کی تاثیر صحبت اور تربیت و توجہ سے دینی کام

کے تمام شعبوں میں ایک نئی حرارت اور نئی زندگی پیدا ہو جاتی ہے اور علم و عرفان کی رگوں میں نیا خون
دوڑنے لگتا ہے۔ اور خدام دین میں شوق و ولولہ کی ایک نئی لہر پیدا ہو جاتی ہے۔

حفاظت دین کا یہ وہ تکوینی نظام ہے جسے تدبیرِ الٰہی ہر دور میں بروئے کار
لاتی رہی ہے۔ خود برِصغیر (پاک ہند) کے حالات پر غور کیا جائے تو نظر آئے گا
کہ جب سے یہ خطّہ اسلام کے نور سے منور ہوا ہے ہر زمانے میں ایک نہ ایک
ایسی مرکزی شخصیت موجود رہی ہے، خصوصًا امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ
کے دور سے مسلسل ایسی طاقتور شخصیتیں مسندِ اصلاح و ارشاد پر جلوہ گر رہی ہیں۔
مثال کے طور پر مجددی سلسلہ میں حضرت شیخ آدم بنوریؒ، حضرت خواجہ محمد معصومؒ
اور ان کے خلفاء، حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ اور ان کے اخلافِ رشید،
حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے متوسلین، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ،
حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد
گنگوہی، حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم
رائے پوری، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی،
حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی، حضرت اقدس مولانا شاہ عبد القادر
رائے پوری (قدس اللہ اسرارہم) اور دیگر بہت سے اکابر اپنے دور میں
مرجع خلائق رہے ہیں۔

حضرت قطب الاقطاب شیخ المشائخ الحاج الحافظ الحجۃ مولانا محمد زکریا
کاندھلوی مہاجر مدنی قدس سرہٗ ہمارے اس آخری دور میں اسی سلسلۃ الذہب
کی ایک کڑی اور اسی مقدس قافلہ کے ایک فرد فرید تھے۔ جو اپنے تمام اکابر
کے محبوب ان کے جانشین اور ان کی نسبتوں کے جامع تھے۔ اکابر مشائخ کے
بعد جس طرح آپ کی طرف مخلوق کا رجوع عام ہوا، اور آپ نے اپنے امراض و

اعراض کے باوجود جس ہمت و عزیمت، نشاط و توجہ اور بلند ہمتی کے ساتھ اصلاح
و ارشاد اور مردم سازی کا کام کیا اس سے اکابر سلف کی یاد تازہ ہو گئی۔
آپ کے فیضان صحبت سے خلفاء و متوسلین کی ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جنہوں
نے اقلیم در اقلیم دینی خدمات کے مختلف شعبوں کو سنبھالا۔

مشائخ متقدمین کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے خلفاء کی تربیت کر کے
مختلف علاقے اور ولایتیں ان کے سپرد فرما دیا کرتے تھے۔ جیسا کہ مشہور ہے
خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہٗ نے اپنے شیخ کے حکم پر ہندوستان کو اپنا مستقر
بنایا۔ اور ولایتِ ہند کی اصلاح و تربیت شیخ کی جانب سے ان کے سپرد کی
گئی۔ ان ہی اکابر کے نقش قدم پر حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے معتمد علیہ حضرات
کو خاص خاص علاقوں، ملکوں اور براعظموں میں بھیجا۔ اور وہاں مدرسہ و
خانقاہ قائم کرنے کے لئے خود ابتدائی چندہ بھی مرحمت فرمایا۔ آپ کے خلیفۂ اعظم
حضرت اقدس مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی مدظلہم العالی نے اپنے مشہور قصیدہ
"وصفِ شیخ" میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے ؎

ضعفِ پیری، کثرتِ امراض کردش مضمحل
لیک بہر خدمت دین ہمتے دارد جواں
خانقاہ و مدرسہ قائم نمودہ جا بجا
تربیت کردہ فرستد کارواں در کارواں
مکہ، طیبہ، پاک، افریقہ رسید فیض او
ساخت مرکز مورشس، رنگون، لندن، انڈماں

حضرت شیخؒ کا فیض ابرِ رحمت کی طرح برس رہا تھا کہ یکم شعبان (حجازی)

۱۴۰۲ھ کو حضرتؒ کو ربِ کریم کی طرف سے بلاوا آیا، جس کے لئے وہ ایک مدت سے بے تاب تھے، اور حضرتؒ نے "یا کریم یا کریم" کا ورد کرتے ہوئے جان جاں آفرین کے سپرد کردی۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔

حضرتؒ کے خدام پر اس حادثہ پر سراسیمگی وحیرانی کی وہی کیفیت طاری ہوئی جو اکابر مشائخ کے بعد طاری ہوا کرتی ہے۔ رمضان مبارک میں حضرت کے چند خدام نے عمرہ کرنے کے بعد حرم شریف میں مشورہ کیا کہ حضرتؒ کے مآثر کو مرتب کیا جائے کہ حضرت سے استفادہ کی اب یہی صورت ہے ؎

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب؛

چنانچہ حضرت مولانا محمد یوسف متالا نے، جو حضرتؒ کے محبوب و محب خلیفہ ارشد ہیں، اپنے ادارہ کی طرف سے حضرت شیخ اور آپ کے خلفاء کرام کے حالات مرتب کر کے شائع کرنے کا بیڑا اٹھایا، اور اس کے لئے حضرتؒ کے خلفاء کے نام مندرجہ ذیل سوال نامہ ارسال فرمایا:

"۲۰ر رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ
۱۱ر جولائی ۸۲ء

مخدوم مکرم حضرت — مدفیوضکم و برکاتکم

بعد سلام مسنون! قطب الاقطاب حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے وصال پر ملال کے بعد مختلف افراد و اداروں نے حضرتؒ کے متعلق مختلف موضوعات پر کام شروع کر رکھا ہے۔ دار العلوم کی طرف سے کام کے متعلق خود ہمارے ذہن میں بھی تھا۔ اور حضرتؒ کے بعض خدام نے بھی

یاد دہانی کرائی کہ حضرتؒ نے دار العلوم کی طرف سے ایک رسالہ کا اجراء تجویز فرما کر تبرکاً چندہ بھی مرحمت فرمایا تھا۔ اس کا اجراء حضرت کے نمبر سے ہونا چاہیئے۔

چنانچہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم و حضرت مولانا عبد الحفیظ صاحب دامت برکاتہم و حضرت مولانا محمد شاہد صاحب مدفیوضہم کے مشورہ سے یہ طے ہوا کہ دار العلوم کی طرف سے حضرتؒ کے حالات اور حضرتؒ کے خلفاء کرام کے حالات جمع کر کے شائع کئے جائیں گے تاکہ رہتی دنیا کے انسانوں کے لئے نمونۂ عمل و اسوہ بنیں اور تاریخ محفوظ ہو جائے کہ حضرتؒ نے اس قحط الرجال کے دور میں کتنا زبردست مردم سازی کا کام انجام دیا ہے۔

سہولت اور واقعات کی یاد دہانی کے خاطر یہ ایک سوالنامہ اس عریضہ کے ہمراہ ارسال خدمت ہے۔ جو دیگر خلفاء کرام کی خدمات میں بھی بھیجا جا رہا ہے۔ اسے سامنے رکھکر اپنی زندگی کا وہ پہلو جس کا کسی بھی درجہ میں حضرتؒ کے ساتھ تعلق ہوا سے بہت تفصیل سے تحریر فرماویں۔

اس لئے کہ "حضرت اقدس کے خلفاء" کے نام سے ایک مبسوط کتاب ایک سے زیادہ جلدوں میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ جتنا جلد ممکن ہو آپ اپنے حالات تحریر فرما کر ارسال فرما دیں۔ اور دعا بھی فرماویں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اس کام کو جلد پایۂ تکمیل کو پہنچائیے اور ہم سب کو حضرتؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرماوے۔

جواب بھیجتے وقت اوپر چھپا ہوا پتہ صرف انگریزی میں تحریر فرماویں

فقط والسلام
احقر یوسف متالا
از مدینہ منورہ

سوالنامہ

(۱) مکمل اسم گرامی ۔ پتہ ، فون نمبر

(۲) آپ کی تاریخ پیدائش ۔ بچپن کی تعلیم و تربیت ۔ اعلیٰ دینی تعلیم ۔ تعلیم سے فراغ ۔ نکاح ۔ اولاد ۔ دینی خدمت کا آغاز ۔ موجودہ مشغلہ ۔ اب تک کی آپ کی زندگی کے خصوصی واہم احوال مختصر طور پر تحریر فرماویں ۔

(۳) آپ کے علاقہ کی مختصر دینی صورت حال ۔

(۴) آپ نے حضرتؒ کو کس عمر سے جانا ؟ سب سے پہلے حضرتؒ کی زیارت کہاں اور کیسے ہوئی ؟ مفصل واقعہ کی صورت میں تحریر فرمائیں ۔

(۵) حضرتؒ سے بیعت واصلاحی تعلق کی کیا شکل ہوئی ؟ کیا آپ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے سے قبل کسی اور سے وابستہ تھے یا براہ راست حضرت ہی سے ابتداءً بیعت ہوئے ؟ بہرصورت حضرتؒ سے تعلق جوڑنے کا واقعہ تفصیلاً تحریر فرماویں ۔

(۶) مختلف مشائخ میں سے آپ نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کو کیسے اور کیوں منتخب کیا اور ان کے دامن تربیت سے وابستگی کے لئے کیا اسباب ومحرکات پیش آئے ؟

(۷) بیعت بالمشافہ ہوئے یا خط سے ؟ پہلی صورت میں بیعت کا قصہ یاد ہو اور بیعت کے وقت حضرت نے کوئی خصوصی نصیحت فرمائی ہو تو تحریر فرماویں اور خط سے بیعت کی صورت

میں خط کی فوٹو کاپی یا نقل آسانی سے بھیج سکیں تو ضرور بھیجدیں ۔

(۸) بیعت کے بعد اصلاح وتربیت کے سلسلہ میں حضرتؒ سے جو خط وکتابت ہوئی ہو ان مکاتیب میں سے جن مکاتیب کی اشاعت سالکانِ طریقت وتصوف کے لئے مفید ہو وہ مکاتیب یا ان کے اقتباسات نقل کر کے ارسال فرمادیں ۔

(۹) حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں مشہور تھا کہ جب حضرت کی طرف سے ڈانٹ پڑتی تھی تو وہ خصوصی توجہات کا پیش خیمہ ہوتی تھی اس طرح کے واقعات آپ کے ساتھ پیش آئے ہوں یا آپ کے سامنے اور کسی کے ساتھ پیش آئے ہوں تو اسے تحریر فرماویں ۔

(۱۰) حضرت اقدس قدس سرہٗ کی طرف سے خصوصی خدام ومتعلقین پر روحانی عطایا کے ساتھ مادی ومالی ہدایا کی بارش رہا کرتی تھی اس طرح کی خصوصی شفقتیں آپ کے ساتھ رہی ہوں تو اسے بھی تحریر فرماویں ۔

(۱۱) حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا انداز تربیت ہر شخص کے مزاج کے اعتبار سے ہر ایک سے الگ الگ رہا ، آپ کے ساتھ تربیت کا تعلق کس نوعیت کا رہا ؟ نیز حضرت سے تعلق قائم کرنے کے بعد معمولات میں زیادتی وترقی کیسے ہوئی ؟ آپ کے معمولات کے سلسلہ میں حضرت کی طرف سے جو ہدایات زبانی یا بذریعہ خطوط آپ کو ملی ہوں ان سب احوال کو بسط کے ساتھ تحریر فرماویں بالخصوص آپ نے حضرتؒ سے

امراض قلب کے علاج کے متعلق دریافت کیا ہو اور حضرتؒ نے کوئی علاج تجویز فرمایا ہو اسے بھی ضرور نقل فرماکر ارسال فرمادیں۔

(١٢) حضرت کی طرف سے آپ کو خلافت کب اور کہاں عطا ہوئی اور اس موقع پر کوئی چیز حضرت نے بطور یادگار مرحمت فرمائی ہو یا کوئی خاص نصیحت فرمائی ہو تو اس کو ذرا تفصیل سے تحریر فرمادیں اور اگر حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے خلافت تحریری ملی ہو تو اجازت نامہ کی نقل ارسال فرمادیں۔

(١٣) حضرت اقدسؒ اپنے خلفاء و مجازین کے بارے میں اس کے متمنی رہتے تھے کہ وہ حضرت کے یہاں آنے کے بجائے اپنی جگہ جگہ جم کر بیٹھیں اور کام میں لگیں اس سلسلہ میں آپ کو بھی خصوصی ہدایت فرمائی ہو تو اسے بھی تحریر فرمادیں۔

(١٤) حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو تصنیفی و تالیفی ذوق بہت زیادہ تھا اس سلسلہ میں کیا حضرت نے آپ کو کسی کتاب کی تالیف کا اپنی طرف سے حکم فرمایا۔ یا حضرت نے آپ کے مشورہ طلب کرنے پر کسی تصنیف کی اجازت فرمائی ہو یا مسرت کا اظہار فرمایا ہو تو اس کی تفصیل تحریر فرمائیں۔

(١٥) کبھی مخصوص مواقع پر حضرتؒ اپنے خصوصی احباب و متوسلین کو اہل حق کی جماعتوں اور جمعیتوں کے ساتھ مل کر اہل باطل کی تحریکات و سازشوں کے خلاف کام کرنے کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے اس طرح کی کوئی ہدایت تحریر یا زبانی آپ کو ملی ہو تو ضرور تحریر فرمائیں۔

(١٦) حضرتؒ کی خواہش اور تمنا تھی کہ حضرت کے خلفاء تبلیغی کام میں تعاون فرمائیں اور جگہ جگہ مدارس دینیہ و مکاتیب قرآنیہ قائم کریں اس سلسلہ میں کبھی آپ کو ہدایت فرمائی ہو تو اسے بھی تحریر فرمائیں۔

(١٧) مدارس عربیہ کے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح نہج پر طلبہ کی تربیت کرنے اور وقف کے مال میں امانت داری برتنے کی حضرت کے یہاں بہت تاکید رہا کرتی تھی اگر آپ کو کچھ یاد ہو تو ضرور لکھیں۔

(١٨) حضرتؒ کی مختلف ادائیں بحالتِ عبادت و درس و تدریس و بر دستر خوان و بر مسندِ مشیخت و در مجلسِ شب بعد عشاء نیز اکابر کے قصے و تفریحی فقرے و قصے و اشعار وغیرہ امور میں سے جن چیزوں کو آپ کے حافظ اور قلم نے محفوظ رکھا ہو اسے وسعتِ ظرفی کے ساتھ بسط سے لکھیں تاکہ دیگر عشاق و محبین بھی اس سے محظوظ و مستفید ہوں۔

نوٹ: یہ چند امور بطور نمونہ از خروارے ہم نے تحریر کئے ہیں ان کے علاوہ مزید جو کچھ آپ تحریر فرمانا چاہیں ضرور لکھیں بالخصوص حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے دیگر خلفاء کے جو حالات و اوصاف عالیہ آپ کے علم میں ہوں تو اسے بھی ضرور لکھیں۔ "

اس کے جواب میں قریباً پچاس۵۰ حضرات نے اپنے حالات تحریر فرمائے۔

ان کے عنوانات حضرت مولانا منتالا صاحب مدفیوضہم نے تحریر فرمائے۔

چونکہ تمام خلفاء کے حالات کے لئے ایک جلد مکتفی نہیں تھی، اس لئے ایک سے زائد حصوں میں تقسیم کر دینا پڑا، اور تقدیم و تاخیر میں کسی خاص ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، بلکہ جیسے جیسے حالات موصول ہوتے رہے، ایک ایک حصہ تیار ہوتا رہا ہے۔

محمدؐ یوسف لدھیانوی
یکے از خدام
حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا الحاج
مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم

مفتی اعظم دار العلوم دیوبند (سابقاً)
رئیس دار الافتاء مظاہر العلوم سہارنپور (حالاً)

اسم گرامی (حضرت مولانا مفتی) محمود حسن ابن حامد حسن ابن محمد خلیل۔
رئیس دار الافتاء مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

ولادت ۸ یا ۹ ر جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ کو حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا وصال ہوا۔ اس کے پورے دو سال بعد یعنی ۸ یا ۹ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ شب جمعہ میں آپ کی ولادت باسعادت مشہور قصبہ گنگوہ ضلع سہارنپور میں ہوئی۔

حضرت مفتی صاحب کے والد بزرگوار ایک سلسلۂ گفتگو میں مفتی صاحب مدظلہ نے فرمایا کہ:

"میرے والد صاحب نے دہلی میں بھی پڑھا اور دیوبند میں بھی۔

دیوبند میں حضرت شیخ الہند سے پڑھا اور دہلی میں مجھے معلوم نہیں کہ کن
کن سے پڑھا ۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب سے ، جو اس زمانے کے بڑے
ادیب تھے ، مقامات پڑھی ۔

میں سمجھتا تھا کہ والد صاحب حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت ہیں ۔
اس سمجھنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرات علماء کا تذکرہ آتا تو ہر ایک کے نام کے
ساتھ مولانا کا نام بولتے تھے اور شیخ الہند کے نام کے ساتھ "حضرت
مولانا" کہتے تھے ۔ میں نے ایک مرتبہ صاف طور پر پوچھ لیا کہ آپ
کن سے بیعت ہیں ؟ فرمانے لگے کہ :

" جب میں فراغت کے بعد ملازم ہو کر چلنے لگا ، سردی کا زمانہ تھا
حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے ہلکی رضائی اوڑھے ہوئے فجر کی نماز
پڑھائی ، نماز کے بعد مصلے پر سے اٹھے کہ مولانا حبیب الرحمن صاحب
نے کہا کہ حضرت ! یہ ملازم ہو کر جا رہا ہے اسے بیعت کر لیجئے ۔ حضرت نے
رضائی سے ہاتھ باہر بھی نہیں نکالا ۔ حضرت کا ہاتھ رضائی کے اندر تھا ،
میرا ہاتھ رضائی کے باہر تھا ، اسی طرح رضائی میں ہاتھ میں ہاتھ لیا اور
فرمایا تم تو اپنے ہی ہو بیعت قبول ہے جاؤ ۔ بس یہ بیعت تھی ۔

میرے والد صاحب وعظ نہیں کہتے تھے البتہ جو واعظ آتے اور
اور وعظ کہتے ان کے وعظ میں ضرور بیٹھتے اور جہاں انہوں نے کوئی مسئلہ
غلط بیان کیا تو ختم کا انتظار نہ کرتے وہاں ہی کھڑے ہو کر ٹوک دیتے کہ
یہ غلط ہے ۔ پھر بیٹھ جاتے ۔

میرے والد صاحب کی بڑی درویشانہ زندگی تھی ۔ بہت سادہ
کھانا پہننا رہنا سہنا ، کسی کی دعوت قبول نہیں کرتے تھے ۔ جاتے

ہی نہیں تھے دعوت میں ۔ اگر کسی نے شادی میں بلایا یا نکاح کے لئے
ضرور گئے ، نکاح پڑھایا اگر وہاں کوئی منکر دیکھا سہرا وغیرہ تو کیسے
خاموش رہتے ، اگر وہ لوگ مان گئے منکر کو بدل دیا تو ٹھیرے نکاح
پڑھایا ، اگر نہیں تو بغیر نکاح پڑھائے چلے آتے ۔ کھانے کے لئے کہتے
تو کھانا نہیں کھاتے تھے ۔ کھانا اگر مکان پر بھیجتا تو اُسے واپس نہیں کرتے
تھے ، لیکن خود نہیں کھاتے تھے اپنے بچوں کو بھی نہیں کھانے دیتے تھے
پڑوس میں ایک دھوبی بہت غریب رہتا تھا اس کے یہاں بھیج
دیتے تھے ۔

مولانا مدنی آتے وہاں مدرسہ کے مہتمم صاحب کے پاس ٹھیرتے والد
صاحب بھی ملنے کے لئے جاتے کھانے کا وقت آتا تو اٹھ کر چلے آتے وہ شکایت
کرتے حضرت مدنی سے کہ حضرت یہ مولوی صاحب میرے یہاں کھانا نہیں
کھاتے کیا بات ہے ، کیا میرا کھانا ناجائز ہے ، حرام ہے ؟ گھر کی زمین
ہے میں خود ہل چلاتا ہوں بوتا ہوں کاٹتا ہوں ۔

لیکن حضرت مدنی نے کبھی کچھ نہیں فرمایا ۔ بس والد صاحب کی
طرف ہنس کر دیکھ لیا ۔

والد صاحب جواب دیتے میں کیوں کھاؤں ، مولانا تو مہمان ہیں
کھائیں گے میرا تو گھر یہاں موجود ہے مجھے کیا ضرورت ہے کھانے کی میں
نہیں کھاتا ، چلے آتے ۔

میرے والد صاحب کبھی چائے نہیں پیتے تھے البتہ ناشتہ کیا
کرتے تھے ، رات کو آدھی روٹی اٹھا کے رکھ دی صبح کو وہی آدھی باسی روٹی
بڑے کٹورے میں پانی بھرا اور باسی روٹی کو توڑ کر مل کر ڈال دیا کبھی

اس میں نمک ڈال دیا کبھی تھوڑی شکر ڈال دی اور کھالیا، بس یہ ناشتہ تھا۔"

تعلیم

آپ کی بسم اللہ حضرت شیخ الہند نے کرائی جس کا واقعہ حضرت مفتی صاحب نے ایک دفعہ اس طرح سنایا کہ:

" میں گنگوہ میں بچوں کے ساتھ کھیلتا پھرتا تھا کہ میرے والد مرحوم آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر لے گئے، اپنے مکان کے دروازہ پر پہونچے، وہاں دیکھا چند حضرات کھڑے تھے ان میں سے ایک صاحب نے کچھ کلمات مجھ سے کہلوائے، اب وہ کلمات بھی مجھے یاد نہیں کہ کیا کہلوائے، میں نے زور سے نہیں آہستہ آہستہ سب کہے۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ وہ تو میری بسم اللہ ہوئی تھی اور وہ کلمات کہلوانے والے حضرت شیخ الہند تھے جس سفر میں گرفتار ہوکر مالٹا تشریف لے گئے، اس سے پہلے گنگوہ سب سے ملاقات کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان حضرات کے ساتھ شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے۔"

آپ نے اوّلاً گنگوہ میں حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی صاحبزادی صاحبہ کی بیٹھک میں حافظ کریم بخش صاحب نابینا سے قرآن پاک پڑھا، اٹھارہ سطریں ختم قرآن میں باقی تھیں کہ حافظ صاحب موصوف کا انتقال ہوگیا۔ بعد ازاں حافظ عبدالکریم صاحب امام جامع مسجد گنگوہ کے پاس قرآن مجید کی تکمیل کی۔

قرآن شریف پڑھنے کے زمانہ میں آپ کو اردو کا شوق تھا، اپنی سعی سے قصہ ماہ رمضان اور وفات نامہ پڑھا تھا لیکن آپ کے والد صاحب نے منع فرمادیا اور فرمایا کہ:

" قرآن شریف پر پوری محنت کرو، یہ تو میں تھوڑے دنوں میں سب

پڑھادوں گا۔"

کتب فارسی میں کچھ حصہ آمدنامہ اور کچھ حصہ بوستان مولانا فخرالدین صاحب گنگوہی سے پڑھا۔ عربی کی ابتدائی تعلیم میں میزان منشعب اپنے والد صاحب سے پڑھی۔

مفتی صاحب موصوف کی آمد مظاہر علوم میں ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ یہاں آکر آپ نے درس نظامی کی ابتدائی کتب علم الصیغہ، فصول اکبری، صرف میر، نحو میر، قال اقول وغیرہ سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا۔ ۱۳۴۷ھ تک آپ نے جامعہ مظاہر علوم میں پڑھا۔ میرزاہد، غلام یحییٰ، قاضی مبارک، دیوان حماسہ، دیوان متنبی، حمداللہ کتابیں پڑھ کر شوال ۱۳۴۸ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ہدایہ اخیرین، مشکوٰۃ شریف پڑھی۔ ۱۳۴۹ھ میں بیضاوی، ابوداؤد، مسلم شریف ۱۳۵۰ھ میں بخاری شریف و ترمذی پڑھی۔

آپ نے مشکوٰۃ شریف مولانا نبیہ حسن صاحب دیوبندی سے، ابوداؤد حضرت میاں اصغر حسین صاحب سے، مسلم مولانا رسول خاں صاحب سے، بخاری و ترمذی حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھی ہے۔

دیوبند سے تکمیل علوم کے بعد آپ پھر جامعہ مظاہر علوم میں آگئے اور یہاں داخلہ لیکر بخاری اور ابوداؤد شریف حضرت شیخؒ سے، طحاوی، مؤطا امام مالک، مؤطا امام محمد مولانا منظور احمد صاحب سے، نسائی، ابن ماجہ مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری سے پڑھی۔

فن قرأت و تجوید کی تکمیل بھی آپ نے جامعہ مظاہر علوم میں کی۔ اس فن کی اعلیٰ کتابوں کو پڑھ کر پورے درجۂ قرأت میں اعلیٰ نمبروں میں آپ کامیاب ہوئے۔

اُس موقعہ پر بطور انعام ایک قیمتی گھڑی الحاج وجیہہ الدین صاحب رئیس میرٹھ کی

جانب سے آپ کو دی گئی ۔

افتاء و تدریسی خدمات

چار ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ میں آپ کا تقرر دس روپے مشاہرہ پر بحیثیت معین مفتی جامعہ مظاہر علوم سہارنپور ہوا ۔ مولانا منور حسین صاحب بہاری ، مولانا ظہور الحسن صاحب کسولوی، مولانا سمیع الحق صاحب پشاوری یہ سب حضرات اسی زمانے میں مظاہر علوم کے دارالافتاء میں آپ کے رفیق تھے ، اور مشقِ افتاء کرتے تھے ۔ ۱۳۵۳ھ میں آپ نائب مفتی بنا دیے گئے ۔ ۱۳۷۰ھ تک اسی عہدہ پر رہے ۔ درسی کتابوں میں آپ نے میزان الصرف ، تہذیب ، قدوری ، نور الانوار ، کنز الدقائق ، ہدایہ اولین اور جلالین بھی مظاہر علوم میں پڑھائیں ۔

محرم الحرام ۱۳۷۱ھ میں آپ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور وہاں رہ کر درس و تدریس ، فقہ و فتاویٰ ، وعظ و ارشاد کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیں ۔ ۱۳۷۵ھ میں آپ جامع العلوم کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے اور پہلی مرتبہ بخاری شریف کا درس دیا ۔

۱۳۸۴ھ میں آپ بصد عزت و احترام دار العلوم دیوبند میں تشریف لائے یہاں مَسندِ افتاء پر متمکن ہوئے ۔ حضرت مولانا فخر الدین صاحب کے ارشاد پر بخاری جلد ثانی کا درس بھی دیا ۔

۱۳۸۶ھ میں جامعہ مظاہر علوم کے سرپرست بنائے گئے ۔ مولانا موصوف کا شمار مظاہر علوم کے ان سرپرستان میں آٹھویں نمبر پر ہے جو مظاہر علوم کے فیض یافتہ ہو کر بہ حیثیت سرپرست اس کے خادم بنے ۔

حضرت مفتی صاحب موصوف کو فنِ حدیث اور فقہ و فتاویٰ میں ایک خصوصی اور امتیازی مقام حاصل ہے ۔ فنِ حدیث کی مختلف کتابیں بالخصوص

بخاری شریف متعدد مرتبہ پڑھا چکے ۔ فقہ و فتاویٰ میں آپ انتہائی معتمد اور مستند تسلیم کئے جاتے ہیں ۔ دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے اصحاب افتاء کے آپ سرپرست اور مشیر رہے ۔ آپ کے تحریر کردہ فتاوی بڑے جامع اور استدلالی ہوتے ہیں ۔ کوئی کیسا ہی نازک جزیہ یا اہم مسئلہ پیش آجائے اس کا اتنی شائستگی و عمدگی کے ساتھ مختصر اور جچے تُلے الفاظ میں جواب تحریر فرماتے ہیں کہ پڑھنے والا اور دیکھنے والا آپ کے تبحرِ علمی ، فقہی دسترس اور علم و مطالعہ کی وسعت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہتا ۔ یہی وجہ ہے کہ دار العلوم دیوبند میں آپ کے حصہ میں آنے والے فتاویٰ (جن کے جوابات آپ کو تحریر کرنے ہوتے ہیں وہ) زیادہ تعداد میں ہوتے ہیں ۔ اپنی ذاتی ڈاک میں بھی تقریباً ۲۵ - ۳۰ فتاویٰ کی آمد کا یومیہ اوسط رہتا ہے ۔ غرض حق تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکات کو اس وقت علمی ، دینی ، اصلاحی اور فقہی خدمات کا ایک روشن و تابناک مینارہ بنا رکھا ہے ۔

ان تمام امور کے باوصف تواضع و فروتنی اور اپنی شرعی ذمہ داری کے احساس کا یہ عالم ہے کہ جس مسئلہ کی پوری تحقیق مستحضر نہیں ہوتی برملا مجمع میں اس کے متعلق کہہ دیتے ہیں کہ :

”مجھے اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق نہیں ہے ، مجھے اس کا علم نہیں ہے“۔

آپ کے تحریر کردہ فتاویٰ کا ایک بڑا حصہ بالاقساط ماہنامہ نظام“ کانپور میں بھی شائع ہو چکا ہے ۔

طلباء پر عنایات

شفقت و محبت اور کرم گستری اللہ تعالیٰ نے آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہے ۔ بالخصوص غریب الاوطان طلباء پر ہمیشہ آپ نے دستِ شفقت رکھا اور ان کی امداد و اعانت کا کوئی موقعہ اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا ۔ ہر سال کتنے ہی طلبہ دار العلوم دیوبند ، مظاہر علوم

سہارنپور اور دیگر مدارسِ عربیہ کے ایسے ہوتے ہیں جن کا وظیفہ اپنے پاس سے مرحمت فرماتے ہیں ۔ اور ان کی ہر قسم کی ضروریات کی کفالت فرماتے ہیں ، اس کی بھی نوبت آئی کہ بدن کے کپڑے اور اپنی بیش قیمت کتابیں تک دینے میں کوئی دریغ نہیں کیا ۔ لیکن اس کے باوجود طلباء کو اپنا محسن سمجھا اُن پر کوئی احسان نہیں جتایا ۔ ان سے ذاتی خدمت لینے سے ہمیشہ اعراض فرمایا ۔

حضرت مولانا صدیق احمد صاحب باندوی تحریر فرماتے ہیں کہ :

" مظاہر علوم کے قیام کے زمانہ میں دیکھا کہ اپنا کھانا تک طالب علم سے نہیں منگواتے تھے بلکہ خود ہی (مطبخ) تشریف لاکر لے جاتے ۔"

(آداب المعلمین ص۵۶)

مدارس کی سرپرستی

آپ ہندوستان کے بہت سے علمی و دینی اداروں اور مدرسوں کے خصوصی مشیر اور سرپرست بھی ہیں ۔

چنانچہ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد ، مدرسہ جامع العلوم کانپور، مدرسہ دارالرشاد بنکی (بارہ بنکی) وغیرہ آپ کی سرپرستی اور خصوصی نگرانی میں دینی وروحانی خدمات انجام دے رہے ہیں ۔

بیعت اور انتخاب شیخ

اس بارے میں حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے ایک سلسلۂ گفتگو میں فرمایا :

" میری بیعت ۱۳۴۹ھ کی ہے جب میں دیوبند میں پڑھتا تھا ۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان ہے ، اس کے ایک حصہ میں حضرت شیخ الہند ہیں ۔ دوسرے حصہ میں حضرت سہارنپوری ہیں اور حضرت شیخؒ اوپر کے حصہ میں بیٹھے ہیں ، مگر شیخ ایسے تنہا بیٹھے ہیں جیسے بات کو سمجھنے والے ہم عمر بڑے سب ختم ہو چکے ہیں ، شیخ اکیلے رہ گئے ہیں ۔ ایک دو دفعہ اس قسم

کا اور خواب دیکھا ۔

میں جب بھی حضرت رائپوریؒ ، حضرت دہلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آخرت کی طرف رغبت زیادہ ہوتی تھی اور دنیا سے بے توجہی ہوجاتی ۔ شیخ کی مجلس میں یہ بات نہیں تھی ۔ بلکہ شیخ کے پاس بیٹھتا تو اپنے گناہ اور عیوب سامنے آتے تھے ، میں سمجھتا کہ بس میری اصلاح انہی سے ہوگی ، جب تک عیوب وذنوب سامنے نہ ہوں آدمی کی اصلاح کیسے ہو ؟ دوسری جگہ جاتا سب پر پردہ پڑ جاتا اور یہاں سب کچھ سامنے ہوتا ۔ میرے نزدیک یہ ایک وجہ ترجیح ہوئی ۔

دوسری وجہ ترجیح یہ ہوئی کہ عمر کے اعتبار سے سب سے چھوٹے ان بزرگوں میں حضرت شیخؒ تھے ۔ میں چاہتا تھا کہ کچھ عرصہ خدمت میں رہنے کا موقع مل جائے ۔ میرا دھیان تقاضائے عمر کے اعتبار کی وجہ سے اس طرف نہیں جاتا تھا کہ پہلے میں مرجاؤں گا ۔

شیخ سے جب میں نے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ :

" تم کو حضرت مدنی سے بیعت ہونا چاہئے اور اس میں کوئی اشکال ہو تو کہو ، میں جواب دوں گا ۔"

میں نے عرض کیا ؛ حضرت ! میں نے یوں سُنا ہے کہ طبعی طور پر رغبت ورجحان جدھر ہو وہاں سے فائدہ زیادہ ہوتا ہے ۔ حضرت مدنی کی زندگی مجاہدانہ زندگی ہے اور اتنا زبردست مجاہدہ میرے بس کا نہیں ہے ۔

کئی مہینے تک حضرت نے بیعت نہیں فرمایا اور فرمایا :

" ابے ! ایسا نہیں ہے ، اگر حضرت مدنی کی طرف رجحان نہیں ہے تو میرے خیال میں استخارہ مسنونہ کرلو ۔ اگر استخارہ سے

بھی کوئی بات واضح نہ ہو تو پھر اسی نیت سے تین جگہ کا سفر کرو

رائپور جاؤ، کچھ کہومت، مجلس میں بیٹھو۔ پھر دہلی نظام الدین

جاؤ، اور پھر تھانہ بھون جاؤ۔"

میں گیا ہی نہیں۔ انہوں نے کہا اچھی بات ہے۔ پھر بیعت فرمالیا۔

ذکر کی ابتداء

ذکر میں نے بیعت سے پہلے ہی قصد السبیل میں دیکھ کر شروع کر دیا تھا۔ شیخ نے چھوڑا دیا تھا اور تسبیحات بتائی تھیں، پھر جب ذکر جہر شروع کیا تو اس میں حرارت پھیل گئی، دوضربیں لگاؤں تو معلوم ہوتا کہ قلب میں سوزش زیادہ ہے، بہت دیر بعد وہ حرارت رفع ہوئی۔ حرارت کے بعد ذکر چھوڑ دیا۔"

اجازت

حضرت مولینا یوسف صاحب متالا مدظلہٗ نے مفتی صاحب مدظلہٗ سے دریافت فرمایا کہ حضرت اجازت کب ملی؟ تو حضرت مفتی صاحب نے فرمایا:

" اجازت کو میں ابھی تک سمجھا ہی نہیں۔ صورت یہ پیش آئی کہ گنگوہ میں ایک عورت تھی، وہ اب وہاں نہیں پاکستان میں ہے، وہ کسی بزرگ سے بیعت تھی اور اس کے بڑے اوراد و وظائف تھے۔ میں جب گنگوہ گیا تو انہوں نے مجھ سے تذکرہ کیا کہ میرے پیر کا انتقال ہو گیا ہے تم مجھے مرید کر لو۔ میں ہنس پڑا۔ میں نے کہا کہ میں کیسے مرید کروں۔ میری نیت یہ تھی کہ حضرت مدنی جب گنگوہ تشریف لائیں گے تو حضرت مدنی سے بیعت کرادوں گا۔ حضرت تھانوی اپنے علاج کے سلسلہ میں تشریف لائے ہوئے تھے۔ شیخ ان کی عیادت کے لئے جا رہے تھے، میں ان کے ساتھ تھا۔ پیدل ہی سہارنپور جا رہے تھے۔ اس زمانہ میں گاڑی واڑی کا دستور نہیں تھا۔

ان سے میں نے اس وقت عرض کیا کہ گنگوہ میں ایک عورت ہے اور اس طرح سے ہے۔ ابھی میں پوری بات کہنے بھی نہ پایا تھا کہ شیخ نے فرمایا کہ:

"اگر تم سے مرید ہونا چاہے تو مرید کر لو۔"

میں نے کہا حضرت! مجھ سے کیا مرید ہوتی اور میں کیا مرید کرتا؟ میری نیت تو یہ ہے کہ حضرت مدنی کے آنے کی کوئی تاریخ ہو تو میں ان کو اطلاع کرادوں کہ فلاں دن حضرت مدنی آئیں گے ان سے بیعت ہو جاؤ۔ حضرت نے فرمایا:

"شرمانے کی کوئی بات نہیں، وہ اتنے اوراد و وظائف پڑھتی ہیں، ان کے اتنے احوال ہیں اور اب تک اپنے کو کسی کے حوالے نہیں کیا۔"

اور فرمایا کہ:

"جس چیز کی ضرورت ہو مجھ سے پوچھنا۔ یہ میری اجازت ہے۔"

میں کچھ نہیں سمجھا کہ واقعی اجازت ہے، میں یہ سمجھا کہ تفریحی فقرہ ہے۔ میں جب کانپور چلا گیا تھا تو بہت دیر بعد حضرت شیخ نے خط میں لکھا کہ:

"خبر نہیں تم سے کوئی مرید ہوا یا نہیں، کوئی بیعت ہونا چاہے تو اسے بیعت کر لیا کیجئے۔"

میں نے جواب میں لکھا کہ حضرت! بعض لوگوں نے ناواقفیت کے تحت مجھ سے بیعت ہونا چاہا لیکن میں نے ان کو مشورہ دیا کہ فلاں فلاں بزرگ سے ہونا۔ کسی نے اصرار کیا تو میں نے صاف لفظوں کہدیا کہ مجھے اجازت نہیں ہے۔ حضرت شیخ نے لکھا کہ:

"شاید تمہیں یاد نہیں رہا، جب حضرت تھانویؒ علاج
کے لئے آئے ہوئے تھے اس وقت اجازت اور اس پر
اشکال سب رفع کر چکا ہوں۔"

اس خط میں یہ بھی تھا کہ:

"مشورہ تو دوسروں سے بیعت کا دینا چاہئے اور یہ
اچھی بات ہے لیکن دوسرے کے کہنے پر اس کی بات مان لینے
میں بھی کچھ مضائقہ نہیں۔"

ایک سال جب میں دیوبند میں تھا حضرت شیخ کو اجازت دینے کا زور ہو رہا تھا، مجھے بھی خط لکھا کہ:

"تمہارے لوگوں میں سے جو شخص تمہارے نزدیک اہل ہو،
صاحب نسبت ہو اس کو اجازت دے دو۔"

میں نے جواب میں لکھا کہ مجھے معلوم بھی نہیں کہ نسبت کیا چیز ہے کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کیسی ہوتی ہے؟ اور نہ پہچان سکتا ہوں کہ کس کے پاس نسبت ہے۔ اس کے جواب میں حضرت شیخ نے لکھا کہ:

"یہ پہچاننا ہی تو ہوا۔"

ایک شخص کانپور سے رمضان میں آئے ہوئے تھے، پہلے میرے پاس دیوبند آئے پھر میں سہارنپور آیا تو وہ بھی آئے۔ حضرت شیخ سے بیعت ہونا چاہتے تھے۔ میں نے شیخ سے کہا کہ حضرت! یہ بیعت ہونے کے لئے آئے ہیں ان کو بیعت کر لیجئے۔ اور میں نے کہا کہ یہ حضرت مدنی سے بیعت ہے تو شیخ نے فرمایا:

"پھر نہیں، نہ مجھ سے نہ تم سے۔"

خرقۂ خلافت

حضرت نے جبہ (مشلح) مرحمت فرمایا تھا اور بہت اہمیت کے ساتھ فرمایا تھا کہ:

"یہ حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کا ہے۔ انہوں نے اس کو
تین روز تک روضۂ اقدس پر پہنے رکھا تھا اس کے بعد مجھے
عنایت فرمایا۔ بہت بوسیدہ تھا میں نے اس کے نیچے ایک
اور کپڑا الگوا لیا تھا۔ پس میں نے کبھی کبھی رمضان کے مہینہ
میں اس کو پہن کر تنہائی میں دو رکعت پڑھی ہے اس کے بعد
اٹھا کے رکھ دیا۔"

ایک طویل عرصہ تک حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوریؒ اور حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ کی صحبت مبارکہ میں رہ کر ریاضت و مجاہدات اور ذکر و اذکار کئے۔ بعد ازاں حضرت شیخ قدس سرہٗ نے خلافت و اجازت سے نوازا۔ ایک سلسلۂ گفتگو میں حضرت شیخ قدس سرہٗ نے مفتی صاحب کے متعلق فرمایا تھا کہ:

"میں نے مفتی محمود کو چالیس سال تک رگڑا تب کہیں جا کر خلافت
و اجازت دی۔"

حضرت شیخ قدس سرہ کا علو مرتبت

حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے مختلف مجالس میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق بہت سارے واقعات بیان فرمائے جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱)

سہارنپور میں حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شخص نے دعوت کی،

حضرت نے قبول فرمالی۔ اس نے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی بھی دعوت کی حضرت شیخ نے انکار کردیا۔ انہوں نے جاکر حضرت سہارنپوری سے عرض کردیا کہ حضرت میں نے میاں زکریا کی دعوت کی انہوں نے قبول نہیں کی۔ حضرت نے شیخ سے فرمایا کہ:

"کیوں میاں زکریا! تم نے کیوں دعوت قبول نہیں کی، کیوں انکار کردیا؟ چلوان کے یہاں"

راضی ہوگئے، اچھی بات، گئے، جاکر کھانا بھی کھایا۔ واپس آکر انگلی حلق میں ڈال کر قے کردی جو کچھ کھایا تھا۔ کسی نے پوچھا حضرت کیا بات تھی، بتاتے نہیں تھے مگر ہر ایک کا کوئی منہ چڑھا ہوتا ہے اس نے اصرار کر کے پوچھ ہی لیا۔ فرمایا کہ:

"اصل بات یہ ہے کہ اس شخص کا کھانا جائز نہیں، مجھے معلوم ہے کہ اس کی آمدنی حرام کی ہے سود لیتا ہے اس لئے میں نے انکار کردیا تھا اور حضرت کو علم نہیں تھا حضرت نے قبول کرلی تھی۔ حضرت کے لئے قبول کرنا جائز ہوا۔ میرے لئے انکار کرنا درست ہوا۔ اس نے میرے حضرت سے مجھ پر زور ڈلوایا، اب میں اس پریشانی میں مبتلا ہوا کہ اگر وجہ بتلاتا ہوں تو اس کی حضرت کی نظروں میں تحقیر وتذلیل ہوتی ہے، نہیں بتاتا تو حرام کھانا لازم آتا ہے، تو میں نے سوچا کہ حرام کی اذیت میری ذات تک محدود ہے، اس کا عیب نہیں کھلے گا، اس کی تحقیر وتذلیل نہیں ہوگی۔ اس لئے میں نے اس کو برداشت کرلیا، جاکر کھالیا اور پھر آکر میں نے قے کر کے نکال دیا۔ الحمدللہ میں تو اس سے محفوظ رہا۔ حضرت کی طبیعت البتہ خراب رہی۔

(۲)

ایک صاحب حج سے آئے اور ایک بڑا طباق کھجوروں کا بھر کر حضرت شیخ

کی خدمت میں لائے۔ شیخ اس کو دیکھ کر کچھ مسکرائے اور فرمایا کہ:

"میرے پاس تو کھجوریں براہِ راست مدینہ طیبہ سے بھی آتی رہتی ہیں۔ تم کو تو اور جگہ بھی تقسیم کرنا ہوگی، تمہاری خاطر میں دو تین کھجوریں اٹھالیتا ہوں باقی تقسیم کردینا۔"

چنانچہ تین کھجوریں شیخ نے اٹھالیں۔ وہ شخص نہایت شرمندہ آنکھیں نیچی خاموش اپنا طباق اٹھاکر چل دیا میں نے باہر آکر جب اس سے پوچھا کہ بھائی کیا بات تھی تمہارے اوپر اس کا بہت اثر ہوا۔ اس نے کہا:

"بس جی بس! ہم نے دیکھ لیا قیامت میں بھی اسی طرح چھانٹ ہو جائے گی، مدینہ پاک کی یہی تین کھجوریں تھیں باقی سب دوسری تھیں، میری دلداری کے لئے فرمادیا کہ میرے پاس تو براہ راست بھی آتی ہیں، تمہیں تو اور جگہ بھی تقسیم کرنا ہوگی۔"

میں نے کہا تم کو کیا ضرورت تھی طباق بھر کے لانے کی تمہارے پاس تین کھجوریں تھیں مدینہ پاک کی، یہی تین لے آتے۔

(۳)

ایک صاحب سہارنپور آئے حضرت شیخ سے بیعت ہونے کی نیت سے۔ عصر کے وقت مدرسہ قدیم کی مسجد میں ملاقات کی۔ اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت نے فرمایا:

"آج ٹھیروگے؟"

انہوں نے کہا جی، آج ٹھہروں گا۔ شیخ نے فرمایا:

"بہت اچھا، کل صبح فجر کی نماز کے وقت یہاں موجود رہنا اور اس وقت حضرت رائے پوری کے پاس میں جارہا ہوں اور آپ بھی جاؤ بھٹ ہاؤس

میں حضرت رائے پوری ٹھیرے ہوئے ہیں"

چنانچہ وہ چلے گئے۔ حضرت شیخ بھی وہاں پہونچ گئے۔ وہ بتلاتے تھے کہ حضرت رائے پوری کو بتلایا کہ:

"حضرت! یہ کانپور سے آئے ہیں"

حضرت نے فرمایا:

"یہاں نہیں، یہاں نہیں، سہارنپور حضرت شیخ کے پاس بھیجو،
حضرت شیخ کے پاس بھیجو"

حالانکہ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں بیعت کے لئے آیا ہوں، بیعت ہونا چاہتا ہوں۔ شروع سے حضرت نے فرمانا شروع کر دیا۔ پھر شیخ کے پاس آئے۔ بیعت ہوئے۔ یوں کہتے میری داڑھی مونچھ مونڈی ہوئی تھی، مجھے بڑا فکر تھا کہ دیکھئے کتنا عتاب ہوگا، مگر حضرت نے کچھ نہیں فرمایا، بیعت فرمالیا۔

میں نے (مفتی محمود صاحب نے) اس واقعہ کو حرم شریف میں بیٹھے ہوئے مکہ مکرمہ میں آپس کی مجلس میں بیان کیا۔ ایک صاحب جو ایک بزرگ سے بیعت تھے اور مجاز بھی تھے، اب تو ان کا انتقال ہو چکا ہے، انہوں نے فوراً اعتراض کیا:

"یہ تو خیانت ہے طالب کے حق میں، شیخ کے ذمہ فریضہ ہے کہ طالب کے اندر کوئی کوتاہی دیکھے تو اس کو تنبیہ کرے۔ یہ کیا معنی کہ شیخ خاموش رہے۔ کچھ نہیں ٹوکا داڑھی مونڈے ہوئے کو؟!"

میں نے کہا:

"حضرت! ٹوکنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ فوراً لاٹھی مار دو؟ آپ جانتے ہیں کہ کیا نتیجہ نکلا؟ اس کے بعد سے آج تک انہوں نے بغیر ٹوکے ڈاڑھی نہیں منڈوائی"

مقصود تغیر منکر ہے، اصلاح ہے۔ چاہے زبان سے ہو چاہے دل سے، خدا جانے اب لوگوں کو کیا کینسر کا مرض ہے، اپنے عیوب پر کبھی نظر نہیں جاتی ہمیشہ دوسروں کی تانک جھانک میں اور غیبت میں برائیوں میں لگے رہتے ہیں؟!"

کہنے لگے:

"بعض لوگ شیخ الحدیث کو برا کہتے ہیں ——— ؟!"

میں نے کہا:

"صحیح ہے، کہتے ہیں۔ کوئی شخص اگر بزرگوں کو برا کہہ کے اپنا دین و ایمان برباد کرے آپ اس کا اتباع کریں گے، آپ نے شیخ کی زبان سے کسی کی برائی سنی؟ وہ قابل اتباع نہیں آپ کے لئے؟ جو اُن کو برا کہتے ہیں وہ قابل اتباع ہیں!!"

اس وقت تو خاموش ہو گئے، اگلے روز انہوں نے معذرت کی کہ:

"مجھ سے غلطی ہوگئی، واقعی غلطی ہوگئی۔ مجھے نہیں چاہئے تھا ایسا کہنا"

پھر ان بیچاروں کا حال ایسا ہوا کہ اخیر عمر میں دماغ صحیح نہیں رہا تھا۔ کبھی کسی کے گھر میں گھس گئے کبھی کسی سے لڑ پڑے۔ بس رات دن یہ کیفیت رہتی تھی اور کئی مدت تک صاحب فراش رہے۔ بڑا ترس آتا تھا۔ دماغ کا فالج تھا گھر والے سارے پریشان تھے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

(۴)

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ سہارنپور تشریف لائے، رات کا وقت تھا، کھانا نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضرت اوپر والے کمرے میں ساتھ لیکر گئے اور کمرے کے سامنے ٹین کے نیچے حضرت کی چارپائی تھی اس چارپائی کی پائنتی ٹھیک کی بستر

ٹھیک کیا وہاں حضرت کو بٹھایا اور خود سامنے مونڈھے پر بیٹھ گئے۔ حضرت مدنی نے فرمایا:

"آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں جائیے اپنا کام کیجئے۔"

شیخ نے فرمایا کہ:

"میں آپ کے چہرۂ مبارک کی زیارت کروں گا۔"

حضرت نے فرمایا:

"اچھا، ہمارا چہرۂ مبارک ایسا ہے؟"

اس کے بعد تھوڑی دیر حضرت مدنی لیٹے اور اندازہ ہوا کہ سو گئے۔ شیخ جا کے کام میں مشغول ہو گئے۔

حضرت مدنی نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

"آپ کو جب میں تنہائی میں یکسوئی کے ساتھ کام کرتا ہوا دیکھتا ہوں تو مجھے بڑا رشک آتا ہے مجھے یہ جلسے چین نہیں لینے دیتے کام نہیں کرنے دیتے۔"

شیخ نے فرمایا:

"مجھے کیوں مطعون فرمایا کرتے ہیں؟"

اخیر شب میں حضرت مدنی کو تشریف لے جانا تھا۔ حضرت مدنی سو گئے۔ میں وہاں سے چلنے لگا، شیخ نے فرمایا کہ:

"تو بھی کچے گھر میں لیٹ جا، کہاں جا رہا ہے؟"

میں کچے گھر میں لیٹ گیا۔ تانگے والے سے کہہ دیا تھا، اخیر شب میں وہ آیا اس نے جگایا اور اٹھے۔ جلدی سے مولوی نصیر مرحوم نے چائے تیار کی حضرت کے واسطے حضرت شیخ کے گھر والے اس وقت موجود نہیں تھے۔ جب چائے آئی تو حضرت مدنی

نے بڑے تعجب سے فرمایا:

"یہ کیسے آئی، کہاں سے آئی، کیا ہوا؟"

شیخ نے کہا:

"حضرت! ذکیہ کی ماں تو ہمیں اس وقت انڈا بھی دیا کرتی تھی۔"

حضرت نے فرمایا:

"آپ عورتوں کا کام مردوں سے لینا چاہتے ہیں؟"

میرے جی میں اس وقت تقاضا ہو رہا تھا کہ حضرت مدنی اپنی چائے میں کچھ عنایت فرما دیں مگر میں کہہ نہیں پاتا تھا، حضرت نے خود ہی فرمایا:

"آج تو ہمارا دل چاہتا ہے کہ اپنی جھوٹی چائے مولوی محمود کو پلائیں، یہ ناراض تو ضرور ہوں گے لیکن آج تو ضرور پلانا ہی ہے ان کو۔"

وہ چائے مجھے دینے لگے۔ شیخ نے حضرت کے ہاتھ میں سے لے لی۔ لیکر اس میں سے کچھ پی کر مجھے عنایت فرمائی۔ اور پھر یہ تانگہ میں بیٹھ کر چلے گئے جہاں جانا تھا۔

۵

ایک مرتبہ حضرت شیخ اپنے کمرہ کے اوپر بیٹھے ہوئے تھے جمعہ کا دن تھا ہم لوگ بھی تھے۔ سڑک پر کوئی سانپ والا گزر رہا تھا بین بجاتا ہوا، اس طرف توجہ ہو گئی، تو حضرت نے فرمایا:

"سانپ بھی چشتی معلوم ہوتا ہے۔"

۶

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سہارنپور تشریف لائے اور سیدھے شیخ کے کمرہ میں اوپر پہونچ گئے۔ جمعہ کا دن تھا، حضرت شیخ اپنی تصنیف میں مشغول تھے، اس حال میں کہ کرتہ بدن پر نہیں تھا اور کرتہ قریب رکھا ہوا

تھا وہ بھی پھٹا ہوا تھا۔ پس حضرت کو دیکھ کر حضرت شیخ اٹھے کرتا پہنا۔ حضرت رائپوری
نے جبھی آدمی بھیج کر بازار سے کپڑا منگوا کر شیخ کے لئے کرتا سلوایا اور مولانا اشفاق الرحمٰن
صاحب کی اہلیہ زیر علاج تھی ان کی عیادت کے لئے جانے کا ارادہ تھا۔ شیخ سے فرمایا:

"آپ نہیں چلیں گے؟"

شیخ کو اپنے اسباق کی وجہ سے کچھ عذر تھا تو حضرت نے فرمایا کہ:

"اس غریب کے جنازہ کی نماز تو آپ کو ہی پڑھانی ہے؟"

شیخ نے فرمایا:

"ایسا نہ کہیں، ایسا نہ کہیں۔ جب ہم رائپور جایا کرتے ہیں وہ بیچاری
بہت خاطر کرتی ہے وہ حلوا پکا کر بھی کھلایا کرتی ہے، ایسا نہ کہیں۔"

بھائی الطاف نے بھی کہا ایسا نہ کہیں۔ حضرت ہنسنے لگے۔ فرمایا کہ:

"مریض کی وہی حالت ہوتی ہے ادھر یا ادھر۔ میرے کہنے سے
کیا ہوتا ہے، اگر میرے کہنے سے کچھ ہوتا ہے تو اچھی بات ہے میں نہیں کہوں گا۔"

شیخ نے فرمایا:

"ہاں، ہاں۔ بس حضرت ٹل گئی، ٹل گئی، ٹل گئی۔"

شیخ بھی گئے، حضرت بھی گئے۔ ادھر شام کو حضرت مولانا الیاس صاحب دہلی سے
تشریف لائے۔ ایک رات تک یہ حضرات بھی واپس آگئے۔ طے یہ تھا کہ اگلے روز دیوبند
چلیں گے کیونکہ حضرت مدنیؒ کے یہاں صاحبزادہ نمبر۲ مولانا ارشد صاحب کی ولادت
ہوئی تھی۔ یہ کہہ کے ارادہ کیا تھا ان حضرات نے کہ حضرت مدنی سب کا ناطقہ بند ہی
رکھتے ہیں مٹھائی میں، تو اب ہمیں بھی موقعہ ملا ہے ہم بھی چلیں گے مٹھائی کا مطالبہ
کریں گے۔ حضرت حافظ فخرالدین صاحب بھی تشریف لائے ہوئے تھے وہ اس سلسلہ
میں کچھ نہیں بول رہے تھے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب نے فرمایا کہ:

"آپ نہیں چلیں گے؟"

پوچھا:

"حضرت! کس مد میں؟"

فرمایا:

"مد کیا ہوتا ہے؟ ایک بزرگ کی خوشی میں شرکت ہے، علماء کی
مجلس ہے، صحبت ہے، اور کیا مد ہوتا ہے؟"

انہوں نے جواب دیا کہ:

"حضرت! میرے بدن پر پردیسی کپڑے ہیں، حضرت مدنی فرمادیں گے
کیوں پہنے ہیں، میں ان کے سامنے کچھ کہہ نہ سکوں گا۔ حضرت فرمادیں گے
توبہ کر۔ اس لئے مجھے تو معاف کردیں میں تو جاؤں گا نہیں۔"

باقی تینوں گئے۔ رات میں وہاں ٹھہرے۔ صبح کو نماز پڑھتے ہی حضرت شیخ نے
حضرت رائپوری سے فرمایا کہ:

"پہلے آئیے میرٹھ چلیں گے۔"

مولانا عاشق الٰہی صاحب اس وقت بیمار تھے۔ حضرت مدنی نے فرمایا کہ:

"ابھی بکرے منگواتا ہوں، ذبح کروں گا۔ عقیقہ ہوگا آج عقیقہ کا
گوشت کھا کے جانا ہے۔"

حضرت شیخ کا اصرار کہ میرٹھ جلدی پہونچنا چاہئے۔ حضرت مولانا الیاس صاحب نے
تو صاف فرمادیا کہ:

"بھائی! حضرت مدنی کو ناخوش کرکے میں تو جاتا نہیں میں تو
یہیں ٹھہروں گا۔"

حضرت رائپوری کبھی مولانا الیاس صاحب کی طرف دیکھتے کبھی شیخ کی طرف دیکھتے۔

شیخ نے پھر فرمایا :

" مولوی حسین احمد بھی زندہ سلامت ہیں ، مولوی الیاس بھی زندہ سلامت

چلو دیر ہو رہی ہے جلدی چلو "

کہا : " اچھا "

جلدی چلے گئے ۔ وہاں پہونچ کر معلوم ہوا کہ رات آخری شب میں مولانا
عاشق الٰہی صاحب کا انتقال ہو گیا تھا اور پرچہ پر لکھ کر دیا تھا کہ :

" میری تجہیز و تکفین مولانا عبدالقادر صاحب اور شیخ الحدیث کریں گے
اور ابھی ابھی تار دیا ہے سہارنپور شیخ کو بلانے کے لئے کہ ظہر کی نماز تک
انتظار کیا جائے گا "

یہاں تار پہونچا مولانا عبداللطیف صاحب کے پاس ، وہ اس تار پر گئے ۔
ایک تار انہوں نے دیوبند دیا شیخ کے نام مگر شیخ تو روانہ ہو چکے تھے اور وہ بھی
پہونچ گئے ، جنازہ میں شرکت کی وہاں جا کے نماز پڑھی ۔

(٧)

ایک مرتبہ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت شیخ گنگوہ گئے ۔
صاحبزادی صاحبہ (حضرت گنگوہی کی صاحبزادی) پردے کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی ۔
یہ حضرات پردے کی دوسری جانب بیٹھے ۔ انہوں نے وہاں سے تھالی میں دو پان
رکھ کر پیش کئے ، ایک بڑا تھا ایک چھوٹا تھا ۔ حضرت سہارنپوری نے بڑا پان اٹھایا
انہوں نے ادھر سے فرمایا کہ :

" یہ بڑا پان ان صاحبزادے کا ہے ان کا منہ ہی نہیں بھرتا چھوٹے
پان میں اس لئے بڑا پان ان کے واسطے دیا "

حضرت سہارنپوری نے فرمایا :

" اچھا تم پان کھاتے ہو ۔ لو یہ پان ہے "

شیخ نے کہا :

" نہیں نہیں ، حضرت ! نوش فرمالیں "

" یہ تمہارے واسطے دیا تم لو "

شیخ نے شرما کر لے لیا وہاں نہیں کھایا ہاتھ میں لئے رہے جب وہاں سے اٹھ کر
چلنے لگے دروازہ پر پہونچ کر چپکے سے کھا لیا تھا ۔

(٨)

حج کا زمانہ قریب تھا ، مجمع زیادہ تھا ، روضۂ اقدس پر حاضری کا موقعہ نہیں تھا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کس طرح حاضر ہوں ۔ اس لئے شیخ کو تقاضا ہوا
کہ کسی طرح سے بھی مجھے پہونچاؤ ۔ فرمایا :

مدرسہ شرعیہ میں سب سے اوپر کی چھت پر لے چلو "

چنانچہ وہاں لے جایا گیا ۔ وہاں سے صلوٰۃ وسلام عرض کیا حاضر ہو کر ۔

(٩)

ہندوستان سے حجاز جانے کے لئے سفر کی تیاری بھی مگر تردد تھا کہ تشریف
لے جائیں یا نہ لے جائیں ۔ عصر کے بعد مدرسہ قدیم کی مسجد میں جمعہ کے روز ذکر ہوتا
تھا میں بھی ذکر میں مشغول تھا ۔ الحاج ابوالحسن نے آکر مجھ سے کہا کہ حضرت کا ارشاد
ہے کہ :

" استخارہ کرو ، استخارہ کر کے بتاؤ کہ میں سفر میں جاؤں یا نہ جاؤں "

میں نے کہا یہ تو میں ابھی بتا دوں گا بغیر استخارہ کے ۔ کہا کہ :

" نہیں استخارہ کا حکم ہے ، آئندہ جمعہ کو آؤ تو استخارہ کر کے آنا "

آئندہ جمعہ جب میں حاضر ہوا تو فرمایا :

"مفتی جی ! بتاؤ میں جاؤں یا نہ جاؤں؟"

میں نے کہا :

حضرت ! میں نے ایسا دیکھا کہ حضرت کھڑے ہوئے ہیں تنہا ہیں نہایت قوی، کسی قسم کا ضعف کا اثر محسوس نہیں ہوتا اور بالکل خاموش ہیں۔ پنڈلیاں کھولی ہوئی ہیں۔ یہ مجھے معلوم نہیں کہ اوپر لنگی ہے یا پائجامہ مگر پنڈلیاں کھلی ہیں اور پنڈلیوں پر نشانات ہیں جیسے جھاڑ جھنکاڑ میں کوئی آدمی چلے اس کے لگنے سے نشانات ہوجاتے ہیں۔ اور ایک جھنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے کھڑے ہیں جو سفید ہے، اس کے اوپر بڑی شعاعیں ہیں جو بڑی دور تک جارہی ہیں۔ لندن، امریکہ، افریقہ وغیرہ ممالک میں جارہی ہیں۔ اور جہاں پر وہ شعاعیں پہونچتی ہیں وہاں پر ایک چھاپ لگ جاتی ہے محمد رسول اللہ۔ اور آپ خاموش ہیں کوئی آس پاس نہیں ہے۔ میں خواب میں سوچ رہا ہوں کہ وہ دسترخوان کے مریدانِ با اخلاص کہاں ہیں ان میں سے کوئی نہیں۔ غور کرکے دیکھا تو چار آدمی نظر آئے دور فاصلہ پر ایک مولانا منور حسین صاحب، ایک مولانا عبدالرحیم صاحب، ایک قاری میر حسن صاحب، ایک مولانا عبدالجبار صاحب۔ اور چاروں کے چاروں اتنے ضعیف اور مضمحل ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے ابھی سخت بیماری سے اٹھے ہوں اور ان کے چہروں پر خون کے آثار تک محسوس نہیں ہوتے کہ بدن میں خون ہے۔ بول کوئی کچھ نہیں رہا سب خاموش ہیں؟"

حضرت شیخ نے یوں فرمایا خواب سنکر کہ :

"اچھا بتاؤ محمد رسول اللہ کیوں لکھا ہوا لاالٰہ الااللہ کیوں نہیں؟"

میں نے کہا :

"وہ تو ظاہر ہے کہ حضرت کا جو کچھ کام ہے وہ اہل توحید میں ہے منکرینِ توحید میں نہیں۔ جو کلمہ پڑھنے والے ہیں ان کے پاس کلمہ کا پہلا جزو تو موجود ہے۔ آپ کی تمنا اور خواہش یہ ہے کہ محمد رسول اللہ کا اتباع ہو۔ انہی لوگوں میں آپ کا کام ہے اور انشاء اللہ کام آپ کا دور تک دیگر ممالک میں پہونچے گا۔"

۱۰

ایک مرتبہ جس زمانہ میں بخاری شریف کا سبق بھی پڑھاتے تھے اور "لامع الدراری" کی تصنیف بھی جاری تھی۔ مولانا سلیم صاحب نے مکہ مکرمہ سے ٹکٹ بھی بھیجدیا حضرت کو بڑا تردد تھا جاؤں یا نہ جاؤں۔ مجھ سے ایک مرتبہ تنہائی میں فرمایا کہ :

"مفتی جی ! ایک گفتگو کرو اور دیکھو مناظرانہ گفتگو کرنا۔ یہ نہیں ہو کہ جی حضرت ! جی حضرت !"

فرمایا کہ :

"بتاؤ کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں ——؟"

میں نے کہا :

"جی ! ضرور جائیں۔"

کہنے لگے :

"کیوں جاؤں ؟ فریضہ تو میں پہلے ادا کرچکا حج کا۔"

میں نے کہا :

"وہ جگہ ایسی ہے ہی نہیں جہاں یہ سوال ہو کہ کیوں جاؤں؟"

پھر فرمایا کہ :

"میری تعلیم کا حرج ہوگا، بخاری شریف کے سبق کا حرج ہوگا، کتاب کی تصنیف کا حرج ہوگا۔"

میں نے کہا:

"کوئی بات نہیں، کل ایک مہینہ کی بات ہے۔ ایک مہینہ میں جتنا حرج ہوگا سبق کا، اس کی تکمیل انشاء اللہ بعد میں آپ فرمالیں گے لہذا حرج نہیں۔ اور تصنیف کا حال یہ ہے کہ اس کو ساتھ لیتے جائیں وہاں ایک گھنٹہ کام کے لئے مقرر کرلیں۔"

فرمایا کہ:

"میں کتاب نہیں لے جانے کا، میری کتاب ضائع ہوجائے گی۔"

میں نے کہا کہ:

"جی نہیں، کتاب تو ضائع نہیں ہوگی۔ کتاب انشاء اللہ آپ کی حیات میں مکمل ہوگی طبع ہوگی۔ دنیا کو نفع پہونچے گا۔ اور میرے پاس اس کی دلیل اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی محنت کو ضائع نہیں کرتے ضیاع سے حفاظت فرمایا کرتے ہیں۔"

فرمایا کہ:

"بھائی! میں نے ایک درخواست کر رکھی ہے کہ مجھے مدینہ طیبہ میں قبر کی جگہ مل جائے اور مجھ سے وعدہ ہے کہ اِس وقت تو جاؤ پڑھاؤ جب وقت آئے گا تم کو طلب کرلیا جائے گا۔ میں اس طلب کو وہ طلب کیوں نہ سمجھوں۔ میں نے تو درخواست دی نہیں۔ دوستوں نے درخواست دے دی ہے۔ میرا پاسپورٹ غائب تھا وہ بھی مل گیا کہ جلدی وہاں سے آگیا۔ یہ سب انتظامات ہو رہے ہیں تو اس طلب کو وہ طلب کیوں نہ سمجھوں۔ میں پھر وہاں

سے نہیں آنے والا۔

میں نے کہا کہ:

"اس وقت تو آپ تشریف لے جاویں واپسی کے ارادہ سے اگر وہاں وہ روکیں رُک جائیں۔ کتاب کے متعلق یہ ہے کہ ایک گھنٹہ وہاں کام کرلیا کریں اس کا بھی حرج نہیں ہوگا۔ اور بلانا خالی اسی واسطے تھوڑے ہی ہوتا ہے۔ اعزاز واکرام کے لئے بھی ہوتا ہے۔ انعامات دینے کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اور یہ طلب وہ طلب تو ہے نہیں؟"

آپ نے پوچھا:

"کیوں؟"

میں نے کہا کہ:

"اس واسطے کہ جب آدمی کی تمنا اور طلب پوری ہوتی ہے تو اس کے قلب میں ایک بشاشت ہوتی ہے۔ آپ کے قلب میں بشاشت نہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ طلب یہ نہیں وہ طلب پھر کسی اور وقت ہوگی۔"

پھر فرمایا:

"میں کیوں جاؤں؟"

میں نے کہا کہ:

"اللہ تعالیٰ اپنے مخصوص بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے اولیاء کو جیل خانے بھجواتے ہیں وہاں جاکر ان کے ذریعہ سے ہدایت ہوتی ہے۔ نہیں معلوم کس کس کے مقدر میں آپ کے ذریعہ سے ہدایت لکھی ہوئی ہے کہ وہ ہندوستان نہیں آسکتا حجاز جانا اس کو آسان ہو وہاں آپ سے ملاقات کرکے آپ کے ذریعہ ہدایت ہوسکتی ہے۔"

اس پر گفتگو ختم کر دی، خاموش ہو گئے۔

پھر ایک روز فرمایا کہ:

"میں نے دیکھا ہے، کچھ سو رہا تھا کچھ جاگ رہا تھا، آواز میرے کان میں آئی "طلبتُ ذکرہ یا للباقین"۔

بس پھر شرح صدر ہو گیا تھا جانے کے لئے، تشریف لے گئے۔ مجھے بھی حجاز اسی سال جانا تھا۔ مدرسہ صولتیہ میں پہونچکر میں نے دریافت کیا کہ:

"حضرت کے قلب کا کیا حال ہے؟"

فرمایا:

"اب تک تو وہی ہے، سکون نہیں"۔

میں نے کہا:

"مولوی سلمان کا خط آیا ہے میرے پاس، اس میں لکھا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ واپس تشریف لے آئے"۔

میں نے مولانا انعام الحسن صاحب سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمادی تھی واپسی کی، تو انہوں نے بتلایا کہ ہاں اجازت تو جبھی دے دی تھی جب ہم پہونچے تھے۔

شیخ نے فرمایا:

"یہاں بھی خواب دیکھ رہے ہیں کہ مستقل قیام نہیں ہو گیا"۔

میں نے کہا:

"جی، وہ بھی خواب تھا، یہ بھی خواب ہے"۔

کہا:

"ہاں، وہ تو خواب ہی ہے"۔

پھر وہاں سے مدینہ طیبہ جب تشریف لے گئے تو میں نے پوچھا وہاں پہونچکر کہ:

"اب کیا حال ہے؟"

فرمایا:

"اب بالکل سکون ہے"۔

جس روز میں مدینہ طیبہ سے چلنے لگا تو میں نے مصافحہ کیا۔ اس وقت چپکے سے مجھے بتلایا کہ:

"میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں رخصتی سلام کے لئے روضۂ اقدس پر حاضر ہوا اور وہاں میرا انتقال ہو گیا۔ اور میں نے اس خواب کا تذکرہ انعام وہارون سے نہیں کیا کہ بچے رونا شروع کر دیں گے"۔

میں نے کہا کہ:

"حضرت! یہ وہ انتقال تھوڑے ہی ہے، یہ تو آفتاب نبوت کے سامنے چراغ کا اضمحلال ہے"۔

یہ بات کرکے میں وہاں سے چلا آیا تھا۔

تصنیفات وتالیفات:

۱ــــ مسئلۂ تقلید اور جماعت اسلامی

مفتی صاحب موصوف نے اپنی اس کتاب میں وضاحت کے ساتھ بتلایا ہے کہ اسلام میں تقلید کی کس قدر اہمیت ہے اور اس کا مفہوم کیا ہے۔ نیز یہ کہ تقلید کے بارے میں جماعت اسلامی کا نظریہ علماء حق کے عقیدہ سے کس درجہ مطابقت رکھتا ہے اس کو بھی واضح کر دیا۔ تالیف گو مختصر ہے مگر قابل مطالعہ ہے۔ اس کے صفحات بتیس ۳۲ ہیں۔

۲ ـــــ حواشی بہشتی گوہر

بہشتی گوہر مختلف ناشروں کے یہاں سے طبع ہوا اور ہر ناشر نے کچھ نہ کچھ کمی زیادتی کی۔ اس پر حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ سے درخواست کی گئی کہ آپ اس پر نظر ثانی فرمالیں تاکہ معتبر و معتمد ہو جائے۔ حضرت نے عدم فرصت اور تنگیٔ وقت کا عذر فرما کر لکھا کہ:

"مظاہر علوم کے علماء میں سے کسی سے نظر ثانی کرالو"

چنانچہ مولانا الحاج قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم اور مولانا الحاج مفتی محمود الحسن صاحب زادمجدہٗ نے نہایت جانفشانی سے ان مسائل کی تحقیق فقہ کی معتبر و مستند کتابوں سے کر کے مسائل کی اس طرح تصحیح فرمائی کہ اصل عبارت کو باقی رکھ کر حاشیہ پر اس کی تصحیح کردی۔

۳ ـــــ مسئلہ تنقید اور جماعت اسلامی

تنقید کے متعلق مودودی صاحب کا نظریہ اور اس سے پیدا شدہ مفاسد کا اس میں تفصیلی تذکرہ کردیا گیا اور ہر کس و ناکس کو ناقد بنا دینے کے جو نقصانات ہیں ان کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ ماہنامہ نظام کانپور میں یہ مضمون متعدد قسطوں میں شائع ہوا۔

۴ ـــــ گلدستۂ سلام

نومبر ۱۹۷۶ء میں میڈیکل ہسپتال کلکتہ میں حضرت مفتی صاحب زادمجدہٗ آنکھ کے آپریشن کی غرض سے داخل ہوئے۔ وہاں کے زمانۂ قیام میں گلدستۂ سلام کے نام سے ایک نعتیہ قصیدہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا۔ اس قصیدہ میں آپؐ کے معجزات، اوصاف، کمالات کا بھرپور تذکرہ ہے۔ یہ فارسی زبان میں کہا گیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے مسترشد خاص مولانا محمد فاروق صاحب

استاذ دار العلوم میرٹھ نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے اور ان تمام آیات و احادیث اور معجزات، اوصاف و خصائص کی تشریح کردی جن کا اشعار میں اختصار کے ساتھ تذکرہ ہے۔ یہ قصیدہ عشق و محبت اور درد و سوز کا ایک بیش قیمت اور بیش بہا مجموعہ ہے۔ کتاب کے صفحات ۲۱۶ ہیں۔ ۱۳۹۸ھ میں اس کتاب کا پہلا ایڈیشن مکتبہ محمودیہ جامع مسجد میرٹھ سے شائع ہوا۔

۵ ـــــ نغمۂ توحید

اس کتاب میں بتلایا گیا ہے کہ عالم کا ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور قدرت پر دلالت کرتا ہے اور ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کے جلال و کمال کا مظہر ہے۔ اصل کتاب فارسی میں ہے اس کا اردو ترجمہ سلیس اور آسان زبان میں کردیا گیا۔ اس کے صفحات ۴۸ ہیں۔

۶ ـــــ وصفِ شیخ

اس کتاب میں حضرت اقدس قطب العالم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے اوصاف عالیہ، کمالات، دینی خدمات اور عشق رسالتمآب کا تذکرہ عجیب جذب و شوق اور وارفتگی کے انداز میں کیا گیا ہے۔ یہ کتاب منظوم فارسی میں ہے، تراسی ۸۳ اشعار پر مشتمل اوصاف کی تشریح و توضیح اور ان کی تاریخ مولانا محمد فاروق صاحب میرٹھی استاذ دار العلوم میرٹھ نے ۳۸۴ صفحات پر کی ہے۔ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ میں یہ پہلی مرتبہ مکتبہ محمودیہ جامع مسجد میرٹھ سے شائع ہوئی۔

۷ ـــــ اسبابِ غضب حدیث کی روشنی میں

اس کتاب میں ان اعمال و اسباب کو بیان کیا گیا ہے جن کے کرنے پر انسان اللہ جل شانہٗ کے غضب اور اس کی پکڑ کا مستحق ہوجاتا ہے۔ اس موضوع پر اس

کتاب میں ۱۴۵ احادیث لکھ کر ان کی توضیح و تشریح کردی گئی ہے۔ توضیح و تشریح مولانا محمد فاروق صاحب استاذ دار العلوم جامع مسجد میرٹھ نے کی ہے۔ اس کے صفحات ۱۴۴ ہیں۔

۸ ــــ حقوق مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس امتِ مرحومہ پر لاتعدّ ولاتُحصٰی احسانات ہیں۔ امت کسی بھی احسان کا حق ادا نہیں کرسکتی۔ اس کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ مولانا محمد فاروق صاحب موصوف نے ۱۴۰۳ھ میں اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ اس کے صفحات ۲۴۰ ہیں۔
دیوبند سے یہ کتاب شائع ہوچکی۔

حضرت مولانا منور حسین صاحب زیدمجدہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغزِ استخواں سوزد
در کوئے نیک نامی مارا گزر ندادند
گر تو نمی پسندی تغیر کن قضا را
گفتگو آئینِ درویشی نبود ٭ ورنہ با تو ماجراہا داشتیم

پیارے مخدوم و مکرم مولانا یوسف متالا زیدت معالیکم!
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔
تقاضہ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ سخت ندامت ہوئی۔ مولانا امام الدین صاحب کے لفافہ میں ایفائے عہد کا وعدہ لکھ چکا تھا۔

نبوّت وولایت

محترم! نبوت کی لائن بیان واظہار کی لائن ہے۔ اور ولایت کی لائن اخفاء واستتار کی لائن ہے۔

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْكَ [1] ____ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ [2] ____
بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَةً [3] (الحدیث) وغیرہ نصوص نبوّت کی لائن میں وارد ہیں۔
اور اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ... فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْئَلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا [4] (القرآن) ____ اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا [5] (الحدیث) حضرت ابوہریرہؓ کا ارشاد
" میں نے دو برتن علم کے حاصل کئے، ایک کو پھیلادیا دوسرے کو اگر پھیلاؤں تو میری گردن کاٹ دی جائے [6]" وغیرہ نصوص سلوک و ولایت کی لائن کی ہیں۔
آخر کوئی بات تو تھی کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ کو خرقۂ نبوت لیکر

---

[1] (اے نبی!) پہنچا دیجئے جو کچھ ہم نے آپ پر نازل کیا۔ (مائدہ پ۶)
[2] اور جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر (شیخ الہندؒ۔ والضحیٰ پ۳۰)
[3] رواہ البخاری کما فی المشکوٰۃ ص ۲۲۔ ۱۲ لدھیانوی
[4] تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ ---- پھر اگر میرے ساتھ رہتا ہے تو مت پوچھیو مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے اس کا ذکر (شیخ الہندؒ۔ کہف پ۱۵)
[5] قال الشیخ فی حاشیۃ الکوکب (ص ۳۲۵ ج ۲): ثم بسط (ای علی القاری) الکلام علی الحدیث وقال رواہ الحاکم وقال صحیح وتعقبہ الذہبی وقال بل موضوع، وحکی عن الحافظ العسقلانی انہ حسن، لا صحیح کما قال الحاکم ولا موضوع کما قال ابن الجوزی۔
قلت وکذا بسط الکلام علی الحدیث الامتنی والسیوطی فی التعقبات وغیرہما
____ (لدھیانوی)
[6] رواہ البخاری فی کتاب العلم، باب حفظ العلم ص ۲۲ ج ۱۔ ۱۲ لدھیانوی

حضرت اویس قرنیؒ کے پاس جانے کی اور امت کی مغفرت کی دُعا کرانے کی ہدایت دربارِ نبوت سے ملی تھی۔
اکابر اولیاء اللہ سے کتمانِ اسرار کی ہدایت پُرزور چلی آتی ہے۔ "خاموش باش اسرارِ حق را مکن فاش"[1] مشہور مقولہ ہے۔ غالباً حضرت مجدد الف ثانیؒ سے تقریباً یہ جملے چلے آتے ہیں:
" ہر طالب علم کہ نزد استاد خود چون وچرا نکند وہر مریدیکہ نزد مرشد خود چوں وچرا بکند ہر دو را بہ چراگاہ باید فرستاد"[2]

حضرت شیخؒ کا مقام؟

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کیا تھے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اور ان کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا پھر قریبی زمانہ کے اکابر مشائخ کے اقوال و تأثرات سے روشنی حاصل ہوسکتی ہے۔
حضرتؒ کی "آپ بیتی" ساتوں جلدوں کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا کہ حضرت شیخ قدس اللہ سرہٗ کیا تھے؟!
حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ سے خطاب کرکے فرمایا:

---

[1] " خاموشی اختیار کر اسرارِ حق کھلتے جائیں گے"۔ قلتِ مقال کا یہی راز ہے۔ ن
[2] ہر طالب علم جو استاد کے پاس پوچھ پاچھ نہ کرتا ہو اور ہر وہ مرید جو اپنے شیخ کے پاس بیٹھ کر پوچھ پاچھ کرتا ہو دونوں اس چراگاہ (اپنے اپنے مکتب) سے خالی (محروم) ہاتھ اٹھے۔

"آپ تو توکل کی حقیقت کو پہونچ چکے ہیں"۔

کسی نے خواب دیکھا کہ حضرت شیخ رحمۃ اللہ آگ کے انگاروں پر چہار زانوں اس طرح بیٹھے ہوئے ہیں کہ دونوں زانوں پر سونے کی دو دو اینٹیں سرخ سرخ رکھی ہوئی ہیں اسی طرح سے دونوں بازوؤں پر بھی ہیں اور غالباً سر پر سرخ تاج ہے اور یہ سب چیزیں آگ سے بہت ہی تپی ہوئی سرخ ہورہی ہیں۔

حضرت رائے پوری ثانی نے فرمایا:

"شیخ الحدیث عشق کی آگ کی بھٹی میں چاروں ستون کو لیکر مگن ہیں"۔

یا اسی طرح کچھ فرمایا۔ حضرت رائے پوری ثانیؒ نے فرمایا تھا کہ:

"ان کی گہرائی اتنی ہے کہ کچھ پتہ نہیں چلتا"۔

ایک مرتبہ حضرت رائے پوری ثانیؒ نے خود خواب دیکھا اور تعبیر دی کہ:

"یہ (یعنی حضرت شیخؒ) کبھی مجھ سے آگے بڑھ جائیں گے"۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے خود ہی خواب دیکھا اور تخلیہ میں اس ناکارہ سے فرمایا کہ:

"دو فرشتے آئے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ ان کا کوئی گناہ رجسٹر میں ہے تو دوسرے نے جواب دیا "کوئی گناہ نہیں ہے"۔

اس ناکارہ نے عرض کیا: "اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّئَاتِہِمْ حَسَنَاتٍ ۵"۔ تو سرد آہ کھینچکر فرمایا کہ:

"یہ ناکارہ کہاں اس قابل ہے"۔

---

۵ یہی وہ لوگ ہیں جن کے سیئات کو اللہ حسنات میں بدل دیتا ہے۔

٭ ٭ ٭

مقام قطبیت

جب حضرت شیخؒ کو قطبیت کی بشارت ہوئی تو اسی زمانہ میں سفر حجاز کے لئے مرکز تبلیغ میں تذکرہ آیا یعنی بعض مشیر کار کی رائے ہوئی کہ اکابر تبلیغ تو حجاز مقدس تشریف لے جائیں مگر حضرت شیخ الحدیث صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو ہندوستان میں چھوڑ دیں تاکہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ ہماری سرپرستی فرماتے رہیں۔ مگر حضرت امیر جماعت حضرت جی موجودہ مدظلہ اور اکثر مشیر کار نے سفر حجاز مقدس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بھی تجویز فرمادیا۔

وہ حضرات دہلی سے حضرت کی خدمت میں آئے اور سفر حجاز کے لئے پیش کش اور درخواست کی۔ مگر حضرت اقدسؒ کو معلوم نہیں کس طرح سے ادراک ہوگیا کہ حضرت نے سفر سے انکار فرمادیا اور یہ فرمایا کہ:

"تم لوگوں نے میرے لئے ہندوستان رہنے کی تجویز کرلی ہے"۔

حالانکہ مرکز میں یہ مشورہ بہت رازداری میں ہوا تھا۔ یہ ناکارہ اس زمانہ میں سہارنپور ہی میں تھا۔

پھر اکابر تبلیغ دوبارہ عزم کرکے سہارنپور آئے جبکہ روانگی کا وقت قریب آگیا تھا۔ ان حضرات نے اس ناکارہ سے بھی اپنے عزم کا اظہار فرمایا۔ مگر حضرت اقدس نے انکار فرمادیا اور وہی جملہ دہرادیا۔

بعض اکابر تبلیغ نے مجھ سے انکار کا ذکر کیا۔ میں نے عرض کیا کہ اچھی طرح سے درخواست کریں اور یہ شعر پڑھا ؎

ہر کہ شد آں کند کہ او گوید   حیف باشد کہ جز رضا گوید

اکابر دوسری شب بھی ٹھہر گئے کہ راضی کرلیں، مگر کامیابی نہیں۔ بہت ہی حسرت کے ساتھ رونے کی صورت میں واپس دہلی چلے گئے۔

انہی ایام میں حضرتؒ نے اس ناکارہ سے تخلیہ میں فرمایا، غالباً کوئی ایک خادم تھا:

"قطب از جانمی جنبد"[1] سفر کیسے ہوسکتا ہے"۔

میں نے چپکے سے عرض کیا "رخصت لیکر"۔ بس حضرت خاموش ہوگئے۔

پیارے! اس قسم کی باتیں کہاں تک لکھوں یا لکھواؤں۔ یہ باتیں تو بیٹھ کر ہفتوں میں سننے سنانے کی ہیں۔ اس قسم کی باتوں کی آمد تحریر کے وقت نہیں ہوتی۔

سفر حجاز کے بارہ میں اختلاف رائے

اچھا تو سنئے! وہ حضرات اکابر تو دہلی تشریف لے گئے، حضرتؒ نے ناکارہ سے فرمایا:

"منور! تیری کیا رائے ہے؟"

میں نے عرض کیا تشریف لے جائیں۔ پھر خاموش ہوگئے۔ پھر ایک دن فرمایا:

"تیری کیا رائے ہے؟"

میں نے پھر وہی عرض کیا "تشریف لے جائیں"۔ تو فرمایا:

"اب کیا جاؤں گا، وہ لوگ تو روانہ ہو رہے ہیں"۔

جب اکابرِ تبلیغ بمبئی کیلئے روانہ ہوگئے تو پھر دریافت فرمایا:

"اب تیری کیا رائے ہے؟"

میں نے عرض کیا "تشریف لے جائیں"۔ پھر حاجی دوست محمد صاحب بمبئی سے سہارنپور آئے حضرت کو لے جانیکے لئے مگر حضرت اقدس نے انکار فرمادیا۔

[1] ترجمہ: قطب کسی جگہ سے (اپنی مرضی سے) حرکت نہیں کرتا۔

حاجی صاحب موصوف کے واپس ہو جانے کے بعد پھر دریافت فرمایا:

"بول منور! تیری کیا رائے ہے؟"

میں نے عرض کیا "میری والہانہ درخواست ہے کہ حضرت ضرور تشریف لیجائیں"

حضرت نے فرمایا:

"پہلے تم نے ایسا نہیں کہا ورنہ چلا ہی جاتا"۔

اس وقت حضرت حکیم ایوب صاحب مدظلہ موجود تھے۔ بس مجھے تکتے ہی رہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ:

"ان لوگوں سے میں نے کہہ دیا ہے کہ تمہارے سفر حجاز کے لئے روانہ ہوتے کے بعد تمہارے پیچھے نظام الدین جاؤں گا"۔ تو اب تم (یعنی یہ ناکارہ) ہمارے ساتھ نظام الدین چلنا"۔

حضرت نظام الدین تشریف فرما ہوئے۔ دوسرے دن صبح کو فرمایا:

منور! مزار پر جانا ہے، ساتھ رہنا"۔

حضرتؒ دیر تک مراقب رہے، اور یہ بندہ اور دیگر احباب بھی حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا الیاس کے مزارات پر مراقب ہوئے۔ اس ناکارہ کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی، اٹھ کر چلا آیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت بھی تشریف لے آئے، فرمایا:

"کوئی تاثر ہے"۔

میں نے عرض کیا نہیں۔ تو فرمایا:

"کل صبح کو پھر چلنا"۔

تیسرے دن صبح کو پھر حسب دستور حضرت مراقب ہوئے، اور ہم خدام بھی۔ مولانا عبدالرحیم صاحب متالا بھی تھے۔ اس وقت وہی کاتب خاص تھے۔ کچھ

دیر کے بعد اس ناکارہ کی سمجھ میں کوئی بات آئی جو حضرت کے فیضان کے ذریعہ آئی تو خوش ہو کر جلدی اُٹھ گیا۔ حضرتؒ بھی حجرہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ:

"کوئی تاثر ہے؟"

میں نے عرض کیا کہ "جی ہاں"۔ بس کیا تھا سب کو کمرہ سے نکلنے کا حکم ہوا اور بندہ سے فرمایا کہ "اندر سے زنجیر لگا دو"۔ تعمیل حکم کیا۔ فرمایا:

"کیا تاثر ہے؟"

ناکارہ نے دبی زبان سے عرض کیا کہ:

"اب کی بار سفر فرما لیتے تو پہلے جو نعمت ملی ہے اس سے بڑھ کر نعمت ملتی"۔ مجھے یہی تاثر ہوا ہے"۔

بس کیا تھا حضرت کا کھانا غالباً چار پانچ یا چھ وقت موقوف ہو گیا۔ سب لوگ اصرار کرتے رہے مگر یہ فرمایا کہ "قطعی خواہش نہیں"۔ بس چائے مشکل سے پیتے رہے۔ مجھے بھی قلق رہا کہ میری زبان سے کیا غیر اختیاری طور پر نکل گیا کہ حضرتؒ نے کھانا ہی چھوڑ دیا۔ پھر مجھے باصرار حکم ہوا کہ:

"تو کٹیہار چلا جا بخاری کے درس کا نقصان ہو رہا ہے"۔

میں کٹیہار واپس ہو گیا۔ ہفتہ عشرہ کے بعد گرامی نامہ موصول ہوا۔ ارقام فرمایا تھا:

"تم کٹیہار چلے گئے تو میں بھی سہارنپور آگیا، گنگوہ زیارت کا خیال ہوا"۔

منامی بشارت

ایک صاحب نے خواب بیان کیا کہ ایک مجلس ہے جس میں حضرت شیخؒ ہیں۔ اور حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوری ثانیؒ وغیرہ اکابر موجود ہیں۔ تو حضرت مدنیؒ مسکرا کر حضرت شیخ سے فرما رہے ہیں: "اب تو آپ کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے"۔

حضرتؒ نے لکھا کہ:

"میں نے اس کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ اکابر کے وصال سے واقعی ذمہ داری بڑھ گئی ہے کہ ان کے متوسلین کی تعلیم و تربیت کا خیال کرنا پڑ رہا ہے"۔

پھر یہ تحریر کیا کہ:

"گنگوہ حاضر ہو کر حضرت قطب صاحبؒ کے مزار پر حاضر ہونے لگا تو یہ آواز آنے لگی:

بچے کہاں جاؤ ہو، یہیں پڑے رہو۔

یہ آواز بار بار بیٹھنے سے بھی آتی رہی اور بیٹھنے کے بعد بھی بار بار آتی رہی جب تک وہاں رہا، یہ نہیں کہہ سکتا کہ کان سے آواز آرہی تھی یا دل میں آواز ہو رہی تھی۔ تم بتلاؤ کیا بات تھی؟"

میں نے جواباً عرض کیا کہ یہ تو میرے تاثرات کی تصدیق ہے۔ جناب کو اللہ تعالیٰ نے مقام قطبیت سے نوازا ہے۔ مزید نعمتوں سے انشاء اللہ سرفراز فرمائیں گے۔ جواب موصول ہوا:

"تمہاری ترجمانی اب تو مولانا علی میاں صاحب کر رہے ہیں۔ ان کا اصرار ہے کہ ان کے ساتھ حجاز کا سفر کروں۔ تمہاری تو مشغولی ہے ورنہ لکھتا کہ فلاں تاریخ تک سہارنپور آجاؤ"۔

یہ ناکارہ حاضر خدمت ہوا۔

ولولہ انگیز سفر کی تیاری

تقریباً دو ہفتہ کے بعد حجاز کی تیاری شروع ہوئی جبکہ اکابر مرکز تبلیغ نظام الدین سفر حجاز سے واپس ہوئے۔ واپسی کے تقریباً تیسرے دن حضرت نے عام حکم

فرما دیا کہ ظہر بعد سے کسی کو اندر آنے کی اجازت نہیں ہے۔ مجھ سے حاجی ابوالحسن صاحب نے کان میں کہا کہ تجھے اجازت ہے۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور اندر دونوں چبوتروں پر سامان بکھیر دیئے گئے۔ کون کون سا سامان ساتھ جائے گا اور کون کون سا یہاں رہے گا یا کہ فلاں کو دیا جائے گا۔ غرضیکہ مغرب بعد تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ بس حضرتؒ، حاجی ابوالحسن صاحب اور بندہ اور غالباً حافظ صدیق تھے اور بس۔

کہاں تک لکھوں۔ یہ منظر دیکھنے سے تعلق رکھتا تھا۔ نہ لکھنے سے اور نہ سُنانے سے اس کا تعلق ہے۔

مغرب سے تقریباً پون گھنٹہ بعد اکابر نظام الدین حضرت جی مولٰنا انعام الحسن صاحب مدظلہٗ، مولانا عمر صاحب مدظلہ، مولانا ہارون صاحب مرحوم نے اندر آنے کے لئے دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹائی۔ دروازہ اندر سے بند تھا حضرتؒ نے سُنی اَن سُنی کر دی۔ حاجی ابوالحسن صاحب نے دبی زبان سے کہا حضرت جی وغیرہ نظام الدین سے آئے ہوئے ہیں۔ حضرتؒ نے توجہ نہیں فرمائی۔ سامان درست کراتے رہے۔ بار بار زنجیر کھٹکھٹاتے پر فرمایا "کون ہے؟" حاجی ابوالحسن صاحب نے کہا کہ دہلی کے حضرات معلوم ہوتے ہیں۔ تو قدرے تأمل کے بعد فرمایا "دیکھو کون ہے؟" حاجی ابوالحسن صاحب نے دروازہ کھول دیا۔ اکابر اندر آئے۔ سلام کیا۔ مگر حضرتؒ متوجہ نہیں ہوئے۔ سامان درست کراتے رہے۔ قدرے تأمل کے فرمایا:

"منوّر یہاں ہو؟"

میں نے عرض کیا جی حاضر ہوں۔ تو حضرت نے فرمایا:

"کیا میں حجاز جا رہا ہوں یا نہیں؟"

میں نے عرض کیا "تشریف لے جا رہے ہیں"۔ غالباً قدرے تأمل کے بعد تین دفعہ مجھ سے فرمایا:

"منور تم ہو! کیا میں حجاز جا رہا ہوں یا نہیں؟"

میں نے عرض کیا "تشریف لے جا رہے ہیں"۔ قربان جاؤں اس ادا پر۔

پھر مولوی ہارون مرحوم سے فرمایا:

"کیا ہارون مَیں حجاز جا رہاں ہوں یا نہیں، اگرچہ تم لوگ نہیں لے گئے"۔

مولوی ہارون مرحوم تو میری طرف بالکل خاموش جُھک گئے کاٹو تو لہو نہ نکلے۔

پھر مولانا محمد عمر صاحب سے فرمایا:

"کیا مولوی عمر تم لوگ مجھے حجاز نہیں لے گئے تو جا رہا ہوں یا نہیں؟"

تو موصوف بالکل سکتہ میں رہے کچھ جواب نہیں دیا۔

پھر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب سے فرمایا:

"کیا مولوی انعام تم لوگ مجھ کو حجاز نہیں لے گئے تو جا رہا ہوں کہ نہیں؟"

تو حضرت جی مدظلہٗ نے آبدیدہ ہو کر بڑی سنجیدگی سے فرمایا:

"اب تو حضرت یہی کہا جائے گا کہ مقدر میں نہیں تھا"۔

تب حضرتؒ نے بڑی خندہ پیشانی سے سلام کا جواب عنایت فرمایا اور فرمایا کہ

"اچھا مولوی انعام الحسن صاحب ہیں مولوی عمر ہیں مولوی ہارون ہیں!"

پھر ملاطفت فرمائی۔ مزاج پُرسی کی اور خاطر و مدارات کروائی اور احوال سفر معلوم فرماتے رہے۔

حضرت کا تصرّف

پیارے! اس قسم کے واقعات میرے مشاہدے کے بہت ہیں مگر لکھنے سے قاصر ہوں۔

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

جب یہ ناکارہ درس حدیث کے لئے مظاہر بلایا گیا تھا تو اخیر سال میں سخت بیمار ہوگیا، آپ بھی اس سال مشکوٰۃ شریف پڑھتے تھے ۔ بیماری میں میری عجیب کیفیت ہوگئی تھی ۔ مولانا عبدالرحیم صاحب متالا سے حضرتؒ کو کہلا بھیجا حضرتؒ نے فرمایا :

"اری جا چلی جا"۔

بس میری وہ قبض کی کیفیت جاتی رہی ۔

قساوت دُور ہونا

ایک مرتبہ بہت پہلے میں نے حضرت سے عشاء کے قریب اپنی قلبی قساوت کی شکایت کی تو فرمایا

"اچھا"

بس حضرتؒ کے کمرہ سے اترتے ہوئے یہ شکایت کی اور زینہ سے اترنے بھی نہ پایا تھا کہ رونا شروع ہوگیا، کھانا بھی رات کو نہیں کھایا ۔ رات بھر دن بھر روتا ہی رہا ۔ مغرب بعد جب حاضری ہوئی، میں نے عرض کیا کہ حضرت کل رات سے اب تک میری یہ حالت رہی ہے کہ روتا ہی رہا ہوں ۔ تو فرمایا :

"اچھا چلا جائے گا"۔

چنانچہ فوراً سکون ہوگیا ۔

کاش ! میں حضرت سے ذکر نہ کرتا تو کچھ اور ہی ہوجاتا ۔ مگر میری بدقسمتی !

آخری دور میں جبکہ حضرتؒ کی طرف باضابطہ رجوع کیا ــــ اس لئے کہ بندہ حضرت مدنیؒ سے بیعت تھا ــــ تو حضرت سے عرض کیا کہ ایک توجہ مزید سابق کی طرح فرمادی جائے، تو فرمایا :

"بس وہی کافی ہے"۔

اب سر پیٹنے سے کیا ہوتا ہے ۔ چڑیاں چُگ گئیں کھیت !

حافظ مقبول احمد دہلی کے قطب ہیں

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرتؒ کی موجودگی میں حضرتؒ کے ایماء سے جناب حافظ مقبول احمد صاحب مرحوم دہلوی سے تقریباً تین گھنٹہ تک لڑتا رہا اور حضرتؒ نے مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری مولانا سجاد صاحب جونپوری کو میرے قریب بٹھلا دیا اور یہ بھی فرمادیا کہ :

"حافظ صاحب دہلی کے قطب اور ملک کے صاحب خدمت ہیں"۔

میں تو تفصیل سے لکھوں گا نہیں ۔ آخر حافظ مقبول صاحب بڑی بحثا بحثی کے بعد مان گئے اور خاموش ہوگئے ۔

پھر وہی کچھ ہوا جو کچھ ہونا تھا ۔ آگے زبان وقلم بند ـــــ موجودین حضرات اور مولانا محمد صاحب کاندھلوی سے تفصیل معلوم کرسکتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور آپ کو بھی ۔ آپ نے کس کام کے لئے مجھے لکھا ہے، اور کیوں چھیڑا ہے ؟ اگر ایسا ہی شوق ہے تو دوبدو باتیں کرلیں اور سُن لیں ۔ تحریر کے لئے مجبور نہ کریں ۔ سلوک کے قانون مزاحم ہیں ۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے ۔ استغفراللہ ! استغفراللہ !

یہ چند باتیں بطور نمونہ لکھ دی ہیں ۔ آپ کی تحریر وسوالات کی بناء پر آپ کے معلومات کے لئے اشاعت کے لئے نہیں ۔

میں نے تو اخفاء حال کے لئے قلم اٹھایا تھا مگر کہیں سے کہیں پہنچ گیا ہاں تو بات رہ گئی ۔

وہ بہترین نعمت جو حضرتؒ کو سفر حجاز اور قیام مدینہ پاک میں ملی حضرتؒ نے تو مجھ سے بیان نہیں فرمایا، میں منتظر ہی رہا ۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ

محترم صوفی اقبال صاحب کی تصنیف سے معلوم ہوا کہ وہ نعمتِ عظمیٰ قطب الاقطاب کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ واللہ اعلم و علمہ اتم۔

اعتذار

آپ کے تقاضہ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ ندامت ہے۔ معذرت خواہ ہوں۔

پیارے! مشاغل بہت بڑھ گئے ہیں۔ صحت کمزور ہے اور عمر کا تقاضہ، مگر کیا کیا جائے کہ بروقت چار چار مدرسین بعض وجوہ سے غیر حاضر ہیں۔ ان کے اسباق کا بعض حصّہ بھی احقر کے ذمہ ہے۔ غرضیکہ تعلیمی مشغولی، ڈاک کا انبار، تبلیغی اجتماعات کے مختلف اسفار، احباب کی آمد و رفت، انتظامی اُمور کی مشغولی بھی رہتی ہے۔ ان وجوہ سے مراسلہ بھیجنے میں کافی تاخیر ہوئی معاف فرمائیں۔ جلدی میں کچھ اجزاء مرتب کرکے بھیج رہا ہوں۔

بیا حاجی رہا کن شرمساری ؎ زصاف و دُرد پیش آر ہر چہ داری

تعمیل حکم میں جلدی کر رہا ہوں۔ آپ کی مسجد کی اجازت اور تکمیل کے لئے دل سے دُعا کرتا ہوں۔ خدا کرے جلد دکھلائے کہ دار العلوم ہولکمیری کی جامع مسجد میں کوئی رمضان اعتکاف کے ساتھ گزرے۔ آمین

ہمارے کرمفرما جناب ہیڈ ماسٹر اکمل یزدانی صاحب دیدار بخش ہائی اسکول بیرنگر بھریا ڈاک خانہ بیرنگر وایا چوپڑا رام نگر ضلع پورنیہ۔ بہار۔ انڈیا۔ نے مختلف مضامین پُر از معلومات حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق مرتب فرمائے ہیں۔ اور بعض مضامین کو الفرقان لکھنؤ اور اخبار الجمعیۃ ویکلی دہلی بھی بھیجدیے ہیں۔ جن کو آپ ملاحظہ ان رسالوں اور اخبارات کے ذریعہ کر سکتے ہیں۔ مزید مضامین ادا بھی مرتب

کئے ہوئے ہیں۔ اور حضرتؒ کے خاص متوسلین اور اعتکاف کے شرکاء رہے ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اُن سے بھی مضامین طلب کر سکتے ہیں۔

فقط والسلام

مکمل نام و پتہ

میرا نام منور حسین ابن شیخ منیر الدین مرحوم ہے، بعض بزرگوں نے میرا نام منور علی اور منور ابراہیم بھی رکھا تھا۔ تاریخی نام "مغفور" ہے۔

گھر کا پتہ یہ ہے: محلہ رشید پور، موضع التا باڑی، ڈاکخانہ گانگی ہاٹ، تھانہ بہادر گنج، ضلع پورنیہ۔ بہار (انڈیا)

میں عرصہ سے خدمت درس پر دار العلوم لطیفی کیٹہار میں مامور ہیں۔

کیٹہار کا مختصر پتہ یہ ہے: اپنا کتب خانہ کیٹہار، ضلع کیٹہار، بہار، انڈیا۔

تاریخ پیدائش

غالباً ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء روز چہار شنبہ کی صبح کو ولادت ہوئی۔ ایسے وقت میں جبکہ سورج نکلنے والا تھا اور چاند غروب ہو رہا تھا۔ عربی سال ۱۳۲۶ھ ہے اور سنہ ہجری پر تاریخی نام "مغفور" رکھا گیا ہے۔ عربی ماہ وسط تھا مگر مہینہ یاد نہیں۔ یہ باتیں اپنے بزرگوں سے سنیں، صد سالہ جنتری سے عربی مہینہ معلوم کیا جا سکتا ہے۔

بچپن کی تعلیم و تربیت و اعلیٰ تعلیم

ابتدائی تعلیم گاؤں کے چند مکتبوں میں ہوئی۔ فارسی کی تعلیم مولوی عبد الرحمن دوانی مرحوم

سے سکندر نامہ وغیرہ تک حاصل کی ۔

پھر عربی کے لئے ضلع کے مشہور عربی مدرسہ " مدرسہ محمدیہ " میں داخل ہوا ۔ پہلے دو سالوں تک مولانا محمد زبیر صاحب مرحوم دربھنگوی فاضل دیوبند سے تعلیم حاصل کی ۔ پھر دو سال اسی مدرسہ میں مولانا عبدالواحد صاحب جونپوری مظاہری سے شرح جامی وغیرہ تک کی تعلیم حاصل کی ، اور مولانا موصوف ہی کی ہدایت پر ۷ ر شوال ۱۳۴۲ھ کو مظاہر العلوم تحصیل علم کے لئے پہنچا ۔

۱۳۵۰ھ میں دورہ حدیث تک کی تکمیل کی ۔ سہ ماہی امتحان میں ابو داؤد شریف میں ـــ حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کے یہاں ہوتی تھی ـــ اول نمبر حاصل کرنے پر حضرتؒ کی طرف سے " بذل المجہود " کامل ملی ۔ تقریباً چالیس ۴۰ شرکار تھے ۔ اور سالانہ امتحان میں دورہ حدیث میں اول نمبر حاصل کرنے پر حضرت اقدسؒ کی طرف سے " اوجز " جلد اول جو بر وقت چھپی تھی انعام میں ملی ۔ اور پورے مدرسہ میں اول آنے کی وجہ سے مدرسہ کی طرف سے پندرہ ۱۵ روپے نقد انعام میں ملے جن سے بندہ نے مکمل شامی خرید کی جو غالباً بارہ ۱۲ روپے میں ملی اور میں نے اس کو مجلد بھی کرالیا تھا ۔ مزید مدرسہ کی طرف سے انعام میں تقریباً چالیس روپے کی ملیں ۔

۱۳۵۱ھ میں فنون ، صدرا ، شمس بازغہ ، حمداللہ ، قاضی ، تصریح ، شرح چغمینی ، اقلیدس ، سبعہ شداد وغیرہ کتابیں پڑھیں ۔

تدریس کی ابتداء

اسی سال شوال میں مدرسہ خلیلیہ شاخ مظاہر علوم میں معین مدرس مقرر ہوا ۔

۱۳۵۲ھ اور ۱۳۵۳ھ میں بھی ابو داؤد میں سماعت کرتا رہا اور معین مدرسی کے کام کے ساتھ ساتھ تجوید بھی پڑھتا رہا ۔ پھر شاخ میں مستقل مدرس ہو گیا ۔

۱۳۵۶ھ کے شعبان تک پانچ سالوں میں کافیہ بحث فعل ، قدوری ، شرح تہذ...

وغیرہ تک پڑھاتا رہا ۔

۱۳۵۵ھ میں میرا پہلا نکاح ہو گیا تھا ۔ ۱۳۵۶ھ کے اخیر میں رمضان کے بعد ہمارے علاقہ میں ایک مدرسہ " مدرسہ نعمانیہ " بوا خالی نامی مقام میں قائم کیا تھا جس کے قیام میں اور دوستوں کے ساتھ میں بھی تھا ۔ اسی مدرسہ میں بندہ کو مدرس بنالیا گیا ۔

۵۷ھ سے ۵۸ھ تک اسی مدرسہ میں تعلیم دیتا رہا ۔ فارسی وغیرہ کے ساتھ ہدایہ ، نور الانوار وغیرہ کتابیں بھی پڑھائیں ۔

دار العلوم لطیفی میں تقرر

۲۸ ر ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ میں ایک بڑا خالص عربی مدرسہ " دار العلوم لطیفی " کے نام سے کٹیہار میں قائم ہوا ۔ اس کے بانی حضرت مولانا محمد عابد صاحب چندپوریؒ تھے ۔ وہ اس دیار کے بڑے بزرگ اور عالم تھے ۔ اور حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کے تربیت یافتہ تھے ۔ انہوں نے حضرت اقدس مہاجر مکیؒ سے مکہ معظمہ میں حزب البحر اور دلائل الخیرات وغیرہ کی اجازت بھی حاصل کی تھی ، انہوں نے تقریباً پچھتر ۷۵ سال کی عمر میں ایک خالص دینی عربی مدرسہ قائم کیا اور دو سال میں دورہ حدیث تک کی تعلیم ہونے لگی ۔ وہ قیام مدرسہ کے سترہ ۱۷ سال بعد انتقال فرما گئے ۔ رحمۃ اللہ علیہ ۔ الحمد للہ وہ سلسلہ اب تک قائم ہے ۔

مدرسہ کے قیام کے بعد انہوں نے مجھے اور مولانا عبد الرزاق صاحب کے پاس خط لکھا کہ تم لوگ تو مظاہر علوم کے فارغ ہو اور درس و تدریس کی خدمات انجام دیتے رہے ہو ہماری خواہش ہے کہ مزید علمی تجربہ و معلومات حاصل کرنے کے لئے باہر جاؤ اور ہمارے مدرسہ دار العلوم لطیفی کٹیہار میں دورہ حدیث ، فقہ و تفسیر کی تدریسی خدمات انجام دو ۔ ساتھ ہی ساتھ فتاویٰ وغیرہ کے کام

بھی انجام دیتے رہو۔

چنانچہ ہم دونوں نے ۱۳۵۹ھ کے اوائل میں سفر کیا۔ چند یوم بریلی رہا اور اکثر حصہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے درجۂ تخصیص میں گزارا، تاریخ ادب عربی وغیرہ کی کچھ کتابیں پڑھیں، جدید عربی کا مطالعہ کیا اور عربی مضامین وغیرہ لکھتے رہے۔

۱۳۵۹ھ کے شوال میں دونوں دارالعلوم (دیوبند) پہونچے۔ حضرت شیخ الاسلام شیخی ومرشدی مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ کے سامنے پوری تفصیل رکھی اور عرض کیا کہ:

"ہم لوگ درس وتدریس میں آٹھ نو سال گزار چکے ہیں۔ اب ہمارے علاقہ میں حضرت مولانا عابد صاحبؒ نے ایک بڑا عربی مدرسہ دورۂ حدیث تک کی تعلیم کے لئے قائم کیا ہے اور ہم لوگوں کو حضرت اقدس کی خدمت میں خصوصی طور پر بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھنے اور فتاویٰ کی مشق کرنے کے لئے بھیجا ہے۔"

چنانچہ حضرت اقدس قدس سرہٗ نے خصوصی توجہ فرمائی اور خصوصی طور پر اجازت دی کہ ہمارا داخلہ ان دو کتابوں میں خاص کر کر لیا جائے۔ اور فتاویٰ نویسی کے لئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے ہاں ظہر سے عصر تک کا وقت مقرر کرادیا۔

اسی سال سے فتاویٰ نویسی باضابطہ طور پر دارالعلوم دیوبند میں جاری ہوئی، اس سے پہلے یہ شعبہ نہیں تھا۔

علیٰ ھذا القیاس مظاہر علوم سہارنپور میں بھی فتاویٰ نویسی کا کام سب سے پہلے مفتی محمود صاحب گنگوہی اور مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری وغیرہ کے ذریعہ شروع کر دیا گیا تو بندہ بھی شریک تھا۔ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب صدر مدرس کامل پوریؒ مشق کراتے تھے۔ رسم المفتی وغیرہ کی بھی تعلیم ہوتی تھی۔

۱۳۶۰ھ کے شعبان کے آخر میں بخاری شریف ختم ہوئی اور روزہ کی حالت میں ہم لوگ وطن واپس لوٹے۔

پھر ۷؍شوال ۱۳۶۰ھ میں باضابطہ طور پر دارالعلوم لطیفی کٹیہار میں بحیثیت مدرس بحال کرلئے گئے اور اب تک اسی مدرسہ میں حدیث وفقہ وغیرہ کی تعلیم میں ہم دونوں مشغول ہیں۔ لگ بھگ بیالیس (۴۲) سال ہوگئے۔

مظاہر میں تدریس کے لئے آمد

اس بیچ میں مولانا امیر احمد صاحبؒ صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور کے انتقال کے بعد بندہ کو استاذ حدیث کی حیثیت سے ایک سال کے لئے مظاہر علوم بلالیا گیا تھا۔ اس عرصہ میں حدیث کی سات کتابیں بندہ کے زیر درس رہیں۔

نکاح واولاد

پہلے نکاح کے سات آٹھ سال بعد دوسرا نکاح ہوا۔ پہلی اہلیہ اور دوسری اہلیہ بھی گزر گئیں اور ساتھ ساتھ اولاد بھی۔ اللہ تعالیٰ بہت بہت مغفرت فرمائے۔ آمین

۱۹۴۸ء میں تیسرا نکاح ہوا۔ یہ اہلیہ باحیات ہیں۔ اولاد میں دو لڑکیاں اور دو لڑکے موجود ہیں۔ بڑی لڑکی مولوی انوار عالم سلمہٗ مظاہری سے منسوب ہے اور چھوٹی لڑکی مولوی ابوالہاشم سلمہٗ سے ہے۔

لڑکوں میں قاری حافظ سالم ایک مقامی عالیہ مدرسہ میں معلم ہیں اور مدرسہ حسینیہ فرقانیہ مسجد زکریا کے ناظم بھی۔ یہ مدرسہ بندہ کے دروازہ پر قائم ہے۔ سالم سلمہٗ صاحب اولاد ہیں۔ گھر اور کاشت کی نگرانی بھی کرتے ہیں۔

دوسرا لڑکا جو چھوٹا ہے یعنی حافظ محمد سلیمان سلمہٗ مظاہر علوم میں موقوف علیہ میں زیر تعلیم ہیں۔

٭ ٭ ٭

دینی خدمات

اوائل میں جمعیۃ العلماء کی خدمات دینیہ میں شریک رہا۔ ساتھ ہی امارت شرعیہ بہار کی خدمت بھی کرتا رہا ضلع جمعیۃ کا صدر بھی رہا اور امارت شرعیہ کا ممبر بھی۔

اب تو زیادہ تر تبلیغی خدمات سے واسطہ رہتا ہے گرچہ جمعیۃ علماء اور امارت شرعیہ سے بھی لگاؤ ہے۔

بیسیوں نئی مساجد کی بنیاد اس ناکارہ کے ذریعہ پڑیں۔ اور اکثر تکمیل کو پہونچیں، اور نمازیں باجماعت ہو رہی ہیں۔

اس ناکارہ کے ذریعہ بعض دینی مدارس کا قیام بھی عمل میں آیا ہے خاص کر کے دارالعلوم رحمانی ارریہ ضلع پورنیہ، دارالعلوم بہادر گنج ضلع پورنیہ اور مدرسہ حسینیہ فرقانیہ کا بانی اور سرپرست یہی ناکارہ ہے۔

دارالعلوم رحمانی زیرو مائل ارریہ میں الحمد للہ ایک شاندار مسجد "مسجد حسینیہ" پختہ تیار ہو چکی ہے۔ اس مدرسہ میں تقریباً ایک سو طلباء کو مدرسہ کی طرف سے کھانا دیا جا رہا ہے اور تقریباً ڈھائی سو طلباء زیر تعلیم ہیں۔ یہ درس نظامی کا مدرسہ ہے۔ الحمد للہ بڑے سلیقے سے تعلیم دی جا رہی ہے۔

دارالعلوم بہادر گنج میں تقریباً ستر لڑکوں کو مدرسہ کی طرف سے کھانا دیا جا رہا ہے۔ اس مدرسہ میں دو سو سے زیادہ طلباء زیر تعلیم ہیں۔ اس مدرسہ کا رقبہ تقریباً ۵-ایکڑ ہے جو کافی مالیت سے حاصل کیا گیا ہے۔ یہ مدرسہ بھی درس نظامی کا مدرسہ ہے اور اس میں تعلیم کے علاوہ تربیت پر بھی زور دیا جاتا ہے۔ اس مدرسہ کے احاطہ میں ایک طویل وعریض مسجد کی بنیاد رکھی گئی ہے، جو ۱۰۰ ہاتھ لمبی اور ۱۲۵ ہاتھ چوڑی تعمیر ہوگی جس کا نام "مسجد زکریا" رکھا گیا ہے۔

حضرت اقدس شیخ الحدیث رح نے اس مسجد کو "مسجد کبیر" سے تعبیر فرمایا ہے

اور تکمیل و آبادی کے لئے دعا فرمائی ہے۔

مدرسہ حسینیہ فرقانیہ" اس ناکارہ کی سرپرستی میں "مسجد زکریا" رشید پور النا باڑی میں قائم ہوا ہے۔ اس میں حفظ و تجوید کی تعلیم ہوتی ہے۔ پندرہ سولہ طلباء حفظ کر رہے ہیں جن کو مدرسہ کھانا دیتا ہے کل طلباء کی تعداد تقریباً ستر ہے۔

حضرت اقدس قدس سرہٗ العزیز نے خاص کر ان تینوں مدرسوں اور مسجد کی تکمیل و آبادی کے لئے خصوصی دعائیں دی ہیں اور ان تینوں مدرسوں کے قیام پر بہت بہت مسرت کا اظہار فرمایا ہے۔ اور مولانا شاہد سلمہٗ کے قلم سے لکھوا کر تحریر بھی ارسال فرمائی ہے۔

دارالعلوم رحمانی اور دارالعلوم بہادر گنج کے قیام کو چار سال ہو رہے ہیں، دارالعلوم رحمانی میں اس سال سالانہ جلسہ کے موقع پر سات حفاظ کی دستار بندی ہوئی اور دارالعلوم بہادر گنج میں سالانہ جلسہ کے موقع پر تین حفاظ کی، مدرسہ حسینیہ فرقانیہ مسجد زکریا رشید پور میں ایک حافظ ہو چکا ہے جس نے تراویح سنائی ہے، اور تین چار لڑکے حافظ ہونے ہی والے ہیں۔

ارریہ زیرو مائل میں "خانقاہ خلیلیہ" کے قیام کے لئے ایک صاحب نے زمین دی ہے اور عمارت کے لئے سامان مہیا ہو رہا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ جلد یہ تکمیل کو پہونچائے۔ آمین

علاقہ کی دینی صورت حال

ہمارا ضلع پورنیہ عہد مغلیہ میں بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے۔ یہ ایک سرحدی عسکری مرکز Frontier Militrey Province تھا۔ لگ بھگ اٹھارہ فوجدار Milary Governore نے اس پر حکومت کی، جن میں معین الدین سیف خاں پسر عمدۃ الملک عالمگیری امیر خاں میر میراں، صولت جنگ اور

شوکت جنگ کا عہد قابل ذکر ہے۔

معین الدین سیف خاں بڑا جری اور بہادر فوجدار تھا۔ اس کی عہد فوجداری سے قبل بنگال بہار اور نیپال کے بورڈر پر واقع یہ علاقہ مورنگیوں اور بھوٹانیوں کے حملے کا برابر شکار رہا۔ سیف خاں فوجدار پورنیہ نے ان کی یورش کا سد باب کیا اور مغل سرحد کو اُتر کی طرف تیس[۳۰] میل تک آگے بڑھالیا۔ اس نے کابل سے لیکر پوربی پچھمی، دکھنی ہندوستان سے مسلمانوں کو لا لا کر بسایا۔ اس لئے ملک کے بڑے بڑے شہروں اور ضلعوں کے نام پر یہاں کے بہت سے گاؤں آباد ہیں۔ مثلاً دلّی کے نام پر چند گاؤں ہیں، بلیا کے نام بھی کئی مواضعات ہیں۔ گجرات کے اجین مردا کے نام پر اجین مردا نامی بستیاں یہاں آباد ہیں۔ رام پور کے نام پر تو ماشاء اللہ بہت مواضعات ہیں۔ بریلی، گورکھپور، پٹنہ، بھاگلپور، اختیار پور، لودھنا، لودھن نامی گاؤں بھی یہاں ہیں کیا بعید ہے کہ لودھیانہ سے بھی لوگ یہاں آکر بسے ہوں۔ اسی طرح مرزاپور، فتح پور، داناپور، انارکلی کشن گنج بہادر گنج، سونتھا نامی بستیاں بھی آباد ہیں۔ کشن گنج دلّی میں بھی ہے اور یہاں بھی، بہادر گنج شاہ جہاں پور کے ایک محلہ کا نام ہے اور الہ آباد میں بھی اس نام کا مقام ہے۔ سہارنپور کے اطراف میں سنتھا نامی جگہ ہے۔

سنہ ۱۹۰۸ء میں انگریزوں نے مشرقی حلقہ کے جنوبی چند تھانوں کو کاٹ کر ضلع مالدہ بنا کر بنگال میں شامل کر دیا۔ پھر تقریباً چالیس سال بعد جب ملک آزاد ہوا تو کانگریس نے مشرقی چند تھانوں کو چھانٹ کر دیناجپور بنگال (انڈیا) میں شامل کر دیا۔ پھر پورنیہ کے ایک معقول حصہ کو کاٹ کر ضلع کیٹھار بنا دیا گیا۔ پھر سنا جاتا جاتا ہے کہ سہرسہ بیرپور کو مستقل ضلع بنا دیا جائے گا جس میں پورنیہ کے بہت سے حصوں کو چھانٹ کر شامل کر دیا جائے گا۔ حالانکہ اررریہ اور کشن گنج والوں کا پُرزور

اصرار رہا ہے کہ کشن گنج یا اررریہ کو ضلع بنا دیا جائے مگر گورنمنٹ ماننے کو تیار نہیں ہے کہ مسلم اکثریت کے دو ضلعے یا ایک ضلع بن جائے۔

بہرحال سابق مشرقی پورنیہ میں تقریباً بیس[۲۰] لاکھ سے اُوپر مسلمان آباد تھے اب دو تین دفعہ کی کانٹ چھانٹ کے بعد بھی پورنیہ ضلع میں تقریباً دس[۱۰] لاکھ مسلمان آباد ہیں۔

مسلمانوں کی دینی حالت

سابق ایام میں تو مسلمان بکثرت فارسی داں، دیندار، زمیندار، تعلقہ دار اچھی حیثیت میں تھے۔ ان میں دینداری تھی، اسلامی شعار کی پابندی اور لحاظ تھا۔

پھر انگریزوں کے عمل دخل میں دینداری گھٹتی گئی۔ جہالت بڑھتی گئی، تاآنکہ اب سے پچاس سال قبل معدودے چند عالم و حافظ تھے اور انگریزی داں برائے نام۔

سنہ ۱۳۴۵ھ میں جب یہ بندہ مظاہر علوم پہونچا تو پورنیہ کا میں اکیلا طالب علم تھا۔ اسی طرح دارالعلوم دیوبند میں بھی ایک پورنیہ کے مولوی زین الدین مرحوم مسکونہ بیرپور تھانہ بہادر گنج واحد طالب علم تھے۔ مگر اب الحمد للہ مظاہر علوم میں پورنیہ کے دو[۲] سو سے اوپر طلباء ہیں اور دارالعلوم دیوبند میں بھی ایک سو کے قریب پورنیوی طالب علم ہیں۔

اب تو یوپی یا بہار کا شاید ہی کوئی بڑا دینی مدرسہ ہے جہاں پورنیہ کے کم و بیش طلبا نہ پڑھتے ہوں۔ الحمد للہ ہزار سے اوپر، باقی ماندہ علماء و حفاظ ہو چکے ہیں، اور اکثر گاؤں میں عالم و حافظ پائے جاتے ہیں۔

ادھر دس بارہ برس سے تبلیغی کاموں کا زور ہے۔ بڑے بڑے تین کامیاب اجتماعات ہو چکے ہیں، جن سے عام مسلمانوں میں دینداری کا جذبہ پیدا ہوا ہے اور چار سو سے اوپر مدرسے چل رہے ہیں۔ مگر اکثر و بیشتر مدارس میں عالیہ کا

نصاب ہے ۔ ان مدارس کو گورنمنٹ پیسے دیا کرتی ہے مگر دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم بھی ہوتی ہے ۔

اس ضلع میں درس نظامی کے مدرسے معدودے چند ہیں ۔ پہلے تو پورے ضلع میں صرف دو تین ہی عربی مدرسے تھے جن میں عربی کی شرح جامی وغیرہ تک تعلیم ہوتی تھی ۔ مگر اب تو ماشاء اللہ مدرسوں کے جال بچھ گئے ہیں ۔

۱۳۵۸ھ میں عربی کا بڑا مدرسہ " دارالعلوم لطیفی " نام سے کیٹہار میں قائم ہوا جس میں دورۂ حدیث تک کی تعلیم کا سلسلہ چلا آرہا ہے ۔ اس مدرسہ کا فیض بہت پھیلا کہ ضلع پورنیہ میں سیکڑوں علماء وحفاظ تیار ہوگئے ۔ اور ہر سال اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے ۔ الحمدللہ علی ذالک ۔

مزید برآں علماء ، حفاظ قراء مدرسہ مظاہر علوم ، دارالعلوم دیوبند ، دلی ، لکھنؤ مرادآباد ، مئو ، میرٹھ وغیرہ سے تیار ہوکر قافلہ در قافلہ آرہے ہیں ۔ اور ان میں بہت سے ہمارے دارالعلوم کیٹہار کے پڑھے ہوئے ہوتے ہیں ۔

ابھی حال میں دارالعلوم رحمانی اررِیہ ، دارالعلوم بہادر گنج ، مدرسہ حُسینیہ مسجد زکریا ، رشید پور تین سال میں خاص اس ناکارہ کی نگرانی اور سرپرستی میں قائم ہوا ہے جو الحمدللہ سلیقہ سے چل رہا ہے ۔ جن کا ذکر پہلے آچکا ہے ۔

رُشد وہدایت

رشد وہدایت اور بیعت کے سلسلے میں آقائی ومولائی حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بار بار دورہ سے پورنیہ کو بہت بڑا دینی فائدہ پہنچا ۔ کافی لوگ شاگردی وبیعت میں داخل ہوئے ۔ اور ان کے ایک خلیفہ بھی مولانا ادریس صاحب ، ہمارے ضلع میں موجود ہیں ۔

پھر حضرت اقدس شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز کے بھی اس ضلع میں خلفاء ہیں ۔ مولانا امام الدین صاحب ہمارے دارالعلوم لطیفی کیٹہار کے مدرس حضرت

شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی ہیں ۔ اور اس ناکارہ کو بھی کہا جارہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ احباب کے حُسنِ ظن کو سچا کردکھائے ۔

اس ضلع میں حضرت مولانا اسعد مدنی مدظلہ العالی کا بھی برابر دورہ ہوتا رہتا ہے اور ایک سال کشن گنج پورنیہ میں قیام رمضان بھی فرمایا ۔ ماشاءاللہ مولانا موصوف کے چھ خلفاء ہمارے ضلع میں ہیں یعنی منشی زکریا صاحب ڈوریا ، پیشکار نعیم صاحب پورنیہ ، مولانا عبدالرشید صاحب بھجا گٹی ، مولانا جعفر صاحب کوئی ماری ، مولانا بشیر صاحب ڈومریا ، مولانا حکیم عبدالجبار خاں صاحب بیزگر ۔

نیز حضرت امیر شریعت بہار واڑیسہ حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کا بھی دورہ ہمارے ضلع میں رہتا ہے ۔ موصوف سے بہت احباب وابستہ ہیں ۔ اور یہاں صوفی جمیل صاحب دوہا اُن کے خلیفہ ہیں ۔

مقامی طور پر حضرت مولانا محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم لطیفی کیٹہار سے بھی جنوبی حلقہ کے بہت سے احباب منسلک ہیں ۔

ضلع پورنیہ کی زبان

پورنیہ ضلع کی عام زبان مجلسی ، علمی ، تحریری ، تقریری اُردو ہے اور رسم الخط بھی اردو ہے ۔

لیکن اس ضلع میں کچھ مقامی بولیاں Language بھی ہیں جو مقامی طور پر بولنے میں آتی ہیں مگر لکھی نہیں جاتیں ۔ اس ضلع کے مشرقی ومغربی حلقوں کی گھریلو بولیوں " ر Dilect میں کچھ امتیاز ہے ۔ مغربی آبادی میں میتھلی کا اثر گہرا ہے اور مشرقی حلقہ میں جو مقامی بولی بولی جاتی ہے اس پر فارسی ، عربی ، ہندی ، بنگلہ اور گجراتی زبانوں کا اثر ہے ۔

پورنیہ کے مشرقی خطے میں جو مسلمان آباد ہیں ان میں سے اکثر کو اس ضلع کے باہر سے لاکر بسایا گیا ہے اس لئے یہاں شیوخ ، سادات ، مغل ، پٹھان ،

مرزا، ملک وغیرہ برادری کے لوگ بھی ہیں۔ مومن یعنی انصاری برادری، راعین برادری اور دوسری برادریوں کے لوگ بھی اس ضلع میں ہیں مگر نسبتاً کم ہیں۔

حضرت شیخؒ سے ابتدائی ملاقات وزیارت

۷ شوال ۱۳۴۵ھ کو یہ ناکارہ دینی تعلیم کی غرض سے مظاہر علوم حاضر ہوا۔ اس وقت میری عمر تقریباً اٹھارہ ۱۸ سال تھی۔ داخلہ کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ مدینہ پاک میں تشریف فرما تھے اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے ساتھ "بذل المجہود" کی تکمیل میں لگے ہوئے تھے۔ ۴۶ھ کے اوائل میں جب مدینہ پاک سے تشریف لائے تو سب سے پہلی زیارت سہارنپور اسٹیشن پر میدان میں ہوئی جبکہ اجتماعی طور پر دعا کے لئے حضرات مدرسین و اکابر مظاہر علوم اور عام طلباء اور شہری جمع ہوئے تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ نے مدینہ پاک میں دستار خلافت و اجازت مرحمت فرماکر مدینہ پاک سے بھیجا تھا۔ اور شیخ الحدیثؒ کا لقب بھی عنایت فرمایا تھا۔ حضرت شیخؒ اس دستار کی پیچوں کو

حضرت شیخؒ سے بیعت و اصلاحی تعلق کی شکل

یہ ناکارہ جب تقریباً گیارہ سال کا تھا اور ابتدائی فارسی کی کتابیں پڑھتا تھا تو والد مرحوم نے حضرت شاہ یوسف کشمیریؒ سے بیعت تبرک کرادی تھی۔ شاہ صاحب موصوف نے والد کو ہدایت کی تھی کہ اس بچہ کو گائے کی دُم پکڑنے نہ دینا یعنی کھیتی کے کام کاج میں نہ لگانا بلکہ تعلیم دلوانا۔ اور مجھے ہدایت کی تھی کہ نماز پڑھتے رہنا، اور ہر وقت باوضو رہنا اور سبحان اللہ سبحان اللہ جتنا ہو پڑھتے رہنا۔ چنانچہ ان کی ہدایت پر یہ بندہ تینوں باتوں پر حتی الامکان عمل کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

میری فراغت سے پہلے ہی شاہ صاحبؒ وصال کرچکے تھے۔ جب میں غالباً مشکوٰۃ پڑھتا تھا تو خانقاہ تھانہ بھون سے "النور" پرچہ نکلتا تھا جس میں سالکین کے احوال ہوتے تھے۔ ان مضامین کو پڑھتے پڑھتے شوق پیدا ہوا۔ حضرت تھانویؒ سے خط وکتابت جاری کیا۔ حضرت تھانویؒ نے بیعت تو فرمایا نہیں البتہ اصلاحی تعلق کو منظور فرمالیا۔ حضرت مولانا اسعد اللہؒ سابق ناظم مظاہر علوم کے ساتھ کبھی کبھی تھانہ بھون خانقاہ حاضر ہوتا رہا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد حضرت تھانویؒ نے میری اصلاح اور خط وکتابت کا تعلق حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ صدر المدرسین مظاہر علوم سے قائم کرادیا کہ تم سے قریب ہیں مجھ سے بہتر اصلاح فرمائیں گے۔ حضرت استاذی مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ نے اس شرط پر خط وکتابت منظور فرمائی کہ میں بیعت نہیں کروں گا۔ یہ سلسلہ میرے قیام سہارنپور تک تو رہا، پھر جب سہارنپور کا رہنا چھوٹ گیا اور اپنے علاقہ کے مدرسہ نعمانیہ پوا خالی میں ملازم ہوگیا تو یہ سلسلہ بھی چھوٹ گیا۔

پھر تین سال کے بعد جب دار العلوم دیوبند حضرت شیخی و مولائی شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی خدمت میں دوبارہ بخاری، ترمذی پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تو حضرت شیخ الاسلامؒ سے باضابطہ بیعت ہوگیا۔

حضرتؒ نے اور تسبیحات کے ساتھ ذکر جہری بارہ تسبیح کی بھی تعلیم دی، اور فرمایا کہ:

"مردانہ وار اس کو کرتے رہنا۔"

یہاں دار العلوم لطیفی کٹیہار میں درس وتدریس کی خدمات میں اتنی مشغولی ہوئی کہ ذکر جہری کا جاری رہنا مشکل ہوگیا تو دوبارہ حضرت موصوف سے عرض کیا تو ذکر سرّی اسم ذات کی تعلیم دی۔ بتدریج پندرہ سولہ ہزار تک پہنچادیا

تھا تو رمضان ہیں بالشکنڈی آسام حاضر ہوا تو فرمایا اس کا کورس تو پچیس ہزار
سے لیکر سوا لاکھ تک ہے ۔ پورا کورس یعنی سوا لاکھ تو دو ہی چار دن نبھا سکا البتہ
پچیس ہزار کا معمول عرصہ تک کا رہا ۔

غالباً ۷۷ھ میں حضرت شیخ الاسلامؒ کا وصال ہوگیا ۔ میں اس سال
سفر حج میں گیا ہوا تھا ۔ واپسی میں دوبارہ ملاقات نہ کرسکا جس کا زندگی بھر افسوس رہا ۔

اللہ کا فضل کچھ ایسا شامل حال ہوا کہ ۷۸ھ میں بھی سفر حج پر دوبارہ روانہ
ہوگیا ۔ بنارس پہنچ کر حضرت شیخ الحدیثؒ کو عریضہ لکھا کہ پچھلا سفر تو حضرت مدنی
قدس سرہٗ کے زیر سایہ اور دعاؤں میں ہوا ۔ اب حضرت والا ہی کی طرف رجوع کرتا
ہوں اور جناب والا ہی کی سرپرستی میں اس سفر میں جا رہا ہوں ۔ حضرت والا ہی
سرپرستی اور دعا فرماتے رہیں ۔

حضرت شیخؒ اوائل میں علماء کو بیعت نہیں فرماتے تھے بلکہ حضرت مدنیؒ اور
حضرت رائپوریؒ کی طرف ترغیب دے دیا کرتے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت شیخ
کے منشاء کے موافق حضرت مدنیؒ سے بندہ وابستہ ہوگیا ورنہ تو دورہ ہی کے سال
سے ہمارے مرشد و منظور نظر ہوگئے تھے ۔ بتدریج یہ تعلق بڑھتا گیا ۔ بالخصوص فراغت
کے بعد جبکہ مدرسہ خلیلیہ شاخ میں یہ بندہ ملازم ہوگیا تو حضرتؒ کے عشاء تک کا وقت
اور جمعہ کے دن صبح کا وقت حضرت ہی کی خدمت میں گزارتا رہا ۔ حضرتؒ اس زمانہ
میں "کوکب الدری" کا حاشیہ مرتب فرما رہے تھے ۔ مختلف شروح سے مختلف
مضامین کا ڈھونڈھ نکالنا اس ناکارہ کے ذمہ تھا ۔ اور "جامع الروایات" جو حضرت
کی مفصل تالیف شروح تھی اس میں احادیث صحاح وغیرہ کا درج کرنا اس بندہ
کا کام تھا ۔

جامع الروایات کی مختلف جلدیں تھیں ، سیکڑوں ابواب تھے ۔ یہ کتاب

حضرتؒ کی زندگی میں پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچی جیسا کہ میرے علم میں ہے ۔ اور غالباً
میرے بعد اس کام کا سلسلہ بھی رُک گیا تھا ۔

جب "کوکب" کی دوسری جلد کا حاشیہ مرتب کرنے کا وقت قریب ہوا تو
حضرت قطب ربانی گنگوہیؒ کی تقریروں کی کاپیاں جن کو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ
نے عربی زبان میں مرتب فرمائی تھیں ۔ ان کی بعض کاپیاں ناکارہ کے حوالہ اور مولانا
عمر احمد صاحب تھانوی کے حوالہ حضرتؒ نے کردیں اور ہدایت فرمائی کہ ان کاپیوں
کے مضامین میں جو اشکالات ہوں یا شروحات میں جو مضامین کارآمد نظر آئیں تو
الگ کاپیوں میں اُن اشکالات اور مضامین کو جمع کرتے رہو تاکہ تحشیہ کا کام جب ان
کاپیوں پر پہنچے تو ایک نظر اُن کاپیوں پر ڈال لیا کروں اور تحقیق کرلوں ۔ یہی وجہ ہے کہ
جلد ثانی کوکب کا حاشیہ تیار ہوگیا ہے اس لئے کہ ہم لوگ فتح الباری ، فتح القدیر ،
عینی ، فتح الملہم وغیرہ سے بعض بعض اشکالات اور مضامین اناپ شناپ نوٹ
کرتے رہے ۔

پیارے ! داستان پارینہ حسرت آمیز بڑی لمبی ہے ۔ کہاں کہاں تک لکھاؤں
اب تو خونِ جگر آنسوؤں کے ذریعہ بہانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہا ۔ فراغت
کے بعد پانچ سال تک دن کو شاخ کی تدریس اور شام کو تاختم عشاء حضرت کے یہاں
کی حاضری مسلسل جاری رہی ۔ تعلق و مودت میں پختگی ہوتی گئی ۔ یہاں تک کہ بغیر
زیارت کے چین نہیں آتا ۔ یہ ناکارہ حضرتؒ کا خاص معتمد علیہ ، بے تکلف خادم اور
گویا گھر کا ایک ممبر بن گیا تھا ۔ عشاء کی نماز مدرسہ قدیم آدھا گھنٹہ پہلے دار الطلبہ قدیم
آدھا گھنٹہ بعد ہوا کرتی تھی ۔

قید کا صلہ

اس ناکارہ کا قیام دار الطلبہ قدیم ۲ع میں تھا ۔ حضرتؒ عشاء
کی جماعت کے لئے چند منٹ تشریف لے جایا کرتے تھے اور

بندہ حضرتؒ کے دارالتصنیف میں کام میں مشغول رہتا تھا۔ جب حضرتؒ نماز سے فراغت کے بعد تشریف لاتے تو یہ بندہ مدرسہ قدیم چلا جاتا۔

حضرتؒ کا معمول تھا کہ اپنے دارالتصنیف کتب خانہ میں کسی کو اکیلے رہنے نہیں دیتے تھے۔ اس لئے کہ بہت سے لوگوں کی امانتیں کتابوں میں رہتی تھیں۔ حتی کہ مولوی نصیر مرحوم جو حضرت کے منیجر تھے ان کو بھی کتب خانہ میں اکیلے نہیں چھوڑتے تھے۔

ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا کہ سردی کا زمانہ تھا۔ میں اوپر کام کرتا رہا اور حضرتؒ نماز کے لئے تشریف لے گئے اور جاتے ہوئے زینہ کے نیچے کا دروازہ مقفل فرما دیا تالی اپنی جیب میں رکھ لی۔ میں اندر بند۔ جب حضرت نماز سے فراغت کے بعد تشریف لائے تو دروازہ مقفل پایا۔ سوچ میں پڑ گئے کہ منور گیا تو مجھے تالی دے کر کیوں نہیں گیا۔ اپنا بند کرنا حضرت کو یاد نہیں، تالی کس کے حوالہ کر دیا۔ دیر تک حضرت دکان کے سامنے ٹہلتے رہے سوچتے رہے۔ اچانک ہاتھ جیب میں گیا تو تالی ملی۔ اوپر تشریف لائے تو دیکھا کہ منور موجود ہے۔

انہی ایام میں مجھے قساوتِ قلب کی کیفیت تھی یا قبض کہہ لیجئے۔ زینہ کے سرے پر اترتے ہوئے عرض کیا تو فرمایا:

"اچھا جاتا رہے گا"

بندہ زینوں سے اترتا رہا اور دل کا حال عجیب ہوتا گیا۔ زینہ سے اترا تو بے ساختہ رونا آگیا۔ قیام گاہ پر آیا، نماز پڑھی مگر رونا موقوف نہیں ہوا۔ کھانے پر بیٹھا تو کھانا نہیں کھایا گیا۔ رات بھر یہی کیفیت رہی، صبح بھی یہی حال رہا۔ شاخ پڑھانے کے لئے گیا۔ دن بھر یہی حال رہا۔ غرضیکہ جب حضرت کی خدمت میں بعد مغرب حاضر ہوا اور کام میں مشغول ہو گیا تو بھی وہی کیفیت رہی۔ تخلیہ

ہونے پر عرض کیا کہ کل عشاء کے وقت سے اب تک دل کا عجب حال ہے۔ بس رونا ہی رونا آتا ہے۔ تو فرمایا:

"اچھا چلا جائے گا"۔

پھر کیا تھا، حالت سابق بدستور ہو گئی۔

کاش! چند دنوں برداشت کرتا تو میری اصلاح جب ہی مکمل ہو جاتی، مگر مقدرات کو کیا کیجئے۔ بس تصرف کا یہ واقعہ میری زندگی میں عجیب تر تھا، جس کو یاد کر کے اب بھی کفِ افسوس ملتا ہوں۔

بس پیارے! سمجھ لو کہ یہی واقعہ اصل داعی بنا کہ حضرت مدنیؒ کے بعد حضرت شیخؒ کی طرف رجوع کروں ورنہ جیسے پہلے عرض کر چکا ہوں حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے پہلے ہی سے مربی و مرشد رہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے دواعی ہیں جو طوالت کے خیال سے نہیں لکھے جا رہے ہیں۔

حضرت کے مزید اعتماد کا ایک اور واقعہ سن لیجئے۔ تقریباً ساڑھے تین سو نقدی روپوں کی شکل میں توڑے کے اندر ڈال کر میری کمر سے باندھ دی اور فرمایا:

"تھانہ بھون جا کر مولانا شبیر علی صاحب کو دے دو"

برسات کا زمانہ تھا۔ بھیگے بھگائے رقم پہنچا کر واپس ہوا تو بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور اعتماد کا یہ عالم تھا کہ وصولیابی کی تحریر بھی مجھ سے نہیں مانگی۔

اب تو پرانی شفقتوں اور واقعات کو یاد کر کے سوائے رونے کے اور کوئی چارہ نہیں۔

میں جیسے پہلے عرض کر چکا حضرت شیخؒ پہلے ہی سے ہمارے مربی اور منظور نظر تھے اور حضرت ہی کے ایماء سے حضرت مدنیؒ سے وابستہ ہوا۔ اس لئے اب

سوال ہی پیدا نہیں ہوا کہ حضرت شیخؒ کو تم نے کیسے منتخب کیا۔ چنانچہ حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد ۷۷ھ میں جب میرا دوسرا سفرِ حج شروع ہوا تو بنارس سے سہارنپور حضرتؒ کو عریضہ لکھا کہ بندہ تو شروع ہی سے حضرت کا رہا اور ہے، صبح کا بھاگا ہوا شام کو آجائے تو بھاگا ہوا نہیں سمجھا جاتا۔ بس یہ ناکارہ اب تو حضرت ہی سے مربوط رہے گا اور سفرِ حج میں حضرت ہی کی سرپرستی میں رہے گا۔

حضرت سے باقاعدہ رجوع

حج سے فراغت کے بعد مرکز نظام الدین دہلی مولانا عبید اللہ صاحب کے ساتھ پہنچا، وہاں سے اکابرِ مرکز کے ساتھ اٹھارہ سال کے بعد سہارنپور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو مولانا عبید اللہ صاحب نے بعد مغرب تعارف کے لئے پیش کیا تو حضرت نے بہت ہی خندہ پیشانی کے ساتھ میرے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بجلی کی روشنی کی طرف کیا اور شفقت کے لہجے میں فرمایا:

"منور! تو تو بڈھا ہوگیا"

پھر تخلیہ میں بہت سی باتیں پوچھیں اور کہیں۔ میں نے بیعت کے لئے اصرار کیا تو فرمایا:

"نہیں، پیارے! میں اپنے اکابر کے متوسلین کو بیعت نہیں کرتا"

بار بار اصرار کرنے پر بھی انکار فرماتے رہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ بندہ کو حضرت قبول فرمالیں تو فرمایا:

"اچھا صبح دیوبند حضرت مدنیؒ کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آؤ"

حسبِ ہدایت مزار پر فاتحہ پڑھ کر مراقب ہوا تو پہلے حضرت مدنیؒ کا چہرہ جھلکنے لگا۔ پھر کچھ دیر کے بعد حضرت شیخؒ کا چہرہ جھلکنے لگا۔ میں نے وال عرض کیا تو فرمایا:

"جو کہا تھا وہ تو کر دکھایا"

یا اسی قسم کا کوئی جملہ اور فرمایا:

"حضرت مدنیؒ نے جو تعلیم دی ہے اس پر عمل کرتے رہو اور میرے پاس آتے جاتے رہو۔ بس یہی کافی ہے"

حضرتؒ کی تربیت کا رنگ ہی نرالا تھا۔ ایسا ہوگیا۔ حافظہ کی کمزوری کے سبب سے تفصیل سے معذوری ہے۔

عطایائے شیخ

حضرت کی عطایائے روحانی بے پایاں ہے جن کا ادراک بھی پورے طور پر نہ کرسکا۔ ایک واقعہ لکھتا ہوں۔

جس سال یہ بندہ کتب حدیث کی تدریس کے لئے مظاہر علوم بلایا گیا تھا اس سال کے اخیر میں سخت بیمار ہوگیا وہ اس طرح کہ جمعہ کی صبح کو ابن ماجہ شریف کے ۳۸ صفحے ایک ہی مجلس میں پورے ہوئے تھے، قبیل جمعہ حاضرِ خدمت ہوا تو فرمایا "بہت دیر کرکے آئے" میں نے عرض کیا کہ سبق میں مشغول تھا۔ فرمایا:

"آخر کون سا سبق تھا کہ اتنی دیر ہوئی۔ کتنا پڑھایا"

میں نے عرض کیا کہ ابن ماجہ شریف کے ۳۸ صفحے ہوئے، تو فرمایا:

"ابھی سے میرا رشک نہ کرو"

یا اسی قسم کا جملہ تھا۔ پھر خبر نہیں کیا ہوا، کیسی نظر ڈالی کہ جمعہ پڑھتے پڑھتے سخت بخار چڑھ گیا۔ ہفتوں بیمار رہا۔ ٹائیفائڈ ہوگیا۔ اس وقت میرا قیام مدرسہ قدیم کے جانب غربی کے سب سے اُتر کمرہ میں تھا جو اسباب سامان کے لئے مخصوص ہے۔ جب تک مسجد میں نماز کے لئے جا سکتا تھا تو حضرت اقدسؒ وہیں مزاج پرسی

فرماتے رہے اور جب میں مسجد میں جانے کے لئے انتہائی ضعف کی وجہ سے قاصر ہوگیا تو حضرت والا عصر کے بعد خود ہی ہمارے حجرے میں تشریف لاتے اور دم بھی فرمادیتے ۔

اسی بیماری کے عالم میں مجھ پر سخت قبض کی کیفیت طاری ہوئی کہ نماز فجر کی ادائیگی کی بھی بہت تقاضوں پر توفیق ہوتی تھی ۔ پہلے میں اپنے طور پر کوشش کرتا رہا کہ یہ کیفیت جاتی رہے مگر کامیاب نہ ہوسکا ۔ آخر مولانا عبدالرحیم متالا سے ذکر کیا کہ میری یہ کیفیت ہے حضرتؒ سے ذکر کرکے دُعا کرائیے ۔ موصوف اس وقت حضرت کے کاتب خاص تھے ۔ موصوف نے حضرت سے عرض کیا کہ منوّر کا یہ حال ہے تو برجستہ فرمایا :

"اری جا چلی گئی" ۔

الحمد للہ اُسی وقت سے طبیعت میں انشراح پیدا ہوگیا اور روزانہ فرائض کی ادائیگی میں کسی قسم کی طبعی رکاوٹ نہیں رہی ۔

جب سننا ہی چاہتے ہیں اور بھی سُن لیجئے ۔ اللہ تُو خود ستائی اور ریا سے محفوظ رکھ اور اخلاص دے پہلے یہ سُن لیجئے کہ آپ نے گشتی سوالنامہ ارسال فرماکر مجھ پر بہت ہی بڑا بوجھ ڈال دیا ۔ یہ ناکارہ تو اب اس قابل رہا نہیں کہ سیکڑوں خطوط کا مطالعہ کرے یا ان کے اقتباسات یا نقل آپ کو روانہ کرے ۔ یہ کام میں نے غیر شعوری طور پر مولانا انوار سلمہٗ کے حوالہ کیا کہ خطوط کا بغور مطالعہ کریں اور خاص خاص عبارتوں کی نشاندہی کردیں ۔ یہ خیال بھی نہیں رہا کہ بیسوں برس کے رازہائے مخفیہ و سربستہ منظر عام پر آجائیں گے ۔ مگر کیا کیا جائے کہ موصوف نے اکثر خطوط کا مطالعہ کر ڈالا اور بعض بعض عبارتوں کی نشاندہی کی تو بڑی ندامت ہوئی کہ یہ سلوک کے قطعی خلاف ہے اور حضرتؒ کے مزاج کے تو

بہت ہی خلاف ہوا ۔ اللہ تُو ہی معاف فرمائے ۔ چڑیاں چگ گئیں کھیت ، اب پچھتانے سے کیا ہو ۔

سلطان الاذکار کے اثرات

ایک دفعہ ایسا حال پیش آیا کہ چوکی سے اُتر رہا تھا کہ دونوں پیر بے شان گمان لڑکھڑا گئے ۔ کیا بات ہوئی یہ تو اللہ ہی کو معلوم مگر جب کہ سُنا جاتا ہے کہ سلطان الاذکار میں ایسی بات پیش آتی ہے ۔ اسی طرح ایک دن ایسا ہوا کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لئے کھڑا ہوا تو بے شان وگمان دونوں پیروں میں ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ ایک دیوار اور ایک دوسرے صاحب کے سہارے کھڑا ہوسکا حضرتؒ کو لکھا یا اُن سے ذکر کیا صحیح یاد نہیں کہ مجھے لقوہ یا فالج کا خطرہ ہورہا ہے ۔ فرمایا:

"نہیں ، جب ایسی کیفیت ہو تو اپنے آپ کو مطالعۂ کتب وغیرہ میں مشغول کرڈالو" ۔

ایک دفعہ سہارنپور میں عید کا دن تھا ۔ تقریباً گیارہ بجے دن کو سب احباب واپس چلے گئے ۔ بندہ اکیلا حضرتؒ کے پاس رہ گیا ۔ حضرت خاموش تھے میں اکیلا تھا ۔ معلوم نہیں کیا ہوا کہ میرے جسم کا ایک ایک ریشہ سخت نقل وحرکت میں آگیا جس کی وجہ سے حضرت کے سامنے بیٹھے رہنا دشوار ہوگیا ، کبھی دائیں ہاتھ کو زمین پر ٹیک کر سہارا دیا اور کبھی بائیں ہاتھ پر ۔ کبھی اس پہلو پر کبھی اس پہلو پر ۔ مگر بیٹھنا بہت ہی دشوار ہوا ۔ حضرتؒ کو ادراک ہوا تو فرمایا :

"جاؤ جاؤ آرام کرو" ۔

اس قسم کے احوال بار بار پیش آئے کہاں تک طشت ازبام کیا جائے ۔ اللہ تو ہی معاف فرمائے ۔

مرا در دلیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد
وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

بس پیارے! کہاں تک عرض کروں، بہت کچھ خودستائی کی داستان سامنے آگئی۔ باوجود ان انتہائی الطاف کریمانہ کے یہ ناکارہ تو پلید ہی پلید گندہ ہی گندہ چلا آرہا ہے۔ مثل مشہور ہے کتے کی دُم بارہ سال تک (بلکہ پچیس سال تک) نلکی میں رہی پھر جب نکالی گئی تو ٹیڑھی کی ٹیڑھی تھی۔ سو وہ محروم تمنا کیوں نہ سوئے آسمان دیکھے، کہ جو منزل بہ منزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے۔

بس اب تو خون کے آنسو بہاتے رہنا ہے اور فضل ربانی کے مبذول ہونیکی تمناؤں میں لگے رہنا ہے۔

مادی عطایا

حضرتؒ کے مادی عطایا کی بھی وقتاً فوقتاً خوب خوب بارش ہوتی رہی ہے۔ تفصیلات کہاں تک عرض کروں۔ سفر افریقہ و بولٹن وغیرہ پھر حج و عمرہ اور زیارت مدینہ پاک زاد اللہ شرفہا کے انعامات حضرتؒ کے مرہون منت ہیں اور مزید کیا عرض کروں۔

انداز تربیت

حضرتؒ کی تربیت بہت ہی انوکھی تھی۔ بڑے ہی نباض، مزاج شناس اور اکمل ادراک کے مالک تھے۔ بڑی مشکل سے حضرت کی تربیت کا ادراک ہوتا تھا۔ اوائل دور میں حضرتؒ چشم پوشی نسبتاً کم فرماتے تھے اور بہت ہی ہمدردی کے ساتھ اصلاح فرماتے تھے۔ بعد کے دور میں تو حضرتؒ مجھے بہت ہی کم کسی بات میں ہدایت فرماتے تھے۔

کبھی یہ جملہ فرمادیا:

"منور کو بھی کباب کا ٹکڑا بھیجدو کہیں دل ہی دل میں خفا ہوتا ہوگا۔"

کبھی یہ فرمادیتے:

"برا نہ مانو یہ چیز فلاں کو دیدو۔ یعنی خود نہ لو۔"

کبھی فرماتے:

"بھائی منور کو ڈبل حصہ دو۔"

اس قسم کے جملے کبھی کبھی بڑی شفقت و محبت سے فرمایا کرتے تھے۔ ایسا تو بار بار ہوا کہ بندہ دسترخوان سے فارغ ہوکر ہاتھ دھولیا اور دوسرے چبوترہ پر بیٹھ گیا تو حضرت نے پھر اصرار کرکے بلایا:

"آؤ میرے ساتھ کھانے میں شریک ہوجاؤ۔"

میں نے معذرت کی کہ حضرت سیر ہوکر کھالیا خواہش نہیں ہے تو فرماتے:

"آؤ آؤ دو چار لقمے کھالو۔"

میں جب بس کرتا تو اپنے دست مبارک سے بڑے پیار و محبت کے ساتھ لقمہ لیکر فرماتے کہ:

"لو لو میرے برکت کے ہاتھ سے کھالو۔"

اور مسکراتے۔ بس یہ ادائیں یاد آآکر رلاتی رہتی ہیں۔

ایک مرتبہ میں نے عرض کیا حضرت بعض اکابر کے مزار پر فیضان پہلے پہلے تو خوب آنے لگے مگر کچھ دیر بعد واپس جانے لگے یا رُک رُک کر آنے لگے، تو ارشاد فرمایا کہ:

"سالک کے دل میں جب کبر کا شائبہ رہتا ہے تو ایسا ہوتا ہے۔"

اسی طرح ایک مرتبہ حضرتؒ مدینہ پاک میں آٹھ مہینہ تک رہ گئے۔ ہندوستان آنے کا ارادہ نہیں فرماتے۔ میں نے عریضہ مفصل لکھا، تو گرامی نامہ موصول ہوا کہ

"میرے ان تین سوالوں کے جوابات دو تو میں واپسی کے متعلق فیصلہ کروں گا:

(۱) آٹھ ماہ سے مسلسل استخارہ کر رہا ہوں مگر کچھ پتہ نہیں چلتا۔

(۲) قاضی عبدالقادر صاحب نے خواب دیکھا کہ سب زائرین کو واپسی کی اجازت ہوئی مگر اس بندہ کو نہیں (خواب مفصل ہے)۔

(۳) مولانا بدر عالم صاحب اپنے مزار میں ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں مجھے لینے کے لئے وغیرہ۔

رجب کا مہینہ تھا تدریسی مشغولی بہت تھی میں نے عجلت میں ایک عریضہ لکھکر مولانا سلمان صاحب سلمہٗ کے واسطہ سے مدینہ پاک بھیجدیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے:

انتہائی قربت میں انتہائی ابتلاء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں بلایا گیا اور تین امتحان لئے گئے۔

تین پیالے پیش ہوئے۔ حضورؐ نے مقام نبوت پر رہ کر دودھ کا پیالہ اٹھالیا تو جبرئیلؑ کے ذریعہ کامیابی کا اعلان کرادیا گیا قد اخترت الفطرۃ۔

دوسرا امتحان دربار خداوندی خصوصی میں یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامِ نبوت میں رہتے ہوئے ہدیہ پیش فرمایا۔ اُدھر سے صرف حضور ہی کو السلام علیک کا خطاب ہوا حالانکہ آپ رحمۃ للعلمین تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست پیش کی السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ حاضر باش خاص فرشتہ کے ذریعہ کامیابی کا اعلان کرایا گیا۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ۔

تیسری مرتبہ جب پچاس نمازیں فرض ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت بجائے مقامِ نبوت کے مقامِ ولایت کا غلبہ رہا اور تحیر کے عالم میں وہاں کے انوار والوان وکیفیات وتجلیات وغیرہ سے متاثر ہو کر مقامِ نبوت ومقام ولایت پر جا پہنچے اور "سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے" کی کیفیت میں واپسی

ہوگئی جو منشاء خداوندی کے خلاف تھی۔ اس لئے دربار خداوندی سے موسیٰؑ کے دل میں القاء ہوا کہ وہ حضور کو مراجعت کرنے اور بار بار تخفیف احکام کے لئے دربار خداوندی میں حاضری کا مشورہ دیں۔ چنانچہ موسیٰؑ نے حضورؐ سے دریافت فرمایا اور بار بار دربار خداوندی میں تخفیف کی درخواست کے لئے مشورہ دیا۔ حضورؐ بار بار دربار خداوندی میں حاضری دیتے رہے تاآنکہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔ اسی طرح دربار خداوندی میں حاضری اور مکالمہ کا شرف حضورؐ کو دس مرتبہ ملا۔ تلک عشرۃ کاملہ

حضرت شیخؒ نے اس ناکارہ کے خط اور سوالات کے جواب پر مجھے جو کچھ ارقام فرمایا اس میں ان کی ترتیب کی ایک انوکھی ادا نظر آتی ہے۔ انہوں نے ارقام فرمایا:

"تمہاری بلند پروازیوں سے میرے پلے کچھ نہیں پڑا۔"

البتہ مولانا علی میاں صاحب نے ہمارے خط کو بار بار پڑھا اور تحسین وآفریں کے جملے فرمائے۔ حضرت نے تو پہلے میرے عجب وغرور کو توڑا پھر ساتھ ہی ساتھ دلجوئی بھی فرمائی۔ حضرت شیخؒ نے یہ بھی ارقام فرمایا کہ:

"تمہارا خط صوفی اقبال کو دے کر محفوظ رکھنے کی تاکید کردی ہے۔"

وہ خط صوفی صاحب کے پاس ہو سکتا ہے محفوظ ہو۔

تربیت میں تدقیق

تربیت کے سلسلے میں ایک آدھ واقعہ سُن لیجئے: ڈاکٹر اسمٰعیل نے کچھ سلوک کی باتیں اس ناکارہ سے دریافت کی تھیں۔ اس بندہ نے حضرتؒ ہی کے حکم سے ان کا جواب بھی لکھکر بھیجا تھا۔ اس میں رابطہ ونسبت کے متعلق کچھ تحقیقات لکھنے کے بعد یہ لکھ دیا تھا من ذاق دریٰ ومن لم یذق لم یدرِ۔ اس پر حضرت شیخ رحمہ اللہ نے جرح فرمائی تھی۔ اس کا مطلب یہ کہ اس جملہ میں در پردہ دعویٰ ادراک ہے بندہ کی شان عاجزی وتواضع کی ہونی چاہئے۔

حضرت کا فیض

حضرت مولانا جعفر صاحب پوربوی (خلیفہ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب) نے اپنے خواب کی تعبیر حضرتؒ سے دریافت کی تھی۔ خواب یہ تھا کہ حضرت شیخؒ کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ہوئے ہیں اور وہ سارے عالم میں ایک ایک ٹکڑا کر کے بنٹ رہے ہیں۔ اور مولانا جعفر صاحب کے پاس ایک طشت میں حضرتؒ کا سر مبارک پیش کیا گیا ہے۔

حضرتؒ نے جواب بیان فرمایا تھا کہ:

"میری تالیفات چونکہ جگر کے ٹکڑے ہیں اور سارے عالم میں پڑھی جاتی ہیں اس لئے یہ نقشہ دکھلایا گیا"۔

حضرتؒ نے موصوف کو بھی لکھا اور اس کا خلاصہ اس ناکارہ کے پاس بھی بھیج دیا۔ حضرت کے جواب اور ان کے خواب کے متعلق یہ خیال پیدا ہوا کہ اس میں تو رُوحانی نیابت کے استحقاق کا پہلو نکلتا ہے اس لئے میں نے حضرت شیخ کو لکھ دیا کہ:

"حضرت کا نائب تو کوئی خادم ہی ہوگا موصوف (مولانا جعفر) تو غیر متعلق ہیں"۔

اس میں چونکہ ایہام اپنے استحقاق کا ہوسکتا تھا اسی لئے حضرت نے سخت نکیر فرمائی تھی۔

خواب وکشف میں فرق

اسی طرح ایک مرتبہ ایک صاحب نے حضرت شیخؒ سے دریافت کیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اگر کسی کو عالم واقعہ میں ہو تو وہ بڑھا ہوا ہے یا عالم خواب میں زیارت کرنے والے کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔

حضرتؒ نے اس ناکارہ سے دریافت فرمایا:

"بولو کون بڑھا ہوا ہے؟"

میں نے عرض کیا عالمِ واقعہ میں زیارت کرنے والے کا درجہ بڑھا ہوا ہے، اس لئے کہ اس میں انتہائی غفلت نہیں ہوتی مگر اس کے برعکس خواب میں انتہائی غفلت ہوتی ہے تو حضرتؒ نے نکیر فرمائی کہ:

"خواب کی زیارت کا شرف تو صحیح حدیثوں میں منصوص ہے مگر کشف کا منصوص نہیں ہے اس لئے خواب کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ الّا یہ کہ کوئی بڑے درجہ کا ولی کامل صاحب مشاہدہ وکشف ہو تو دوسری بات ہے"۔

غیر اللہ کی محبت کا علاج

ایک بار حضرت شیخؒ نے فرمایا:

"اگر سالک ذاکر جس کو ذکر جہری کا سبق ملا ہو، غیر اللہ کی محبت میں مبتلا ہو تو اس کو چاہیئے کہ اللہ اللہ کے ذکر میں لفظ اللہ کے پیش کو مجہول پڑھے ورنہ اللہُ کے پیش کو معروف پڑھے"۔

خصوصی عطیہ

مجھے تو صحیح تاریخ یاد نہیں مولانا عبد الرحیم صاحب متالا نے سُنایا تھا غالباً ۱۳۷۸ھ کی بات ہے اور ایک اُونی چوغہ عنایت فرمایا جو غالباً حضرت مولانا خلیل احمدؒ کا مستعمل، حضرت شیخ کو ملا تھا اور حضرت شیخؒ نے بھی برسوں استعمال میں رکھنے کے بعد مجھے عنایت فرمایا تھا۔

اعتکاف کی ہدایت

اس کی ہمیں عمومی ہدایت تو تھی لیکن کبھی اصرار کے ساتھ مجھے حضرت نے غالباً نہیں فرمایا بلکہ بعض خطوط سے رمضان میں سہارنپور کی حاضری ضروری معلوم ہوتی ہے البتہ میں اپنے ہاں بعض دوستوں کو بیٹھنے کی ہدایت کر کے آتا تھا وہ چند آدمی رمضان میں معتکف رہتے تھے۔ البتہ ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ تو بھی اپنے گھر رہ کر

اعتکاف کرتو میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت مجھے تو یہاں حاضری کی اجازت دی جائے ہماری غیر حاضری میں بھی ہمارے یہاں کچھ لوگ انشاء اللہ معتکف رہیں گے۔

پیارے! میں تو شروع ہی سے نہ تقریر کے میدان میں رہا اور نہ تحریر کے میدان میں اور نہ تالیف سے مناسبت اور نہ اس سلسلہ میں کوئی مشورہ طلب کیا اور نہ حضرت نے بھی کوئی خاص ہدایت فرمائی۔

اخوان طریقت کے امیر

مجھے اس قسم کی تحریر یا ہدایت تو یاد نہیں البتہ مل جل کر اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی عمومی ہدایت فرماتے رہے، خاص کر اپنے خلفاء کو بھی مل جل کر رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب اور مولانا عبدالجبار صاحب تشریف فرما تھے، ناکارہ کی موجودگی میں بعض بزرگوں کے خلفاء کے اختلاف کا تذکرہ آیا تو صحیح طور پر تو یاد نہیں البتہ اجمالاً یہ یاد ہے کہ فرمایا کہ:

"تم لوگ مل جل کر کام کرتے رہو گے اختلافات پیدا نہیں کرو گے"۔

چنانچہ اس مجلس سے اٹھنے کے بعد میں نے مولانا عبدالجبار صاحب سے کہا، میں نے تو مفتی صاحب کو اپنا بڑا بھائی اور امیر تسلیم کر لیا ہے۔ انشاء اللہ ان کی رائے کے خلاف نہیں کروں گا۔ مولانا عبدالجبار صاحب نے بھی غالباً فرمادیا کہ میں نے بھی انہیں امیر تسلیم کر لیا انشاء اللہ خلاف نہیں کروں گا۔

جماعت کا مطالبہ

خصوصی ہدایت تو یاد نہیں عمومی ہدایت کے پیش نظر اس بندہ نے بعض تبلیغی اجتماعات کے متعلق حضرت کی توجہ مبذول کرائی کہ ہمارے پورینہ کے اجتماع میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب تشریف فرما ہوں۔ اور ہمارے یہاں جماعتوں کے بھیجنے میں خصوصی

خیال رکھیں کہ ٹھوس مسلم آبادیاں ہیں اور دینی لحاظ سے بہت ہی پس ماندہ۔ اگر مسلسل محنتیں جاری رہیں تو انشاء اللہ میوات کی طرح سے وہاں سے بھی جماعتیں آنے لگیں گی۔

عام ہدایت کے پیش نظر دینی مدارس کے قیام کے سلسلہ میں تین مدرسوں کے قیام عمل میں آئے اور حضرت کو لکھتا رہا اور دعائیں کرائیں تو بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا اور دعائیں کیں جیسا کہ ان مدارس کا تذکرہ اوپر گزر چکا اور ہر مدرسہ کے لئے الگ الگ تحریریں بھی عنایت فرمائی ہیں جن میں دعائیہ کلمات ہیں۔ اور لوگوں کو ان کی طرف توجہ دلائی ہے اور بھرپور مسرتوں کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ ان کے نتائج بین طور پر محسوس ہو رہے ہیں چنانچہ تینوں مدرسے بڑی خوبی اور سلیقہ کے ساتھ چل رہے ہیں۔

مدارس کے مال میں احتیاط

مدارس عربیہ میں اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح نہج پر تربیت کرنے اور وقف کے مال میں امانت داری برتنے کی حضرت کے یہاں بہت تاکید رہا کرتی تھی۔ جو عام طور پر کسی ذمہ دار مدارس سے اہتمام سے بیان فرماتے رہتے تھے چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کا واقعہ متعلق سفر کلکتہ اور حضرت قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی کا واقعہ، موصوف کو مدرسہ کی طرف سے اجراڑہ کے جلسہ میں بھیجا گیا تھا مگر موصوف نے اجراڑہ کے جلسہ کے ایام میں بھی اپنی رخصت لکھی منجانب مدرسہ تحریر نہیں کیا اس پر حضرت بہت مسرت کا اظہار فرماتے تھے کہ تقویٰ اس کا نام ہے۔ اسی طرح بڑے حضرت رائپوری کا مقولہ بار بار سناتے رہتے تھے کہ مجھے مدرسہ کے سرپرستوں کو معاف کرنے کا کوئی حق نہیں اگر کسی رو رعایت کی وجہ سے کسی کے ساتھ معافی کا معاملہ کیا جائے تو معافی ہوگی بھی؟ اس لئے کہ اصل معاف کرنے کا تعلق تو سارا حق کا ہے جو عام چندہ دینے والے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ صاحب

زید مجدہم

اسم گرامی محمد طلحہ کاندھلوی

کتب خانہ یحیوی مظاہر علوم سہارنپور (انڈیا)

مقیم حال مدرسہ علوم شرعیہ مدینہ طیبہ ص ب ۱۱۰۱

ولادت ۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ ، ۲۸ رمئی ۱۹۴۱ء یوم شنبہ

نظام الدین نئی دہلی ۱۳

تعلیم بندہ کی تعلیم ابتدائی قرآن پاک حفظ نظام الدین اور سہارنپور دونوں جگہ ہوتا رہا ، جس کی تفصیل یہ ہے :

والدہ محترمہ چھ ماہ سہارنپور رہتی تھیں اور چھ ماہ نظام الدین ، اور انھیں کے ساتھ بندہ کا آنا جانا رہتا تھا اور جہاں قیام ہوتا تھا وہیں تعلیم ہوتی تھی ۔

ابتداء میں اپنی بیماری اور کمزوری کی وجہ سے حفظ میں بہت دیر لگی ۔ چنانچہ کچھ پارے متفرق طور سے نظام الدین کے قرآن پاک کے اساتذہ سے اور مولوی نصیر الدین مرحوم کے مکتب ابو المدارس کے اساتذہ سے پڑھے البتہ تلک الرسل کا پارہ بہت بڑے بڑے اکابر حضرات سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی ۔ صبح حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی تصنیف کے وقت میں گھر کی چھت پر حضرت

والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سامنے بیٹھا کرتا تھا ۔ اور تیسرے چوتھے گھنٹہ میں حضرت مفتی سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور کی خدمت میں دار الافتاء ان کے فرمانے پر قرآن پاک پڑھنے کے لئے جانا ہوتا تھا ۔ اور جب حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور تائے اباجی یعنی حضرت مولانا اکرام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا الحاج نصیر الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے اصرار پر جناب الحاج صدیق احمد صاحب مرزا پوری حال مدرس شاخ مظاہر علوم کا بندہ کے لئے تقرر ہوا تو بجائے تیسرے گھنٹہ میں مفتی سعید احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں جانے کے مولوی نصیر الدین صاحبؒ کی ٹال میں عصر کے بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی مجلس شروع ہونے سے پہلے سبق، چھ سبق (یعنی موجودہ سبق کے ساتھ پچھلے پانچ سبق) حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کو سُناتا تھا ۔ اس سے فارغ ہو کر حضرت مفتی صاحب، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں تشریف لیجاتے تھے ۔ پارہ ختم ہونے پر وہ بھی حضرت مفتی صاحبؒ کو سُناتا تھا ۔ اور ان تینوں یعنی سبق ، چھ سبق ، پارہ یاد ہونے کی تصویب پر حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے انعام بھی ملتا تھا جو مفتی سعید احمد صاحبؒ ہی نے طے کر رکھا تھا ۔ اور یاد نہ ہونے کی صورت میں ڈانٹ بھی پڑتی تھی ، کبھی ٹھنڈی کبھی گرم ۔

اسی اثناء میں مکمل طور پر جناب حافظ صدیق احمد صاحب کے حوالہ کر دیا گیا اور پھر تلک الرسل سے اخیر قرآن پاک تک کا حفظ حافظ صدیق احمد صاحب ہی کے پاس ہوا ۔ اور اس مدت میں حفظ کے لئے مستقل سہارنپور ہی میں قیام رہا ۔

حافظ صاحب کے تقرر پر ان کے سہارنپور آنے کا قصہ بھی بڑا دلچسپ ہے ۔

مختصراً یہ کہ مفتی سعید احمد صاحب ، مولوی نصیر الدین صاحب اور تائے اباجی مولانا اکرام الحسن صاحب نور اللہ مرقدہم ، ان تینوں حضرات کا مشورہ ہوا کہ حضرت شیخ

کہیں اس بے چارے کو غصہ میں چھت سے نیچے نہ پھینک دیں، طلحہ سے تو رعب کی وجہ سے یاد والا بھی نہیں پڑھا جاتا لہٰذا اس کے لئے کسی استاذ کا تقرر ہو جائے تو بہت اچھا ہو۔ ان تینوں حضرات کا مشورہ سے اس پر اتفاق ہو گیا۔ اس کے بعد یہ طے پایا کہ حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحؒ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے یہ عرض کریں۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ:

"طلحہ کی وجہ سے آپ کے علمی کاموں میں حرج ہوتا ہے اس کے لئے کسی استاذ کا تقرر کر لیا جائے تو آپ کو اپنے علمی کاموں میں حرج نہ ہو"

چنانچہ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اس کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی حافظ صدیق احمد صاحب کا انتخاب بھی ہو گیا۔ مگر حافظ صاحب موصوف بہت دور کسی دیہات میں تھے جہاں سے آمد و رفت کی بھی کوئی سہولت نہ تھی۔ یہ بات جمعرات کے دن شام کو طے ہوئی اور حافظ صاحب کو بلانے کے لئے مختلف تجویزیں آئیں کہ ایک پرچہ لکھ کر مرزا پور بھیجا جائے اور مرزا پور سے کوئی ان کو پہنچائے یا وہ جب گھر آویں تو ان کو یہ پرچہ وہاں مل جائے۔ ادھر حافظ صاحب کے دل میں از خود داعیہ پیدا ہوا کہ کل جمعہ ہے چلو سہارنپور میں کل جمعہ بھی پڑھ لیں گے اور حضرت شیخ کی زیارت بھی کر لیں گے۔ چنانچہ رات ہی کو وہ اس جگہ سے چل دئے۔ یہ زمانہ شدید سردی کا تھا۔ حافظ صاحب کچھ آگے چلے تو ایک بیل گاڑی والا مل گیا جو شہر آ رہا تھا، اس سے کہہ سُن کر بیل گاڑی پر بیٹھ گئے۔ چونکہ سردی کا موسم تھا اس لئے سہارنپور تک خوب ہی سردی لگی، فجر کے قریب سہارنپور پہنچے۔ گاڑی سے اترتے ہی آگ جلا کر اس سے اچھی طرح گرم ہو کر نماز فجر پڑھی پھر صبح کے ذکر میں کچے گھر میں آ گئے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ملے۔ حضرت نے بہت ہی

خوشی کا اظہار فرمایا کہ:

"تمہارا یہاں بلانا طے ہوا تھا۔ اور فکر میں تھے کہ تم کو کیسے اطلاع دی جائے اور کہاں اطلاع دی جائے"

اور ان کو دعائیں دیں اور فرمایا کہ:

"بات تو بھائی اکرام صاحب کریں گے"۔

چنانچہ تائے ابا جی رحؒ نے ان سے بات کی اور ان کی رضامندی سے بیس[20] روپے مشاہرہ پر حافظ صاحب کا تقرر ہو گیا۔ چونکہ تنخواہ کم تھی اس لئے یہ بھی طے ہوا کہ مولوی نصیر الدین صاحب ان کو اپنے مدرسہ میں مدرس رکھ لیں تاکہ حافظ صاحب کو کچھ وہاں سے بھی مل جایا کرے۔

قرآن پاک کا اختتام ۱۶؍رجب ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۹؍فروری ۱۹۵۶ء کو رائپور میں حضرت اقدس شاہ عبد القادر صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں ہوا۔ اور پہلی محراب رمضان ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں مسجد شاہ جی والی دہلی میں سُنائی۔ ختم کے دن کی آخری دو رکعتیں حضرت ماموں یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سامنے ان کے حجرہ کے پاس آ کر پڑھیں وہیں قرآن ختم ہوا۔

اس کے بعد فارسی کی تعلیم کا آغاز جمادی الاولیٰ ۱۳۷۴ھ مطابق ۵؍دسمبر ۱۹۵۶ء چہارشنبہ کو سہارنپور میں ہوا۔

پھر والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے تجویز فرمانے کے بعد کچھ عرصہ تقریباً چھ سال نظام الدین ہی میں تعلیم کے سلسلہ میں رہنا ہوا۔ ہر ماہ حضرت ماموں جان مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ سہارنپور حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں آنا ہوتا تھا۔

تربیت حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بچپن ہی سے شروع فرما دی

تھی ۔ چنانچہ سہارنپور کے قیام میں اگر مدرسہ قدیم میں بھی جانا ہوتا تو بلا اجازت کے نہیں جاتا تھا اور جب نظام الدین میں ہوتا تو وہاں بعض حضرات کی بالا بالا نگرانی رہتی ۔ چنانچہ حضرت والد صاحب قدس سرہٗ بعض حضرات کے خط میں کچھ نہ کچھ تحریر فرماتے رہتے اور بعض حضرات حضرت والد صاحب قدس سرہٗ کو تحریر فرماتے رہتے ۔ جس کے متعلق بندہ کو بعد میں پتہ چلا ۔

سہارنپور کے زمانۂ قیام میں حضرت والد صاحب قدس سرہٗ دارالتصنیف میں تشریف فرما ہوتے اور بندہ بالکل سامنے چھت پر چارپائی پر بیٹھا قرآن پڑھتا رہتا، جب کبھی پڑھتے پڑھتے کھیلنے لگتا تو حضرت والد صاحب قدس سرہٗ اپنی جگہ سے اٹھ کر باہر تشریف لاتے اور چارپائی کے نیچے ہی بیٹھ کر بازپرس فرماتے، کبھی نرم کبھی گرم ۔ ڈانٹ کے بعد اپنی جگہ تشریف لے جاکر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ۔

مختلف مواقع پر حسب ضرورت تنبیہ و ڈانٹ ڈپٹ ہوتی ہی رہتی تھی اور کبھی بھی پدرانہ شفقت و محبت اصلاحی امور میں مانع نہیں بنیں ۔ چھوٹی بڑی ہر بات کی ہمیشہ پوری پوری نگرانی ہوتی تھی ۔

اسی زمانہ کا ایک قصہ یاد آگیا کہ محلہ نخاسا میں مولوی نصیر الدینؒ نے ایک پریس ٹھیکہ پر لے رکھا تھا ۔ کئی مرتبہ بندہ نے اس کو دیکھنے کا ارادہ کیا مگر نہ جا سکا ۔ جمعہ کے دن جمعہ سے پہلے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس ہوتی تھی ، یہ مجلس خالصتاً دیہاتیوں کے لئے ہوتی تھی ، گو اس میں خواص بھی شریک ہوا کرتے تھے ۔ اس مجلس میں شرکت کا مجھے کوئی خاص اہتمام نہیں تھا ، تھوڑی دیر کے لئے اس مجلس میں شریک ہوتا اور پھر چلا آتا ۔ یہ مجلس تقریباً پون گھنٹہ ایک گھنٹہ کی ہوتی تھی ۔

چنانچہ ایک دن حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی یہ مجلس شروع ہوئی تو بندہ مولانا نصیر الدین مرحوم سے کہکر عبدالمجید مرحوم کے ساتھ جو پریس کا نگراں اور دیکھ بھال کرنے والا

تھا ، پریس دیکھنے چلا گیا اور مولانا نصیر الدین صاحب سے کہتا گیا کہ میں پریس دیکھنے جا رہا ہوں ان شاء اللہ حضرت کی مجلس ختم ہونے سے پہلے ہی حاضر ہو جاؤں گا ۔ اتفاقاً مجھے گھر پہنچنے میں کافی تاخیر ہو گئی اِدھر حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے کسی ضرورت سے یا ویسے ہی بندہ کو معلوم کرایا ، گھر میں مجھے نہ پاکر باہر دکھلایا وہاں بھی نہ ملا تو ہمشیرگان کے یہاں آدمی بھیجا یا کہ شاید وہاں گیا ہو وہاں بھی نہ ملا تو مدرسہ قدیم میں تائے ابا جی کے پاس دکھلایا ، غرضیکہ میں کہیں بھی نہ ملا ۔ اب آہستہ آہستہ پریشانی بڑھی کہ طلحہ تو کہیں جانے والا ہے نہیں آخر کہاں گیا ۔

اُدھر مولانا نصیر الدین صاحبؒ کو یا تو یاد نہ رہا یا ان کو میرے تلاش کرنے کی خبر نہ ہوئی ، انہوں نے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بھی ذکر نہ کیا اور جب دیکھا کہ معاملہ کچھ آگے ہی بڑھ گیا تو مولانا نصیر الدین صاحب نے فوراً حضرت مفتی سعید احمد صاحبؒ کو اطلاع کی کہ طلحہ پریس دیکھنے چلا گیا ہے یہاں اس کی بہت دیر سے تلاشی ہو رہی جب وہ آئے گا تو اس کی پٹائی ضرور ہوگی آپ آکر حضرت شیخ کو سنبھال لیں ۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب تشریف لائے اور دکان پر بیٹھ گئے ، ادھر بندہ بھی حاضر ہو گیا حضرت مفتی صاحب نے بندہ سے پوچھا :

"کہاں گیا تھا ؟"

میں نے عرض کیا پریس دیکھنے چلا گیا تھا ۔ مولوی نصیر الدین صاحب اور حضرت مفتی صاحب میں مشورہ ہوا کہ اب کیا کیا جائے ۔ مشورہ کے بعد مجھے تو اندر جانے کو کہا اور خود دو چار منٹ کے بعد میرے پیچھے تشریف لائے ۔ جب میں اندر کچے گھر میں آیا تو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ڈانٹ کر فرمایا :

"کہاں گیا تھا ؟ اِدھر آ"

میں قریب ہو گیا حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے میرا گریبان پکڑ کر فرمایا :

"بتلا کہاں گیا تھا۔ اگر تو مرجاتا تو میں روتا نہیں میری مَیّا (ماں) ہوتی ۔ ۔ ۔ ؟"

اتنے میں حضرت مفتی صاحب تشریف لے آئے اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی چارپائی پر بیٹھ گئے۔ حضرت والد صاحب نے مجھے چھوڑ دیا اور حضرت مفتی صاحب سے فرمایا:

"اس سے پوچھو کہاں گیا تھا؟"

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا:

"کہاں گیا تھا؟"

میں نے عرض کیا پریس دیکھنے چلا گیا تھا اور تنہا نہیں گیا تھا عبدالمجید کے ساتھ گیا تھا۔ اتنے میں تائے اباجی بھی آگئے۔ پھر مولوی نصیر الدینؒ آگئے۔ مولوی صاحب مرحوم نے یہ بھی کہا کہ:

"حضرت! طلحہ مجھ سے کہہ کر پریس دیکھنے گیا تھا میں آپ کو بتلانا بھول گیا"

حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ان سے فرمایا:

"اس کا مطلب ہے کہ تو نے اس کو بھیجا تھا"

اس کے بعد پھر حضرت والد صاحب ان حضرات سے بات کرنے میں لگ گئے اور بندہ پٹتے پٹتے بچ گیا۔

اعلیٰ تعلیم

بندہ کی اعلیٰ دینی تعلیم نظام الدین میں ہوئی۔ دورہ شریف کے اساتذہ:

ماموں حضرت مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں طحاوی شریف۔ مولانا انعام الحسن صاحب دامت برکاتہم کے یہاں بخاری شریف۔ اور دورہ کی بقیہ کتب حضرت مولانا عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب دامت برکاتہم،

مولانا منیر الدین صاحبؒ، مولانا یعقوب صاحب سہارنپوری دامت برکاتہم مولانا صدیق احمد صاحب دامت برکاتہم اوٹاوی کے یہاں تھیں۔

درمیان میں صرف سنہ ۱۳۸۱ھ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخل ہو کر شرح جامی، ہدایہ اولین، مقامات حریری، حسامی، مطول پڑھیں۔ باقی ساری کتابیں مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین ہی میں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔

تعلیم سے فراغ سنہ ۱۳۸۳ھ میں مدرسہ کاشف العلوم بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی ۱۳ سے ہوئی۔

نکاح اور اولاد

نکاح مورخہ ۱۸ ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۱ھ، ۱۹ ستمبر سنہ ۱۹۶۱ء کو حضرت اقدس رائپوری شاہ عبد القادر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس میں رائپور میں ماموں حضرت مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کی صاحبزادی سے پڑھایا۔ اس مجلس میں تین نکاح ہوئے ایک بندہ کا، دوسرا مولانا ہارون صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا اظہار الحسن صاحب کی صاحبزادی سے اور تیسرا مولانا عاقل صاحب صدر مدرس مظاہر العلوم سہارنپور کا میری ہمشیرہ سے جس کی تفصیل آپ بیتی ۳ میں شادیوں کے ذیل میں ہے۔

ابھی تک کوئی اولاد نہیں۔

علاقہ کی دینی حالت

یہ سارا علاقہ دوآبہ کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اس بارہ میں شریعت و طریقت رسالہ کے شروع میں کچھ مختصر و جامع حالات تحریر فرمائے ہیں، انہی کو بلفظہ نقل کرتا ہوں:

دوآبہ شریعت و طریقت کا گہوارہ اور مخزن تھا۔ دوآبہ ایک عرفی اصطلاح تھی جو مشہور تھی اور اب بھی مشہور ہے ہمارے اکابر کے کلام میں بھی بہت جگہ اس کا تذکرہ

آتا رہا ہے ۔

یہ حصہ دہلی میرٹھ، مظفر نگر، سہارنپور کے اضلاع پر مشتمل ہے ۔ اور دوآبہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس کے مغرب میں جمنا اور نہر جمن اور مشرق میں گنگا اور نہر گنگ مشہور و معروف دریا ہیں جواب تک بھی معروف ہیں ۔

یہ خطہ شریعت و طریقت کا مخزن و گہوارہ، مرجع و منبع خاص طور سے تھا جس کی ابتدار خاندان ولی اللہی سے ہوئی اور اس کا فیضانِ عام امدادی جماعت کے ذریعہ ہوا۔

اس خطہ کا معمولی اثر یہ تھا کہ قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کے دور میں ان کے مریدوں میں معمولی اور ان پڑھ بھی متبع سنت تھے ۔ میں نے بہت سے بالکل ان پڑھ لوگوں کو دیکھا کہ تہجد کے اتنے پابند تھے کہ بعض بڑوں کو بھی ویسا کم دیکھا۔

اور طریقت کا یہ حال تھا کہ حضرت قدس سرہٗ کی خانقاہ کے قریب جو عام گڈھا تالاب مشہور ہے اس میں پچاس ساٹھ دھوبی اخیر شب میں کپڑے دھویا کرتے تھے وہ بجائے مختلف آوازوں کے "اللہ" کی صدائیں لگایا کرتے تھے ۔

اسی علاقہ میں تھانہ بھون میں پہلے حضرت حاجی صاحب کی خانقاہ پھر حضرت اقدس تھانوی کی خانقاہ امدادیہ رہی ۔ اور اسی علاقہ میں حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہٗ کی مشہور عالم خانقاہ اور پھر رائے پور میں حضرت اقدس رائپوریؒ کی عظیم خانقاہ نیز اسی علاقہ میں مراکزِ علم وعرفان دار العلوم دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور اور مختلف مدارس دینیہ ۔

پھر جب تبلیغی کام کی ابتداء ہوئی تو حضرت مولانا الشاہ الیاس صاحب اور بعد میں حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہما دونوں حضرات نے بہت اہتمام سے اس دوآبہ کے علاقہ میں بہت کثرت سے جماعتوں کو روانہ کیا اور الحمدللہ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے اور کثرت سے پورے علاقہ میں تبلیغی اجتماعات بھی ہوتے رہتے ہیں،

اور اللہ کا شکر ہے کہ ان خانقاہوں اور مشائخ کی توجہات و برکت سے دار العلوم و مظاہر علوم و دیگر مدارس دینیہ کی محنت و سعی کے نتیجہ میں اور تبلیغی جد وجہد و کوشش سے پورے علاقہ کی فضا متاثر ہے ۔

دینی علوم سے شغف، سنت کے اتباع کی اہمیت، بدعات سے اجتناب اور تصوف و مشائخ سے تعلق، حفظ قرآن کا بچوں میں عام ہونا، عورتوں میں شرعی پردہ کا اہتمام پورے علاقہ میں ایک معتد بہ مسلم آبادی میں عموماً پایا جاتا ہے ۔

اس سب کے ساتھ ساتھ حضرت سید احمد شہید و شاہ اسمٰعیل شہید کی تحریک جہاد اور حضرت حاجی صاحب کی امارت میں حافظ ضامن شہید و حضرت گنگوہی و نانوتوی قدس اللہ اسرارہم وغیرہ اکابر کا جہاد شاملی اور امارت شرعیہ کا قیام اور پورے ملک میں فرنگی جبر واستبداد کے خلاف جہاد کا اعلان اور اس کے بعد حضرت شیخ الہند اور حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہم کی عظیم مشہور آفاق تحریکات کا مرکز بھی یہی علاقہ رہا ۔

فیضِ حضرت نور اللہ مرقدہٗ

پیدا ہونے کے بعد سے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے مجھے دیکھنا شروع کیا اور ہوش سنبھالنے کے بعد سے میں نے انہیں دیکھنا شروع کیا، ان دونوں دیکھنے میں بیالیس ۴۲ کی عمر بندہ کی گزری ۔ اس پر ایک شعر یاد آیا ؎

چہل سال عمرِ عزیزت گذشت ؛ مزاجِ تو از حالِ طفلی نگشت

اس طویل مدت میں جیسا فائدہ اٹھانا چاہئے تھا ویسا تو نہ اٹھا سکے اللہ تعالیٰ اس کوتاہی کو معاف فرمائے ، خاص طور سے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت کرنے کے سلسلہ میں بعض موانع حائل رہے جس کا قلق ہمیشہ رہے گا اس کے باوجود حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے جو حاصل ہوا ہو اللہ تعالیٰ اس پر استقامت عطا فرمائے

اس کو بڑھانے اور پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے ۔

بیعت

بندہ حضرت رائپوری شاہ عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوا ، جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ ایک بار سہارنپور سے پاکستان تشریف لے جارہے تھے ، مردوں اور عورتوں کے ہجوم کی کثرت ہروقت رہا کرتی تھی ۔ بار بار کمرہ سے چارپائی ہجوم کی وجہ سے باہر لائی جاتی تھی اور مجمع کو بیعت فرمانے کے بعد چارپائی اندر کمرہ میں لے جائی جاتی تھی ۔

اسی دوران ایک بار حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ نے بندہ سے فرمایا کہ :

” آجاؤ بھائی طلحہ تمہیں بھی بیعت کرلوں ۔“

میں اپنی عادت کے مطابق کہ حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا ، بندہ نے کچھ نہیں عرض کیا اور اس وقت خاموش رہا ۔ حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ اس وقت اس مجلس میں تشریف فرما نہیں تھے لیکن حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کا یہ جملہ بندہ نے یا کسی نے حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو پہنچایا جس پر حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا :

” ارے ! تجھے تو خود درخواست کرنی چاہیئے تھی اور جب حضرت نے خود فرمایا تھا تب تو فوراً ہاں کرلینی چاہیئے تھی ۔“

یہ فرماکر فرمایا :

” اب جب حضرت باہر تشریف لاویں تو بیعت کی درخواست کردیجئے اور اپنے ساتھ ہارون (ابن حضرت مولانا یوسف صاحب نوراللہ مرقدہٗ) کو بھی بیعت کرا لیجئے ۔“

جب بعد مغرب بھٹ ہاؤس میں حضرت کی چارپائی باہر آئی تو بندہ نے عرض کیا اور تھوڑی دیر بعد تائے ابا جی مولانا اکرام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا :

” بھائی زبیر کو بھی اپنے ساتھ رکھیو ۔“

مولوی اجتباء صاحبزادہ (مولانا احتشام الحسن صاحب مجاز بیعت حضرت مولانا الیاس صاحب بانی تبلیغ نوراللہ مرقدہما) بھی اس وقت مظاہر علوم میں پڑھتے تھے ۔ انہوں نے خود یا کسی نے ان کے متعلق کہا کہ :

” ان کو بھی بیعت میں ساتھ رکھیو ۔“

جب بعد مغرب حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ بندہ کی طرف متوجہ ہوئے تو بندہ نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ :

” ہم چاروں بیعت ہوں گے ۔“

حضرت نے بہت دعائیں دیں اور مسرت کا اظہار فرمایا اور ہم کو بیعت کرنا شروع کیا تو مجلس کا عجیب سماں ہوگیا ، سبھی اس وقت بلکہ پورا مجمع ہی شریک بیعت ہوا ۔ اور حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ نے تسبیحات بتلاکر فرمایا :

” ان تسبیحات سے آگے اپنے اپنے باپوں سے پوچھتے رہو ۔“

اس فرمانے کے بعد حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی چارپائی پر تشریف لے آئے ۔ دونوں حضرات میں باتیں ہوتی رہیں ۔ حضرت رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کے یہاں عشاء اول وقت میں ہوتی تھی ۔ ان دونوں حضرات کی باتوں کی وجہ سے اس دن عشاء بھی بہت تاخیر سے ہوئی ، بعض خدام بار بار لقمہ بھی دیتے رہے کہ نماز کا وقت ہوگیا اذان دے دیں ، حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ فرماتے رہے :

” ابھی نماز پڑھ لیں گے آج تو حضرت سے باتیں کرلیں ۔“

باتیں تو اس وقت کچھ یاد نہیں پورا مجمع چارپائی پر جھک رہا تھا اور بار بار حضرت رائپوری نوراللہ مرقدہٗ بندہ کی طرف اشارہ کرکے کچھ فرماتے تھے اور حضرت والد صاحب

نور اللہ مرقدہٗ فرماتے تھے کہ :

" حضرت ! اس کے لئے دعا فرماتے رہیں "۔

کبھی فرماتے :

" ان سب کے لئے دعا فرماتے رہیں "۔

اتنا ضرور اندازہ ہے کہ اس مجلس میں بندہ ہی کے ذیل میں باتیں ہوتی رہیں ۔

حضرت رائے پوری کے انتقال کے بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے معمولات کے متعلق ایک مدت کے بعد مولانا منور حسین صاحب کے متوجہ کرنے پر ذکر کی اجازت لی ۔ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا :

" ہاں پیارے ! ضرور شروع کرلے اور صبح کو جب میں اوپر (دار التصنیف) جاؤں گا تب پوچھ لیجیئے "۔

دار التصنیف میں اپنی جگہ بیٹھ کر خود طریقۂ ذکر بتلا اور یہی تجدید بیعت کے مترادف ہوگیا ۔ چونکہ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا معمول یہ تھا کہ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے متوسلین کو ادباً بیعت نہیں فرمایا کرتے تھے ، بلکہ یوں فرمادیا کرتے تھے کہ :

" جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لیا کرو "۔

ان حضرات کے معمولات کے بعد اگر کوئی تجدید بیعت کے لئے اصرار کرتا تو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے کہ :

" میں اپنے اکابر کے لوگوں کو بیعت کرنے میں بے ادبی سمجھتا ہوں "۔

خط و کتابت

جو باتیں دریافت طلب ہوتی تھیں وہ زبانی ہی پوچھ لیا کرتا تھا ۔ باقاعدہ سلوک کے ذیل میں خط و کتابت کی نوبت نہیں آئی ۔

حضرت سے تعلق کی نوعیت

جس نوعیت کا تعلق میرے دادا جان نور اللہ مرقدہٗ کا میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ رہا اسی طرح کا تعلق حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا میرے ساتھ رہا ، اس قسم کے واقعات سے پوری آپ بیتی بھری پڑی ہے ۔ البتہ میرے دادا جان نور اللہ مرقدہٗ کا معاملہ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ ۱۸ سال کی عمر میں ختم ہوگیا تھا مگر میرے ساتھ یہ معاملہ ذرا لمبا چلا ، جس کا اثر یہ تھا جو اوپر گذرا کہ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے فرمانے کے باوجود بیعت نہ ہوا جب تک والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حکم نہ فرمادیا ۔

ایک واقعہ اور ذہن میں آیا ۔ ایک مرتبہ حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ نے مجھے زیتون کا ایک ڈبہ دیا اور فرمایا :

" اس کو گھر لے جانا ، گھر والوں کو کھلانا اور خود کھانا ، اباجان کو نہ دینا ورنہ وہ مریدوں میں بانٹ دیں گے "۔

جب میں آیا تو حضرت والد صاحبؒ سامنے تشریف فرما تھے ۔ میں نے از خود حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے پاس جاکر ساری باتیں نقل کردیں جو حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا تھا ۔ اس پر حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا :

" جا گھر میں لے جا "۔

میں نے جب اصرار کیا کہ نہیں یہیں رکھ لیں تو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ :

" نہیں ، لے جا ۔ جب حضرت نے منع فرمادیا تو پھر کیوں یہاں چھوڑو جب تم اس ڈبہ کو کاٹو گے تو دو چار دانے مجھے بھی اوپر دار التصنیف میں دیدینا حضرت کا تبرک میں بھی چکھ لوں گا "۔

اجازت و خلافت

بندہ کی نا اہلیت کے باوجود محض اپنے حسن ظن سے کچے گھر کے چھوٹے چبوترہ پر مفتی محمود صاحب گنگوہی زید مجدہٗ، مولانا منور حسین صاحب بہاری زید مجدہٗ اور بعض خدام کی موجودگی میں بعد عشاء شب جمعہ ۱۳۹۳ھ رات کو گیارہ بجے کے قریب اجازت مرحمت فرمائی۔

بندہ کی ۱۳۹۲ھ میں مع مولانا ہارون صاحب رحمۃ اللہ علیہ و مع گھر والوں کے شعبان میں حج کی نیت سے حاضری ہوئی اور حرمین شریفین میں تقریباً چھ ماہ قیام کے بعد جب سہارنپور حاضری ہوئی تو کچھ دنوں کے بعد اجازت ہوئی۔ اجازت کے بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بہت لمبی چوڑی دعا کرائی اور وہ عمامہ بندہ کے سر پر رکھا جو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سہارنپوری نے حضرت والد صاحب کو اجازت کے وقت مدینہ طیبہ میں مرحمت فرمایا تھا۔

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سر پر حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ نے جب عمامہ باندھا اس کے بعد والد صاحب نے اسے انہیں پیچوں پر مع ٹوپی دھاگہ سے سی لیا تھا اور جمعہ و اعیاد میں استعمال فرمایا کرتے تھے۔

حضرت کا فیضان و شفقت

جب سے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے حجاز مقدس کے اسفار شروع ہوئے ہیں اس وقت سے الحمد للہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی غیبت میں بہت اہتمام سے مجلس ذکر ہوتی رہی اور رات کو ختم یٰسین اور اس کے بعد دعا بہت اہتمام سے ہوتی رہی اور حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو اس کی جب بھی اطلاعات ملیں مسرت و خوشی کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

اس کے علاوہ جتنے رمضان حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے سہارنپور سے باہر ہوئے اس میں بھی اس بندہ نے حضرت کے اور متعلقین کے ساتھ کوشش کی کہ حضرت

کے طرز پر اعتکاف و رمضان کیا جائے۔ اور جب اس کی اطلاعات حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو پہنچی تو بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا۔

اس کے علاوہ بندہ کو اجازت مرحمت فرمانے کے کچھ مدت بعد ہی یہ سلسلہ شروع ہوگیا تھا کہ جب کوئی حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے کے لئے آتا تو حضرت آہستہ آہستہ بیعت کے الفاظ فرماتے اور بندہ زور سے وہ الفاظ کہلواتا۔ تقریباً ۱۳۹۶ھ سے عورتوں کی بیعت حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بندہ کے ذمہ کردی اور وصال سے چند سال پہلے سے مردوں کی بیعت جب بندہ ہوتا تو مستقل بیعت و دعا وغیرہ بندہ کے ذمہ ہوتی، حتیٰ کہ ہندوستان کے آخری سفر اور جبکہ حجاز مقدس کی آمد بھی بندہ کی حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی معیت میں رہی یہاں آکر بھی انتقال تک یہی سلسلہ رہا۔

والدہ ماجدہ مدظلہا نے بیان فرمایا کہ

ایک دفعہ ایک عورت بیعت ہونے آئی اس نے حضرت والد صاحب سے کہلوایا کہ میں بیعت ہونا چاہتی ہوں۔ حضرت نے قاصد سے فرمادیا کہ:

”طلحہ سے کہہ دو کہ وہ بیعت کرادیوے۔“

اس نے جاکر گھر میں کہہ دیا۔ اس عورت نے اصرار کیا کہ نہیں میں تو حضرت سے ہی ہونا چاہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ:

”اگر طلحہ سے ہونا ہو تو ہوجائے اب تو وہی کرے ہے۔“

اس عورت نے دو تین بار اصرار کیا۔ اس پر والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ڈانٹ کر فرمایا:

”اس سے ہونا ہو تو ہوجائے ورنہ اللہ حافظ۔“

اس پر اس نے والدہ سے کہا کہ بھائی کو بلوادیں ابا تو خفا ہو گئے، میں بھائی ہی سے

تصنیف و تالیف

اس سلسلہ میں کبھی کوئی بات نہیں ہوئی، البتہ ایک موقع پر چند اعزہ کی موجودگی میں اور بغیر کسی کی موجودگی میں دینی کتابوں کی اشاعت کے متعلق فرمایا کہ:

"ہم تو نبٹ گئے اب تو تم ہی لوگوں کو یہ سلسلہ باقی رکھنا ہے۔"

اللہ تعالیٰ ان کے مطبوعات کو باقی رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تبلیغ میں شرکت

بارہا تبلیغی اجتماعات میں شرکت پر تحریری اور زبانی مسرت کا اظہار فرمایا اور میرے اجتماعات میں جانے پر اوروں کے نام خطوط میں بھی مسرت کے ساتھ دعائیں تحریر فرمائیں۔

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے مدینہ طیبہ آجانے کے بعد علاقہ کے ہر اس اجتماع میں جس میں بھائی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہٗ کی شرکت ہوئی بندہ کی شرکت بھی ضرور ہوئی۔ اس کے علاوہ دور دور کے اجتماعات میں بھی شرکت رہی ہے۔

اس جگہ ایک لطیفہ یاد آیا۔ بچپن میں مجھے قاری ظہیر صاحب تبلیغ میں نکلنے کے لئے کہا کرتے۔ چنانچہ چند آدمیوں کی موجودگی میں ایک مرتبہ انہوں نے مجھے تبلیغ میں نکلنے کو کہا اور کہا کہ یہ کبھی تبلیغ میں نہیں جاتا اس پر میں نے جواب دیا کہ "میں تو اپنی نانی اماں کے یہاں آیا ہوں"۔ اس پر سب ہنس پڑے۔

مکاتب کی سرپرستی

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو بندہ کے بارے میں یہ حسن ظن تھا کہ مکاتب قرآنیہ سے اس کو لگاؤ ہے۔ اسی بنا پر بعض مواقع پر حضرت قدس سرہٗ نے بعض مکاتب کی سرپرستی طے فرمائی اور بعض مکاتب والوں نے بندہ کے ذمہ سرپرستی کی تو اس کو حضرت نے تصویب کے ساتھ بنظر استحسان دیکھا۔

میرے بچپن میں مجلس کے لئے حضرت کی چارپائی کچے گھر کے چھوٹے چبوترے کے متصل ہوتی تھی اور لوگ چھوٹے چبوترہ پر بیٹھا کرتے تھے، حضرت مفتی محمود صاحب بھی اسی چھوٹے چبوترے پر تشریف فرما ہوتے۔ میں گھر سے نکل کر مجلس میں آتا، حضرت کی چارپائی پر چڑھ کر چھوٹے چبوترہ پر چڑھ جاتا اور پھر مفتی محمود صاحب کو تلاش کرتا، اگر کوئی مجھے گود میں بٹھانا چاہتا تو میں نہ بیٹھتا اور میں کہتا:

"اپنے مفتی صاحب کے پاس جاکر بیٹھوں گا۔"

چنانچہ مفتی صاحب جہاں نظر آتے ان کے پاس چلا جاتا، حضرت مفتی صاحب اپنی گود میں بٹھا لیتے، اگر ٹھنڈی کا موسم ہوتا تو مجھے اپنی چادر کے اندر چھپا لیتے۔ ادھر حضرت والد صاحب قدس سرہٗ بھی بنظر غائر دیکھتے رہتے کہ کس کے پاس جاکر بیٹھا اور حضرت مفتی صاحب کے پاس بیٹھا دیکھ کر خوش ہوتے۔

میرے یہاں الماریوں کی تالی لگا کرتی تھی۔ مگر جب نظام الدین جاتا تو حضرت ماموں جان مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے کمرہ کی الماریوں کو کھلی ہوئی دیکھتا تو سوچتا کہ ان الماریوں میں تالے کیوں نہیں لگتے، کھلی کیوں رہتی ہیں، چنانچہ حضرت جی کی الماریوں میں تالے لگوانے کا اصل محرک بندہ ہی بنا۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ کثرت سے تشریف لاتے اور ان کی شفقتیں اس قدر تھیں کہ میرے بغیر وہ کھانا نہیں کھاتے۔ بہت سی مرتبہ ایسے واقعات پیش آئے کہ دسترخوان پر روٹی رکھی گئی ایک قسم کا سالن بھی آگیا حضرت والد صاحب قدس سرہٗ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے فرماتے:

"شروع فرمادیں"۔

اس پر حضرت مدنیؒ فرماتے:

"پیر صاحب (طلحہ) آئے تو شروع کروں گا۔"

اس پر حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ فرماتے:

"میں بوڑھا باپ کھانا لاؤں اس کو اپنے پاس بٹھالو۔"

اس پر حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ فرماتے:

"کیا جلدی ہے، شروع کرلیں گے۔"

اور حضرت میرا انتظار فرماتے رہتے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کھانا پہلے میں شروع کر دیتا اور حضرت شیخ الاسلام بعد میں شروع فرماتے۔ کبھی حضرت والد صاحب نوراللہ مرقدہٗ دیکھ لیتے تو فرماتے کہ:

"حضرت سے پہلے تو نے ہی شروع کر دیا۔"

بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا:

"جلدی کر شروع کیا، مجھے پٹوائے گا؟!"

میرا پیر صاحب کا لقب حضرت مدنی قدس سرہٗ ہی نے رکھا جس کا قصہ بھی عجیب ہے۔

ایک مرتبہ بچپن میں اپنے کتب خانہ پر بیٹھا بچوں کو بیعت کر رہا تھا جیسا کہ بچے کھیل میں مختلف طرز کے کھیل کھیلتے ہیں میرے لئے یہ ایک کھیل تھا، اتنے میں حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا تانگہ آگیا (یہ بھی عجیب بات ہے کہ سہارنپور میں ایک تانگہ بان تھا جس کا نام مستیا تھا، حضرت قدس سرہٗ ہمیشہ اسی کے تانگہ میں آتے، اس کو بھی معلوم نہیں کیسے پتہ چل جاتا تھا کہ حضرت اس گاڑی سے تشریف لا رہے ہیں)، حضرت تانگہ سے اترے اور مجھے جو بیعت کرتے ہوئے دیکھا، فرمایا:

"مجھے بھی بیعت کرلیں!"

میں نے بلا توقف کے کہہ دیا:

"آجائیے!"

اور حضرت مدنی کو بیعت کرلیا۔ اس کے بعد سے میرا "پیر صاحب" کا لقب پڑ گیا، اور حضرت قدس سرہٗ از راہِ شفقت "پیر صاحب" کہہ کر ہی پکارا کرتے تھے۔

جب حضرت مولانا یوسف صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی جبکہ میں بڑا ہو گیا تھا تو ماموں جی فرمایا کرتے:

"طلحہ! تجھ سے چوک ہوگئی ایک چلہ ہی ان سے مانگ لیا ہوتا۔"

حضرت شیخ قدس سرہٗ کی مجلس جب شام کو ختم ہو جاتی اور حضرت مغرب کے لئے تشریف لے جاتے تو میں حضرت کی چارپائی پر بیٹھ جاتا (اس زمانہ میں جو خادم تھا اس کا نام عبدالمجید تھا) اس سے کہتا:

"لا، مجید ایک پان کھلادے۔"

اسی طرح سے کوئی عورت تعویذ لینے والی آجاتی تو اس کو کہتا:

"ارے، چلی جا، ہر وقت کوئی تعویذ لاکرے ہے اب مغرب کو جا رہے ہیں۔"

بچپن میں حضرت والد صاحب اور ماموں حضرت مولانا یوسف نوراللہ مرقدہما کے قرآن پاک کی نقل اتارنی خوب جانتا تھا۔ جب میں نظام الدین جاتا تو وہاں والے حضرت والد صاحب کے قرآن پاک کی نقل اترواتے اور خوب سنتے۔ اور جب سہارنپور آتا تو یہاں کے کچھ تبلیغی احباب حضرت مولانا یوسف صاحب

کے قرآن پاک کی نقل اترواتے اور سنتے۔

مولانا مفتی محمود صاحب اور مولانا منور حسین صاحب کے بارے میں (حضرت والد صاحب قدس سرہ نے) فرمایا:

"منور اور محمود کو میں نے سب سے زیادہ رگڑا"۔

ایک دفعہ فرمایا:

"منور اور محمود کو میں نے چالیس سال رگڑا"۔

حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے کئی مرتبہ دوسروں سے فرمایا کہ:

"جب کوئی طلحہ کی مجھ سے شکایت کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ شخص طلحہ کا مخالف ہے"۔

حضرت مولانا قاری امیر حسن صاحب زید مجدہم

اسم گرامی امیر حسن بن مظفر حسین صاحبؒ، مدرس مدرسہ اشرف المدارس ہردوئی۔ یوپی، انڈیا۔

پیدائش مجھے تو کچھ معلوم نہیں، پاسپورٹ پر ۱۹۲۶ء لکھی ہوئی ہے۔

تعلیم ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول میں درجہ سوم تک پڑھکر دینی تعلیم کی طرف رغبت ہوئی تو اسکول چھوڑ کر قریب قریہ (بستی) میں ایک پرانے زمانے کے طرز کے پڑھے ہوئے مولوی صاحب تھے اُن سے قرآن پاک وغیرہ پڑھا۔ پھر اس کے بعد جونپور محلہ ملا ٹولہ مدرسہ کرامتیہ میں داخلہ لیا ابتدائی فارسی عربی شرح جامی بحث فعل تک پڑھکر سہارنپور مدرسہ مظاہر علوم میں ۱۳۵۵ھ میں داخلہ لیا اور یہیں پر اوسط سے لیکر اخیر دورہ تک سات برس پڑھا۔

یہاں سے فارغ ہو کر ۱۳۶۳ھ میں ہردوئی میں بمشورہ حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہٗ مدرس ہوگیا اور اب تک یہاں قیام ہے۔ درمیان میں ایک سال مرشدنا دامت فیوضہم کی خدمت میں مدینہ پاک قیام کیا۔

نکاح و اولاد باجازت حضرت والا میرا عقد طالب علمی کے زمانہ میں ہوگیا تھا اور حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے دو لڑکے اور

ایک لڑکی عطا کیے جن میں سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی بقید حیات ہیں۔

خاندان کی علمی حالت

میرے خاندان میں پڑھنے پڑھانے کا کوئی تذکرہ نہ تھا، نہ والدین تعلیم یافتہ تھے محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہوا کہ والدین کے دل میں ڈالا اور مجھے دینی تعلیم کی توفیق دی۔ البتہ میرے والدین سیدھے سادھے نیک طبیعت تھے نماز کے پابند تھے۔

علاقہ کی دینی حالت

میں ضلع سیوان صوبہ بہار کے ایک دیہات کا رہنے والا ہوں۔ میرے علاقہ میں جہالت بدعت کی بہت کثرت تھی اور اب بھی قیام میلاد کا چرچا زیادہ ہے۔ البتہ تبلیغی جماعت کی برکت سے یہاں کا ماحول پہلے سے کافی بدل گیا ہے اور مکتب کا سلسلہ بھی جاری ہونے سے کافی نفع ہوا اور ہو رہا ہے۔

بیعت

جب مدرسہ مظاہر علوم میں ۱۳۵۵ھ میں داخل ہوا۔ حضرت قدس سرہٗ کو جانا، پھر بھی کیا جانا، عمر غفلت کی تھی، بیداری نہ ہونے میں عام طلبہ کی طرح غافل رہا۔

مالک کا فضل و کرم ہوا، بغیر استحقاق کے فراغت کے درمیان رائپور کی حاضری مولوی عبدالمنان صاحب کے ہمراہ، جو حضرت رائپوری کے خادم تھے، ہوئی، اور میں خالی الذہن تھا یونہی ساتھی ہوتے کے لحاظ سے چلا گیا تو حضرت نے فرمایا:

"ان کو کیوں لائے، میرے پاس تو دیہاتی آتے ہیں۔ یہ مولوی صاحب کو کیوں لائے۔"

تو میں نے عرض کیا حضرت میں بھی دیہاتی ہوں۔ پھر حضرت سے بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے بیعت فرمالیا اور صرف ایک تسبیح درود شریف کی بتلادی۔

یہاں سے آغاز ہوا۔ پھر میرے مخصوص استادوں میں حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مدظلہ نے بہت کرم فرمایا مجھے متوجہ کرتے رہے اور ان کی شفقتوں نے مجھے باندھ دیا۔ اہل اللہ سے رغبت پیدا ہونی شروع ہوگئی۔

اسی درمیان میں مرشدنا حضرت شیخ قدس سرہٗ کی خدمت میں گاہے گاہے حاضری دیتا اور حضرت کی شفقت میرے اوپر بغیر استحقاق کے ہوتی گئی۔

میری یکسوئی اور رائپور کی حاضری میں الگ تھلگ رہنے، کام کرنے سے حضرت نے بہت خوشی کا اظہار مجھ سے ایک مرتبہ کیا۔

اس طرح دونوں بزرگوں سے ربط بڑھتا گیا۔ پھر حضرت رائپوریؒ کے وصال کے بعد مرشدنا حضرت شیخ قدس سرہٗ سے رجوع ہوا تو تجدید بیعت کی درخواست کی تو ٹلتے رہے۔ جب زیادہ اصرار کیا تو شدت سے منع فرمایا کہ:

"میں حضرت مدنیؒ اور حضرت رائپوریؒ سے جو لوگ بیعت ہیں دوبارہ بیعت نہیں کرتا ہوں۔ البتہ خدمت کے لئے حاضر ہوں اور جو معمولات حضرت رائپوریؒ نے بتلائے تھے کرتے رہو۔"

اور معمولات ہی کیا تھے۔ یوں کہا تھا:

"کلمہ طیبہ جتنا آسانی سے پڑھ سکو معتبر کر لو اسی طرح درود شریف۔"

چونکہ تعلیمی سلسلہ تھا نیز فارغ اوقات میں حفظ بھی کرتا تھا اس لئے کوئی خاص معمولات نہیں بتلائے مراقبہ دعائیہ کے لئے تلقین فرمائی تھی۔ بہرحال حضرت نے فرمایا:

"جس طرح حضرت رائے پوری نے بتلایا ہے کرتے رہو۔"

یہ ناکارہ گاہے گاہے اپنا حال حضرت رائپوریؒ کے وصال کے بعد مرشدنا

حضرت شیخ قدس سرہٗ کو لکھتا رہا۔

اکابر کی شفقتیں

حق تعالیٰ کا محض فضل وکرم ہوا کہ یہ دونوں بزرگ اس ناکارہ بندہ سے محبت فرماتے رہے۔

ایک مرتبہ حضرت رائے پوری قدس سرہٗ نے پوچھا:

" تم کے بھائی ہو "

میں نے عرض کیا حضرت میرا کوئی بھائی نہیں ہے اکیلا ہوں۔ فرمایا:

" میں تمہارا بھائی ہوں "

ان دونوں بزرگوں کی خدمت میں اس ناکارہ کی رسائی میں میرے مشفق استاذ حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب مدظلہ کا بڑا دخل ہے، حضرت ہی کی رہبری ہوتی رہی۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا غیر معمولی رعب وعظمت میرے اوپر طاری ہوتی تھی اور ان کے سامنے سے گذرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ حضرت کی شفقت اپنے اوپر بے انتہا محسوس کرتا تھا۔

ایک مرتبہ واپس ہردوئی ہونے لگا تو حضرت نے بغور نظر کر کے دیکھ لیا تو عرصہ تک مجھے یوں معلوم ہوتا تھا کہ دو نشان قلب پر حضرت کی نظر کے پڑ گئے ہیں اور مجھے روشنی بھی معلوم ہوتی رہی نظر کے نور کی۔

غرض خدمت میں حاضری پر عجیب وغریب کیفیت سکون کی محسوس ہوتی تھی۔

خلافت

اجازت دینے سے قبل اس ناکارہ نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا کہ حضرت مرشدنا قدس سرہ مدینہ پاک سے جس تاریخ کو سہارنپور آرہے تھے اسی تاریخ میں اخیر شب میں دیکھا کہ

حضرت میرے کمرے میں آئے اس وقت میں ہردوئی میں تھا حضرت کے آنے کا علم تاریخ وغیرہ کا نہ تھا بعد میں حساب لگایا تو معلوم ہوا وہی تاریخ تھی، غرض حضرتؒ آئے اور ایک خوبصورت ڈبیہ جیسے روشنائی کی ڈبیہ ہوتی ہے لاکر مجھے دی اور فرمایا:

" تمہارے لئے لایا ہوں "

خواب ہی میں فرطِ مسرت کی وجہ سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کہ حضرت کی کتنی بڑی شفقت ہے کہ ہزاروں انسان حضرت کے چاہنے والے ہیں ان کے لئے نہیں لائے اور مجھ ناکارہ کے لئے جو کسی لائق نہیں ہے لائے حضرت کی کتنی بڑی مہربانی ہے۔

غرض خواب سے بیدار ہوا تو دل میں خوشی معلوم ہوئی۔ اب خواب لکھ کر حضرت کے یہاں ڈاک سے روانہ کیا۔ حضرت نے جواب مرحمت فرمایا کہ:

" پیارو! مادی چیزیں تو نہ اپنے لئے لایا نہ دوسروں کے لئے۔ باقی دعا سے کسی کے لئے غافل نہیں رہا۔ باقی تمہارا خواب مبارک ہے جب آؤ پرچہ ساتھ لیتے آؤ "

ہاں ایک بات لکھنا بھول گیا۔ حضرت کو جب دیکھا تو اس قدر خوبصورت ہیں کہ چاند کا ٹکڑا ہے۔

حتیٰ کہ حیرت انگیز واقعہ پیش آیا یعنی مؤرخہ ۲۸ رمضان بروز جمعہ قبل اذان عصر ۱۳۸۵ھ احقر سراپا تقصیر کو مرشدی ومولائی حضرت اقدس نے اپنے معتکف میں طلب فرمایا بذریعہ بھائی ابوالحسن صاحب، احقر حاضر خدمت ہوا تو ارشاد ہوا کہ:

" یہ جبہ پہن لو " (جو حضرت کا مستعملہ تھا خوشبو بے انتہا تھی کئی ماہ رہی)

چنانچہ حسب ارشاد پہن لیا ۔ پھر ارشاد فرمایا کہ :

"آج سے تمہیں اجازت دیتا ہوں بیعت کی ۔ یہ امانت ہے حفاظت کرنا ۔"

نوٹ : اس معاملہ سے ناکارہ کو حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی حتیٰ کہ سکتہ میں آگیا اور شام تک مبہوت سارہا حتیٰ کہ بخار کی کیفیت طاری ہوگئی ۔

یہ سب کچھ حق تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے حضرت شیخ رح کے قلب میں ڈالا اس لئے یہ صورت ظاہر ہوئی ۔

نوٹ : وہ جبہ گاہے اخیر شب میں حصول برکت کی نیت سے پہن لیتا ہوں اور بطور تبرک محفوظ رکھتا ہوں ۔

مکتوبات

١٩٧٦ء میں حضرت کی خدمت میں مدینہ پاک ایک سال قیام کیا اس وقت خطوط وغیرہ چھوڑ کر گیا تھا سامان میں ادھر ادھر سارے مکتوبات ضائع ہوگئے ۔ البتہ ایک لفافہ محفوظ میرے پاس تھا وہ خط بعینہ روانہ کرتا ہوں اس سے جہاں سے حسب حال مناسب ہو اقتباس کرلیں ۔

عنایات وعطایا

ایسے خصوصی کوئی حالات نہیں پیش آئے البتہ ایک مرتبہ حضرت مولانا منور صاحب مدظلہ اور یہ ناکارہ حضرت سے رخصت ہوکر اپنے اپنے وطن روانہ ہورہے تھے تو ہم دونوں کو کھانا راستہ کا دیا اور مجھ ناکارہ سے فرمایا کہ :

"تمہارے پاس ناشتہ دان یا کوئی برتن ہے؟"

احقر نے عرض کیا کہ نہیں ، تو شفقت کے لہجہ میں فرمایا :

"مولوی ہو برتن رکھا کرو جہاں جاؤ گے کھانا ملے گا ۔"

اسی طرح مدینہ پاک سے روانگی کے وقت تنہائی میں میں نے درخواست

کی کہ حضور میرے لئے حسنِ خاتمہ کی دُعا فرمادیں تو فرمایا :

"انشاء اللہ حسن خاتمہ بھی ہوگا ۔"

اسی طرح دیگر دعائیں انتہائی شفقت سے دیں اور فرمایا :

"پھر آؤگے ؟!"

حضرت کی دُعا کا ظہور ہوتا رہتا ہے ۔

ایک بات اور یاد آئی ۔ مدینہ پاک سے حضرت مولانا منور صاحب مدظلہ جس وقت گئے تھے یہ ناکارہ بھی ساتھ تھا ۔ چلتے وقت مدینہ پاک سے ہم دونوں کو سَو سَو ریال دیے اور فرمایا :

"قرض کی ضرورت ہو تو جتنا چاہو لے لو ۔"

غرض حضرت کی محبت وشفقت سبھی خدام سے بے انتہا تھی جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ کس کے ساتھ کتنی تھی ۔

معمولات میں نرمی

چونکہ میں کمزور وضعیف تھا اس لئے حضرت مرشدنا نے کوئی مشقت وبوجھ میرے اوپر نہیں ڈالا ۔ نہ حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ نے اور نہ حضرت شیخ قدس سرہٗ نے ۔ بلکہ جو مختصر معمولات حضرت رائپوری نے بتلائے تھے حضرت نے پوچھ کر فرمایا :

"جیسے اور جتنا بتلایا ہے کرتے رہو ۔"

کوئی خاص امراض قلب کے بارے میں نہ پوچھنے کی نوبت آئی نہ میرے پاس اس کے متعلق کوئی تحریر ہے ۔ البتہ دونوں حضرات نے میرے تحمل کو دیکھ کر ایک مرتبہ حضرت رائپوری قدس سرہٗ نے فرمایا :

"تم کمزور ہو دوسروں کی نقل نہ کرنا ورنہ جنون ہو جاوے گا ۔"

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے سُن کر فرمایا :

"بہت مناسب ہے جو حضرت نے فرمایا ہے۔"

اجازت بالمشافہ

حضرت اقدس نے کوئی تحریر نہیں عطا فرمائی بلکہ بعد عصر رمضان کا مہینہ تھا اپنا جبہ سیاہ مستعمل جو جو انتہائی خوشبو سے مہک رہا تھا اپنے سامنے پہنا کر فرمایا:

"آج سے تمہیں اجازت دیتا ہوں بیعت کی۔ یہ امانت ہے حفاظت کرنا۔"

تصنیف و تالیف

یہ ناکارہ اس کا نہ اہل تھا نہ کوئی ارشاد ہوا کوئی حکم نہیں صادر فرمایا، غالباً میرے نااہل ہونے کی وجہ سے، کیونکہ حضرتؒ کو ہر ایک خادم کی استعداد کا اندازہ تھا۔

تبلیغی کام میں معاونت کا حکم

چونکہ میں پہلے سے دینی تعلیم میں مشغول تھا اس لئے کچھ نہ فرمایا ہو۔ جبکہ میری حیثیت تابع ہونے اور نائب مدرس کی تھی البتہ عام مجمع میں سب کو فرماتے سنا کہ:

"جہاں بھی رہو تبلیغ کے لئے معین بنو، چاہے کسی موانع سے خود نہ کرسکو مگر مخالفت سے بہت نقصان وضرر کا اندیشہ ہے۔"

معاملات میں احتیاط

اس سلسلہ میں کوئی معلومات نہیں ہیں البتہ رمضان میں حضرت والا جن حصوں میں مدرسہ کے کمرے میں رہتے کرایہ دیتے۔ اس سے اندازہ ہوا کہ کتنی احتیاط تھی۔

تبرکاتِ شیخ رح

چونکہ یہ ناکارہ ایسے وقت میں مظاہر علوم میں داخل ہوا کہ حضرت کی مجلس بعد عشاء میں حاضری کا بہت کم موقع ملا، تاہم چند مرتبہ کی حاضری سے اندازہ ہوا، نیز چند ایام مدینہ پاک میں قیام کے زمانہ میں کوئی کام دیا مثلاً یہ کہ فلاں لکھ رہا ہے تم بول دو۔ کام کرنے کے بعد اور درمیان میں حضرت بشاشت بہت کرتے تھے کوئی چیز کھلادی یا کوئی چیز دیدی۔

کئی سال ہوئے مجھے عطر کی شیشی عنایت کی، جس کو اب تک بطور تبرک رکھ لیا ہے جمعہ یا عید میں لگالیتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ یہ ناکارہ بھی سمجھا کہ اپنی انتہائی شفقتوں سے مانوس کرلیتے تھے۔ اس ناکارہ پر غیر معمولی حضرت کے رعب وعظمت کا غلبہ رہتا تھا۔ اپنی نالائقی و کوتاہی کا خیال ہوتا تھا کہ حضرت کو تکلیف نہ ہو میری بے تہذیبی سے، نیز حضرت پر میرے عیب منکشف ہوکر تکلیف نہ ہو۔ غرض رعب بہت ہوتا تھا۔

آپ نے اپنے حسن ظن کی بنا پر دیگر اکابر خلفاء کے ساتھ ساتھ میرے پاس بھی سوالنامہ بھیجا۔ یہ ناکارہ اس لائق نہیں ہے نہ کوئی خاص حالات میرے ہیں اور نہ مجھے مضمون لکھنے کا کوئی سلیقہ ہے تاہم آپ کے حکم کے بموجب جو خیال میں آیا اور جو یاد آیا خانہ پُری کردیا۔ اس میں جو چیزیں قابل اصلاح ہوں اس کی اصلاح فرمادیں۔

شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد یونس صاحب جونپوری

زید مجدہم

اسم گرامی
محمد یونس
جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

ولادت
تاریخ پیدائش : صبح ۷ ربجے بروز شنبہ ۲۵ ررجب ۱۳۵۵ھ ، ۲ ر اکتوبر ۱۹۳۷ء ۔

طفولیت و تعلیم
ابتداءً جب عمر چھ سات سال کے مابین ہوئی اپنے شوق سے ایک مکتب میں جانا شروع کیا جس کی صورت یہ ہوئی کہ والدہ مرحومہ کا تو انتقال ہو گیا تھا جبکہ میری عمر ۵ سال ۱۰ ماہ کی تھی ۔ نانی کے پاس رہتا تھا ۔ وہ چھوٹے ماموں کو مکتب جاتے کے لئے مار رہی تھیں میرے منہ سے نکل گیا کہ ہم بھی پڑھنے جائیں گے ، اسی وقت کھانا پک گیا اور ڈیڑھ میل پر ایک مکتب تھا جہاں بڑے ماموں کے ساتھ بھیجدیئے گئے ۔ مگر راستہ میں تھک گئے تو ماموں نے کاندھے پر اٹھایا ، تھوڑی دور چل کر اتار دیا ۔ اسی طرح کبھی اٹھا لیتے اور کبھی اتار دیتے ، سارا راستہ قطع ہو گیا ۔ مگر بچپن کی وجہ سے پڑھنا نہیں ہو سکا صرف

کھیل کود کام تھا ۔

پھر ایک اور مکتب میں بیٹھے ۔ وہاں کچھ قاعدہ بغدادی پڑھا ۔ ماموں صاحب نے پڑھنا چھوڑ دیا تو ہمارا پڑھنا بھی چھوٹ گیا ۔

پھر کچھ دنوں بعد ایک پرائمری اسکول ہمارے گاؤں میں قائم ہو گیا اس میں جانے لگے ۔ درجہ دوم تک وہاں پڑھا ۔ پھر درجہ سوم کے لئے مالی کلاں کے پرائمری اسکول میں داخلہ لیا ۔

سوم پاس کرنے کے بعد والد صاحب نے یہ کہکر چھڑا دیا کہ انگریزی کا دور نہیں اور ہندی میں پڑھانا نہیں چاہتا ۔

ایک دلچسپ قصہ پیش آیا کہ میں اپنے طور پر ہندی کی پہلی کتاب پڑھ رہا تھا اس میں لکھا ہوا تھا کہ :

"طوطا رام رام کرتا ہے"

والد صاحب نے جب مجھ کو پڑھتے سنا تو فرمایا :

"کتاب رکھ دو ، بہت پڑھ لیا"

اس کے بعد تقریباً تعلیم دو سال چھوٹی رہی ۔

عربی کی تعلیم
پھر تقریباً تیرہ ۱۳ سال کی عمر میں مدرسہ ضیاء العلوم قصبہ مانی کلاں میں داخلہ ہوا ۔ ابتدائی فارسی سے لیکر سکندر نامہ تک اور پھر ابتدائی عربی سے لیکر مختصر معانی ، مقامات و شرح وقایہ و نور الانوار تک وہیں پڑھیں ۔

اکثر کتابیں استاذی مولانا ضیاء الحق صاحب سے اور شرح جامی بحث اسم حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہ العالی سے ۔ مگر کثرت امراض کی وجہ سے بیچ میں طویل فترات واقع ہوتی رہیں اس لئے تکمیل کافی مؤخر ہو گئی ۔

پھر یہ بھی پیش آیا کہ ہماری جماعت ٹوٹ گئی ہم نے اولاً شرح جامی، شرح وقایہ، نورالانوار مولانا ضیاء الحق صاحب سے پڑھی تھیں، مگر جماعت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب نے اگلے سال پھر انہیں کتابوں میں داخل کردیا اور خود پڑھایا۔

مظاہر میں داخلہ

اس کے بعد شوال ۱۳۷۷ھ میں مدرسہ مظاہر علوم میں بھیج دیا۔ یہاں آکر پہلے سال جلالین، ہدایہ اولین ہیبذی اور اگلے سال بیضاوی، سلم، ہدایہ ثالث، مشکوٰۃ شریف اور اگلے سال یعنی شوال ۱۳۷۹ھ تا شعبان ۱۳۸۰ھ دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ اور اس سے اگلے سال کچھ مزید کتابیں ہدایہ رابع، صدرا، شمس بازغہ، اقلیدس، خلاصۃ الحساب درمختار پڑھیں۔

مظاہر کی مسندِ تدریس پر

شوال ۱۳۸۱ھ میں معین المدرس کے عہدہ پر تقرر ہوا۔ وظیفہ طالب علمی کے ساتھ سات روپیہ ماہانہ ملتا تھا، شرح وقایہ اور قطبی زیرِ تعلیم و تدریس تھیں۔

اگلے سال بھی کتابیں رہیں اور وظیفہ دس روپے ماہانہ ہوگیا۔ اس سے اگلے سال تیس روپے خشک پر تقرر ہوا اور مقامات وقطبی سپرد ہوئیں۔ اور اس سے اگلے سال یعنی شوال ۱۳۸۴ھ ہدایہ اولین، قطبی واصول الشاشی زیرِ تدریس تھیں۔

درسِ حدیث

اسی سال ذی الحجہ میں حضرت استاذی مولانا امیر احمد صاحب نوراللہ مرقدہ کے انتقال ہوجانے کی وجہ سے مشکوٰۃ شریف استاذی مفتی مظفر حسین صاحب حال ناظم اعلیٰ مظاہر علوم کے یہاں سے منتقل ہوکر آئی جو باب الکبائر سے پڑھائی۔

پھر آئندہ سال شوال ۱۳۸۵ھ میں مختصر معانی، قطبی، شرح وقایہ، مشکوٰۃ شریف مکمل پڑھائی۔ اور شوال ۱۳۸۶ھ میں ابوداؤد شریف ونسائی شریف ونورالانوار زیرِ تعلیم رہیں۔

اس کے بعد شوال ۱۳۸۷ھ میں مسلم شریف، نسائی وابن ماجہ وموطئین زیرِ درس رہیں۔

شیخ الحدیث کے منصب پر

اس کے بعد شوال ۱۳۸۸ھ میں بخاری شریف ومسلم شریف وہدایہ ثالث پڑھائی۔ وللہ الحمد حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ۔

اور بحمداللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بخاری شریف اور دوسری کوئی کتاب ہوتی رہتی ہے۔

امراض کے باوجود علمی شغل

مسلسل بیمار رہا۔ مظاہر آنے کے چند دن بعد نزلہ وبخار ہوگیا اور پھر منہ سے خون آگیا۔ حضرت اقدس ناظم صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا مشورہ ہوا کہ میں گھر واپس ہوجاؤں، لیکن میں نے انکار کردیا۔ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ واَعلیٰ اللہ مراتبہٗ نے بلاکر ارشاد فرمایا کہ:

"جب تو بیمار ہے اور لوگوں کا مشورہ بھی ہے تو مکان چلا جا"۔

میں نے عرض کیا، جواب تک یاد ہے، کہ:

"حضرت! اگر مرنا ہے تو یہیں مرجاؤں گا"۔

حضرت نے فرمایا کہ:

"بیماری میں کیا پڑھا جائے گا؟"

میں نے عرض کیا، اور اب تک الفاظ یاد ہیں، کہ:

"حضرت! جو کان میں پڑے گا وہ دماغ میں اتر ہی جائے گا۔"

اس پر حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

"پھر پڑا رہ۔"

یہ ہے حضرت قدس سرہٗ سے پہلی بات چیت۔

اس کے بعد ہم تو بہت بیمار رہے۔ اور گاہ بگاہ جب طبیعت ٹھیک ہوجاتی تو اسباق میں بھی جاتے رہتے۔

انھیں ایام میں حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہٗ کو اپنی بیماری کا خط لکھا۔ مولانا نے جواباً لکھا کہ:

"یہ کیا یقین ہے کہ یہ خون پھیپھڑے سے آیا ہے؟"

اس سے طبیعت کو کچھ سکون ہوگیا۔ لیکن سینے میں درد رہا کرتا تھا۔

ایک یہ بات اور بھی لکھدوں کہ جن ایام میں طبیعت خراب تھی کبھی کبھی دارالحدیث کے شرقی جانب بیٹھ کر حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا درس سنتا تھا اور سوچا کرتا تھا کہ نہ معلوم ہم کو بھی بخاری شریف پڑھنی نصیب ہوگی یا نہیں؟ اور رویا کرتا تھا۔ اس مالک کا لاکھ لاکھ شکر یہ کہ اس نے توفیق سے مدد کی اور پڑھنے کی منزل گزر گئی، اور اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے پڑھانے کی توفیق بخشی، حالات کی ناسازگاری سے جس کی توقع بھی نہیں تھی لیکن سب فضل وکرم ہے ؎

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل
نسیم صبح تیری مہربانی!!

امراض کے تسلسل کی وجہ سے شادی کی ہمت ہی نہ ہوئی اور اب بڑھاپا شروع ہوچکا، حدود خمسین کے آخری سالوں میں چل رہا ہوں۔ اب اپنی بیماریوں

کی وجہ سے ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر ہوتا کیا ہے، وقت گزر گیا۔

علاقہ کا حال

علاقہ میں عام طور سے جہالت تھی لیکن عام طور پر لوگ صحیح العقیدہ اور دین کی طرف مائل تھے۔ میرے نانا مرحوم تو میری والدہ کی ولادت سے غالباً پہلے وفات پاگئے تھے۔ پھر نانی مرحومہ کی دوسری شادی میرے دادا مرحوم کے بڑے بھائی سے ہوئی جن کو ہم ساری عمر اپنا نانا سمجھتے رہے اور وہ بھی ہمارے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرتے تھے۔ وہ بچپن سے نمازی اور دیندار تھے، عام طور سے بریا رہا کرتے تھے، وہاں کوئی عالم رہتے تھے جو حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے سلسلہ میں منسلک تھے، ان سے اچھا تعلق تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ ہمارے گاؤں میں تعزیہ بنتا تھا جس میں ہمارے خاندان کے بعض لوگ شریک ہوتے تھے، سُنا ہے کہ دادا مرحوم بھی شرکت کرتے تھے مگر نانا مرحوم نے ڈھول وغیرہ توڑ ڈالے اور اس بدعت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔

والد صاحب تو ہمیشہ ہی بدعت سے دور رہے۔ لیکن ایک چیز کو کوئی بھی بدعت نہیں سمجھتا تھا وہ مولود شریف اور قیام تھا، حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہ کی جب آمد ورفت شروع ہوئی تو ہمیشہ کے لئے اس کا خاتمہ ہوگیا۔

مجھے اپنے بچپن کا واقعہ یاد ہے جب میری عمر ۹، ۱۰ سال کی ہوگی میں بچوں کے ساتھ مولود کی مجلس کرتا تھا، ہماری بیل گاڑی تھی اس پر ہم عمر تین چار بچے جمع ہوجاتے اور ہم سب سے بڑے علامہ سمجھے جاتے اور مولود پڑھتے، اور پڑھتے کیا، صرف کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھ لیتے اور اس کے بعد گھروں سے جو کھانا وغیرہ لاتے وہ مل کر سب کھالیتے اور مجلس برخواست ہوجاتی۔

ایک اپنے علامہ سمجھے جانے کا دلچسپ قصہ لکھتا ہوں ۔ اپنے گاؤں کے پرائمری اسکول میں پڑھتا تھا، نوسال کی عمر ہوگی، ماسٹر صاحب موجود نہیں تھے، تھوڑی دیر میں دیکھا ایک جنازہ قریب کے قبرستان میں لایا گیا اور اس کو دفن کیا جانے لگا ہم نے سب لڑکوں سے کہا کہ ہم نے نماز جنازہ نہیں پڑھی جلدی سب لوگ وضو کرلیں ۔ سب نے وضو کیا اور ہم نے نماز جنازہ پڑھائی ۔ نہ معلوم کیا ہوا دوبارہ پڑھائی غالباً سہ بارہ بھی، اور یہ سب مکتب میں ہو رہا تھا جو اس وقت گاؤں سے باہر ایک شخص کی ایک عمارت میں تھا جہاں ان کے بیل اور مزدور رہتے تھے ۔

بچہ کا خطبہ بڑے کی امامت

ایک اور دلچسپ قصہ لکھ دوں ۔ ہمارے گاؤں میں جمعہ ہوا کرتا تھا ۔ ہم سب سے پہلے غسل کرکے پہونچ جاتے تھے اور خطیب صاحب کی نقل اتارا کرتے تھے ۔ ایک مرتبہ اتفاق سے خطیب صاحب موجود نہ تھے اور گاؤں کے بڑے بوڑھے تھے جن میں میرے نانا بھی تھے ۔ میری عمر ۹-۱۰ سال سے زیادہ نہ ہوگی ۔ کوئی پڑھا لکھا نہ تھا صرف قرآن شریف پڑھے ہوتے اس کے علاوہ کچھ پڑھ نہیں سکتے تھے ۔

حضرت عمرو بن سلمی الجرحی کی طرح ہم ہی اس وقت سب سے بڑے پڑھے لکھے تھے ۔
ایک صاحب نے ہمیں حکم دیا کہ:

"چل منبر پر اور خطبہ پڑھ"

ہم بے خوف چڑھ گئے اور خطبہ شروع کر دیا ۔ ایک جگہ تو ذرا اٹک سی ہوگئی باقی اور الحمد للہ صاف ہی پڑھا گیا ۔ نماز ایک دوسرے صاحب نے پڑھائی ۔ ہماری نانی صاحبہ اور دوسرے اعزہ اس سے بہت مسرور ہوئے ۔ مگر خیال یہ پڑتا ہے کہ خطبہ ایک ہی ہوا تھا ۔

٭ ٭ ٭

گاؤں کا حال

ہمارے گاؤں سے تین میل کے فاصلہ پر مائی کلاں میں جامع مسجد میں تو حفظ پڑھایا جاتا تھا اور اتنا بابرکت درس تھا کہ سینکڑوں حفاظ پیدا ہوئے ۔ ہمارے مختصر سے گاؤں میں جس کی اس وقت کی مسلم آبادی زیادہ سے زیادہ پندرہ مکانات پر مشتمل تھی اس میں چھ حفاظ تھے ۔ وہیں مدرسہ ضیاء العلوم تھا جس میں ہماری ابتدائی تعلیم ہوئی ۔

ہمارے گاؤں میں سب سے پہلے اس مدرسہ میں مولوی نور محمد صاحب نے پڑھا جن سے ہم نے تعلیم الاسلام کے کچھ اسباق پڑھے ۔ وہ پھر پاکستان چلے گئے ۔

حضرت کی پہلی زیارت

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کا نام نامی تو مدرسہ ضیاء العلوم میں اپنے اساتذہ اور خاص طور سے استاذی حضرت اقدس مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہ سے سُنا ۔ پھر جب سہارنپور بغرض تکمیل حاضر ہوئے تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی زیارت ہوئی ۔

سب سے پہلی زیارت کی شکل یہ ہوئی کہ میں کسی ضرورت سے مدرسہ کے دفتر میں گیا تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو دیکھا، ایک سادہ کرتا پہنے ہوئے تھے جس کا رنگ زرد تھا غالباً ڈوریا کا ہوگا ۔ لیکن بات چیت نہیں ہوئی ۔ بات چیت تو بیماری کے وقت ہوئی ۔

اس کی ابتداء میں تردد ہے کہ پہلے وہ واقعہ پیش آیا جو اوّلاً لکھا گیا یا دوسرا واقعہ جو لکھ رہا ہوں ۔

وہ تو بہت پکا تھا تو تو بہت کچا ہے

ہمیں جذبہ پیدا ہوا کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے دعا کروانی چاہئے ۔ حضرت مغرب کے بعد طویل نوافل پڑھتے تھے، ہم بیٹھ گئے ۔ ایک

صاحب نے غالباً بیعت کی درخواست دے رکھی تھی۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے سلام پھیرا اور فارغ ہو کر فرمایا:

"آ بھئی۔"

ہم نے سمجھا کہ شاید ہمیں بلا رہے ہیں۔ ہم آگے بڑھ گئے۔ حضرت نے فرمایا:

"تو نہیں۔"

ہم بلبلا کر رو پڑے۔

بہرحال پہلے حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ان صاحب کی ضرورت پوری کی اس کے بعد احقر کا ہاتھ پکڑا اور ساتھ لیکر کچے گھر چلے اور حال پوچھتے رہے اور بیماری کا تذکرہ کرتے رہے۔ حضرت نے پوچھا کہ:

"تو کہاں سے پڑھ کر آیا؟"

میں نے عرض کیا مدرسہ ضیاء العلوم مائی کلاں سے۔ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا:

"کس سے پڑھا؟"

عرض کیا حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب سے۔ فرمایا:

"وہ تو بہت پکا تھا تو تو بہت کچا ہے۔"

اس کے بعد حضرت نے برف کا ٹھنڈا پانی جس میں عرق کیوڑہ ملا ہوا تھا نوش فرمایا اور کچھ بندہ کے لئے بچا دیا۔ مگر زیادہ آنا جانا نہیں رہا۔

دستر خوان پر اکرام

اصل جان پہچان اس وقت ہوئی جب بندہ کا قیام دفتر میں ہوگیا۔

رمضان شریف میں مَیں اپنی سحری الگ کھا لیتا تھا۔ ایک رات خواب دیکھا کہ مولانا اکرام الحسن صاحب مرحوم والد ماجد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب امیر جماعت تبلیغ نظام الدین دہلی بندہ کی طرف متوجہ ہیں اور کچھ بات کر رہے ہیں۔

اسی رات میں سحری میں حضرت نے بلوایا ـــــ اور جب کوئی اکرام کی صورت ہونے والی ہوتی تو مولانا اکرام صاحب کو دیکھا کرتے تھے ـــــ بہرحال حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے بلوا کر فرمایا کہ:

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو تنہا ہی سحری کھا لیتا ہے۔ دیکھ! سحری ہمارے ساتھ کھا لیا کر اور اپنی سحری مولوی نصیر کو دے دیا کر۔"

اور پھر فرمایا کہ:

"سحری کھا لی؟"

میں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا:

"اور کھائے گا؟"

عرض کیا میں تو کھا چکا ہوں۔ فرمایا:

"اور کھانے پر بھی تو کھایا جاوے ہے؟!"

ہم بیٹھ گئے۔ اس کے بعد روزانہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے دستر خوان پر سحری میں حاضر ہو جاتے۔

اس زمانہ میں حضرت کے سحری میں پلاؤ کے ساتھ گھی لگی ہوئی روٹیوں کا دستور تھا۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ایک مرتبہ پوچھا:

"گھی چپڑی روٹی مل گئی؟"

میں نے عرض کیا جی ہاں۔ حضرت نے پوچھا:

"کتنی آئی؟"

میں نے عرض کیا ایک۔ حضرت نے دوسری سرکا دی۔ اس کے بعد سے ہمارے لئے دو کا دستور ہوگیا۔

٭ ٭ ٭

دلچسپ بحث

ایک مرتبہ دیر سے پہونچا اور حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ایک گستاخانہ بحث بھی کی جس کا افسوس اب تک ہے۔ حضرت نے پہونچتے ہی فرمایا کہ:

"جگہ خالی نہیں بیٹھ جا۔"

میں نے کہا بیٹھ کر کیا کروں گا؟ فرمایا:

"قل ہو اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کر۔"

میں نے پوچھا کسے؟ فرمایا:

"مجھ کو۔"

عرض کیا زندوں کو؟ فرمایا:

"تو نے مشکوٰۃ شریف نہیں پڑھی؟"

عرض کیا پڑھی تو ہے۔ فرمایا:

"مسجد عشار والی روایت نہیں پڑھی؟"

عرض کیا پڑھی تو ہے۔ پوچھا کہ:

"کہاں ہے؟"

میں نے عرض کیا مشکوٰۃ کتاب الفتن میں ـــــ یہ روایت مشکوٰۃ کتاب الفتن باب الملاحم کی فصل ثانی میں ہے ـــــ حضرت نور اللہ مرقدہٗ بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

"مولانا سید سلیمان ندوی اس حدیث پر میرے معتقد ہو گئے۔"

فرمایا:

"ایک مرتبہ سید صاحب تشریف لائے۔ انہوں نے یہ حدیث معلوم کی۔ میں نے کہا ابوداؤد میں ہے۔ سید صاحب نے پوچھا کہ کہاں

ہے؟ میں نے کہا کتاب الملاحم میں۔ اور پھر کتاب منگا کر دکھا بھی دی۔"

تزکیہ کی طرف عدم التفات

ابتداءً بالکل بچپن میں تو بیعت کا رجحان تھا لیکن بعد میں بعض وجوہات سے یہ خیال نکل گیا۔ اور یہی نہیں بلکہ کچھ اس کی اہمیت ہی نہیں رہی تھی۔ حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب مدظلہ نے بعض خطوط میں ناراضگی کا اظہار بھی کیا اور لکھا:

"تزکیہ ضروری ہے۔"

لیکن اس وقت کتابوں کی طرف غیر معمولی رجحان تھا، ادھر بالکل التفات ہی نہیں ہوا بلکہ ایک مرتبہ جب حضرت نور اللہ مرقدہٗ اپنے دار التصنیف میں تشریف فرما تھے اور حسب معمول حاضر ہوا تو تھوڑی دیر کے بعد سوال کیا کہ:

بیعت ہونا ضروری ہے؟

حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا:

"بالکل نہیں۔"

پھر ایک زمانہ گزر گیا اور بہت سے لوگ بیعت کی طرف توجہ دلاتے تھے، جیسے مولانا منور حسین صاحب، مولانا عبد الجبار صاحب۔ اور بعض اصرار کرتے تھے جیسے صوفی انعام اللہ صاحب۔ مگر کچھ التفات ہی نہ تھا۔

بیعت میں انقیاد ضروری ہے

اچانک رمضان ۱۳۸۶ھ کے عشرۂ اخیرہ میں خیال پیدا ہوا اور بہت زور سے۔ حضرت نور اللہ سے عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا:

"بیعت میں انقیاد اور عدم تنقید ضروری ہے استخارہ کر لے۔"

میں نے عرض کیا حضرت! میں نے دعا کی ہے ـــــ اس زمانہ میں اپنی دعا پر بڑا اعتماد تھا ـــــ مگر حضرت نے فرمایا کہ:

"استخارہ کم از کم تین مرتبہ اور رات گزارنا اور سونا ضروری نہیں۔"

منامی بشارت

تیسرے استخارہ میں خواب دیکھا مولانا اکرام صاحب فرما رہے ہیں کہ:

"مدرسہ قدیم آجاؤ آباد ہو جائے گا۔"

ہمارا قیام اس زمانہ میں دار الطلبہ قدیم میں ہو چکا تھا۔ حضرت نے سُنکر فرمایا کہ:

"یہ خواب امید افزا ہے۔"

خصوصی بیعت

۱۹، ۲۹ یا ۳۰ تاریخ کو ظہر کے بعد اپنے خلوت خانہ میں طلب فرما کر بیعت فرمایا۔

میں نے اس سے پہلے عرض کیا تھا کہ حضرت! جب عمومی بیعت ہوتی ہے میں بھی سب کے ساتھ شامل ہو جاؤں گا۔ مگر حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے انکار فرما دیا۔

ایک بات یہ بھی لکھ دوں کہ اس وقت بعض ایسے مشائخ کبار حیات تھے جن سے بندہ کو بہت عقیدت ہے لیکن بیعت میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ ہی کی طرف طبعی رجحان تھا اور عقلاً بھی رجحان تھا نیز یہ بھی کہ حضرت استاد تھے اور بہر قریب تھے۔

قیمتی نصائح

ہر وقت کا پاس رہنا تھا اس لئے خط و کتابت تو ہوتی نہیں تھی، بعض اوقات یونہی بعض پرچے مدینہ طیبہ سے بھجوائے ان میں بعض نصائح لکھیں اور بعض اوقات زبانی نصائح کیں۔

۱۔۔۔ ایک گرامی نامہ میں لکھا:

"جہاں تک ہو سکے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنا اور ظاہر سے زیادہ باطن میں۔"

۲۔۔۔ تیسرے سال بلڈ پریشر کی تکلیف پر تحریر فرمایا:

"ایک بات کا خیال رکھیو کہ اگر بیماری میں زبانی معمولات نہ ہو سکیں تو قلب کو ضرور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھیو اور زبانی معمولات میں درود شریف کو مقدم رکھیو۔ میں نے درود شریف کے بہت فوائد دیکھے۔"

۳۔۔۔ اور یہ تو کئی مرتبہ نصیحت کی کہ:

"کبر سے پورا اجتناب کرنا، اور اپنی نااہلی پیش نظر رہے، اگر کوئی کہے تو اس پر طبعی اثر غیر اختیاری چیز ہے، لیکن برا نہ ماننا چاہئے۔"

اس کا مطلب ہی یہ ہے عقلاً یہ خیال ہو کہ ہم تو بہت گندے ہیں نہ معلوم کتنے عیوب ہیں اس لئے عقلاً برا نہ مانے۔ واللہ اعلم

۴۔۔۔ ایک خط میں یہ لکھا تھا کہ ایک طالب علم بہت اصرار کرتا ہے کہ بیعت کرلوں، حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمایا:

"ضرور کر لو۔ سلسلہ چلانے کے لئے بیعت تو ضرور کرنا مگر اپنی اہلیت کا استحضار رہنا چاہئے۔ اگر نہ کرو گے تو یہ سلسلہ بند ہو جائے گا جو سلسلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چلا آرہا ہے۔"

یہ خط اسٹنگر (جنوبی افریقہ) سے لکھوایا تھا۔

۵۔۔۔ ایک خط میں لکھوایا تھا:

"مدرسہ کے مال میں بہت احتیاط کرنا۔"

۶۔۔۔ نظام الدین میں جب حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے ملاقات ہوئی تو بالکل خلاف توقع معانقہ فرمایا اور فرمایا کہ:

"اخلاص سے کام کرنا۔"

۷۔۔۔ آخری خط جو ۱۲ را اپریل ۸۲ء کا تحریر کردہ ہے، اس میں میرے ایک خط کے جواب میں لکھا جس میں میں نے اپنے امراض کی شدت اور خواب میں

امواتِ و مقابر دیکھنے کا تذکرہ کیا تھا ۔ لکھا کہ :

"اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اور تم کو دونوں کو حسنِ خاتمہ کی دولت سے مال مال کرے، ہر وقت اپنے عمل سے ڈرتے رہنا چاہئے اگرچہ مالک کا کرم بڑا ہے اس کے کرم ہی کا سہارا ہے پھر بھی استغفار کثرت سے کرتے رہنا چاہیئے ۔"

مقرباں را بیش بود حیرانی

بھائی ہم تو حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے سب سے نالائق شاگرد اور ناکارہ و کم فہم مرید تھے اور پھر مدرسہ کے تعلق اور اور معاملات پڑتے تھے اس میں کثرت سے ڈانٹ پڑتی تھی اور پھر حضرت نور اللہ مرقدہٗ ویسے ہی ہو جاتے تھے جیسے پہلے ۔

ہاں ایک آدھ مرتبہ بعض حضرات نے حضرت کو بہت ہی مکدر کر دیا لیکن معاملہ کسی اور ذات کے حوالہ تھا اللہ تعالیٰ نے پھر صفائی کرا دی ۔

اور ہمارا مزاج یہ تھا کہ فضول ہم کسی کام میں پڑتے نہیں اس لئے جب اپنا کام بن جاتا تو پیچھے نہیں پڑتے تھے ۔ ایک عجیب قصہ مجمل لکھتا ہوں لکھنے کے لئے نہیں، بعض حضرات نے شکایت کر کے حضرت کو مکدر کر دیا۔ حضرت ایک رمضان میں رنجیدہ رہے ۔ رمضان تو گزر گیا ۔ اس کے بعد ہم نے ایک پرچہ لکھا جس میں معافی مانگی اور یہ لکھ دیا کہ

"اگر کوئی کام ہو تو میرے حجرہ میں بھجوا دیا جائے مجھے سردی بہت لگتی ہے ۔"

حضرت بہت خوش ہوئے کئی بار دعوت کی ۔

اور رمضان شریف میں جن بعض حضرات نے فقرے کسے اور ستایا وہ آئے اور شرمندہ ہوئے ۔ ہم نے اپنے دل میں کہا کہ ہم حضرت کے شاگرد و خادم ہیں، آپ حضرات کو ان قصوں میں نہ پڑنا چاہیئے ۔ اس کے بعد سے وہ صاحب

تو ہمیشہ کے لئے بحمد اللہ خاموش ہو گئے ۔

عطایا کی بارش

بارہا حضرت نے روپے دیئے ۔ ۸۴ھ کے حج میں پچاس روپے دیئے تھے اس کی نصب الرایہ خرید لی ۔ حج سے آکر پوچھا کہ :

"میں نے چلتے ہوئے تجھے روپے دئیے تھے کچھ تیرے کام آئے ۔"

میں نے عرض کیا کہ میں نے نصب الرایہ خرید لی، تو فرمایا کہ :

"اس کے لئے تو عمر پڑی تھی ۔"

مقصد یہ تھا کہ دوسری ضروریات میں خرچ کرتے ۔

"لامع" کے ختم پر تین سو روپے دئیے جس کی ہم نے مرقاۃ المفاتیح منگوائی ۔

اور متفرق اوقات میں دیتے رہے، کبھی تیس، کبھی پچاس ۔ اکثر پچاس ۔ اور گذشتہ سفر میں دو سو اور اس سفر میں سو دئیے ۔

اور بذل المجہود مکمل، لامع الدراری مکمل، اوجز المسالک مکمل، جزء حجۃ الوداع والعمرات اور مختلف رسائل دئیے ۔ اور جب بندہ کی حاضری مدینہ طیبہ ہوئی تو فرمایا کہ :

"میری کتابوں میں جو پسند کرلے جا ۔"

وہاں اس وقت اردو کتابیں تھیں ۔ ایک کتاب "اللؤلؤ والمرجان فیما اتفق علیہ الشیخان" تھی وہ ہم نے لے لی ۔

حضرت نے اس کے بعد ایک کتاب بھجوائی "ابوہریرۃ فی ضوء مرویاتہ" تالیف ضیاء الرحمن الاعظمی ۔ اس میں ان کی سو روایتیں جمع کر کے اس کے طرق وغیرہ پر کلام کیا گیا ہے اور مستشرقین نے جو ابوہریرہؓ کی کثرتِ روایات پر شکوک و شبہات کئے ہیں ان کی تردید کی ہے ۔

اور تصوف سے متعلق حضرت کی جتنی تالیفات ہیں یا صوفی اقبال نے لکھیں تقریباً سبھی عطا فرمائیں ۔ اور بعض تو بار بار بھجوائیں ۔

ذکر کی تجویز میں توارد

حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت تو ہوگیا لیکن ذکر پوچھنے کی ہمت ہی نہ ہوتی ۔ اپنے امراض کی وجہ سے یہ سمجھتا رہا کہ میرے بس سے باہر ہے اور نہ حضرت نے بیعت کے وقت کچھ فرمایا ۔

ایک مرتبہ رمضان میں از خود اپنے لئے ایک نصاب مقرر کیا یعنی تین تسبیح لاالٰہ الا اللہ کی اور پانچ تسبیحات اللہ اللہ کی ۔ اس کے بعد جب چند روز بعد غالباً عشاء بعد حاضر ہوا تو حضرت نے فرمایا :

" ذکر کرلیا کرو ۔ "

اور مذکورہ بالا نصاب بتایا ۔ بس میں تو سمجھتا ہوں کہ اعتکاف میں حضرت کے ساتھ تھا حضرت کے مبارک قلب کا اثر پڑا جو خود ایک نصاب مقرر کرلیا اور حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے وہی بتلایا پھر معلوم ہوا کہ حضرتؒ مشغول حضرات کو یہی نصاب بتاتے تھے ۔

معمولات میں اضافہ

کچھ دنوں بعد حضرت کے بعض ارشادات کی بناء پر تھوڑا تھوڑا اسم ذات کا اضافہ شروع کیا ، اور سترہ[۱۷] سو تک پہنچادیا ۔ لیکن حضرت نے کم کرنے کو فرمایا اور فرمایا کہ :

" اسم ذات ایک ہزار رکھو ۔ "

یہی اب تک معمول ہے ۔ پاس انفاس کا حکم بار بار دیا اور مراقبۂ دعائیہ بھی بتایا ۔

بس جیسے ہم ہیں ویسا ہی ہمارا ذکر ۔ حضرت کے زمانہ میں اور اب بھی نفی و اثبات واسم ذات کا تو معمول ہے الا یہ کہ مرض یا کوئی شدید مانع ہو باقی اور چیزیں کبھی ہوگئیں

کبھی نہیں ۔

ایک مرتبہ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا جب کہ میں بہت بیمار ہوگیا تھا کہ :

" دل سے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رہے ۔ "

یہ بھی لکھ دوں کہ زیادہ مجاہدہ میرے بس کا نہیں تھا اور نہ ہے ۔ ایک مرتبہ رمضان شریف میں حضرت سے عرض کیا کہ :

" حضرت ! یہ رات بھر کی بیداری میرے بس کی نہیں ۔ "

تو فرمایا کہ :

" سب کو اس کی ضرورت نہیں ۔ "

ایک مرتبہ اعتکاف میں خواب دیکھا کہ حضرت لوگوں کو کچھ تقسیم فرما رہے ہیں ۔ میں اگلے روز حاضر ہوا خواب عرض کیا ، اور عرض کیا :

" حضرت ! اگر بیداری کرنے والوں کو ملے گا تو ہم تو محروم ہو جائیں گے ۔ "

حضرت نے فرمایا :

" نہیں ، انشاء اللہ ۔ "

ایک مرتبہ اعتکاف میں بہت بیمار ہوگیا ، اس زمانے میں کچھ ذکر وغیرہ نہیں کرتا تھا ۔ حضرت نے غالباً بھائی ابوالحسن صاحب یا اور کسی سے کہلوایا کہ :

" اگر اختیاری مجاہدہ نہیں کرتے تو اضطراری کرایا جاتا ہے ۔ "

مگر ہم نے اپنی نالائقی سے کوئی اثر نہیں لیا ۔

ناظم صاحب کی طرف سے خلافت

حضرت اقدس مولانا اسعد اللہ صاحب (سابق ناظم اعلیٰ مدرسہ مظاہر علوم) نور اللہ مرقدہٗ

نے بروز پنجشنبہ ۵ محرم الحرام ۱۳۹۶ھ میں ظہر کے بعد اجازت مرحمت فرمائی جس کا
از خود شہرہ ہوگیا ۔

چونکہ احقر کا بیعت کا تعلق حضرت قطب العالم شیخ الحدیث کاندھلوی ثم المہاجر
المدنی نوراللہ مرقدہٗ سے تھا اس لئے حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت
کے بعد بھی اپنے حضرت نوراللہ مرقدہٗ سے ہی تربیت کا تعلق رہا اور بحمداللہ بالکل کبھی
اجازت کا کوئی خیال بھی نہیں آتا تھا گو اہل اللہ کے ارشاد کی دل میں قدر تھی
اور ہے ۔

حضرت رح کی طرف سے اجازت

پھر جب حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ رمضان شریف کے لئے مدینہ منورہ سے سہارن پور
تشریف لائے تو حسب معمول اعتکاف کیا اور رمضان کے بعد شوال میں مجلس
شریف میں حسب معمول حاضری ہوتی رہی ۔

غالباً ۵ ذیقعدہ تھی ، بروز پنجشنبہ صبح کی مجلسِ ذکر میں حاضر ہوا تو حضرت نوراللہ مرقدہٗ
نے ذکر سے فراغت کے بعد بلوایا اور فرمایا کہ :

" توجبہ کے دن حاجی شاہ جاتا ہے ؟ "

عرض کیا حضرت ! مجھ کو سردی بہت لگتی ہے ۔ حضرت نے فرمایا کہ :

" یہاں آ "

اور چارپائی پر بیٹھنے کے لئے فرمایا ، اور فرمایا کہ :

" میرا ارادہ تین چار سال سے تجھے اجازت دینے کا ہے لیکن
تیرے اندر تکبر ہے ۔ "

میں خاموش رہا اور الحمدللہ حضرت رح کے کہنے پر طبیعت پر ذرہ برابر اثر نہیں ہوا ۔
اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت والا کو حضرت ناظم صاحب کی اجازت کا

علم ہوگیا ہوگا ؟ فرمایا کہ :

" ہاں ! "

میں نے عرض کیا ، حضرت ! میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا کہ حضرت ناظم صاحب نے
کیوں اجازت دی ؟! حضرت رحمہ اللہ نے اس پر کیا ارشاد فرمایا یاد نہیں رہا ۔
پھر فرمایا کہ :

" تجھے میری طرف سے اجازت ہے ۔ "

اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت ! مجھے کچھ دن پیشتر ایک عجیب حالت
طاری ہوئی تھی جیسے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوں اور نماز سے فراغت پر نقص ہی
نقص نظر آتا تھا اور اسی وقت نماز کے بعد استغفار پڑھنے کی حقیقت سمجھ میں آتی ،
اور ایسا ہوگیا تھا کہ اگر کوئی مجھے چارپائی کے سرہانے بیٹھنے کو کہتا تو آنکھوں میں آنسو
آجاتے ۔ اور ایک مرتبہ ایک جگہ لوگوں نے امامت کے لئے کہہ دیا تو آنسو آگئے ۔
لیکن نادانی سے ایک جملہ کہنے پر ساری حالت جاتی رہی ۔ میں نے یہ کہہ دیا کہ :

" جب آدمی ذکر پر مداومت کرتا ہے تو اس کو ہمہ وقت ایک معیت
حاصل ہوجاتی ہے اور اپنی نااہلی کا ہر وقت استحضار ہوجاتا ہے ۔ "

اس میں عجبِ نفس شامل تھا بس ساری حالت کافور ہوگئی ۔

حضرت رح نے فرمایا :

" انشاء اللہ تعالیٰ پھر حاصل ہوجائے گی ۔ "

اب تک تو حاصل نہیں ہوئی لیکن حضرت کی برکت سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ
اس ناکارہ روسیاہ پر نظر کرم فرماویں اور دوامِ حضوری عطا فرمائیں ۔
اس کے بعد حضرت کے یہاں کچھ مہمان آگئے ۔ حضرت نے فرمایا :

" ان کے ساتھ بیٹھ جا ۔ "

ناشتہ کے فراغ پر واپس ہوا تو مدرسہ قدیم کے دروازہ پر پہونچ کر ایسا معلوم ہوا جیسے سینے میں کوئی چیز داخل ہوگئی، اس کی تعبیر الفاظ میں نہیں ہوسکتی، بس ایسا محسوس ہوا جیسے یہ لکیر ۔ اور دل میں ذکر کا ایک شدید شوق پیدا ہوگیا۔ اس کے بعد

خواب میں حضرت مدنی کی زیارت

ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرت معتکف میں ہیں اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ بھی تشریف فرما ہیں حضرت مدنی کا مصلّٰی بچھا ہوا ہے میں اس پر آکر کھڑا ہوگیا۔

حضرت سے اگلے سال عرض کیا تو ایک مصلّٰی عنایت فرمایا۔

میں تو ہمیشہ سہارنپور ہی رہتا تھا، ہاں جب پاکستان حاضری ہوئی تو فرمایا:

"اپنی جگہ کام کرنا چاہئے تھا"۔

مقدمہ مشکوٰۃ لکھنے کی ہدایت

بعض وقت بعض تالیفی امور کی طرف توجہ دلائی مگر اپنے امراض و اعذار نے اجازت ہی نہ دی۔ کچھ رسالے بعض مسائل پر لکھے وہ یونہی ناتمام ہیں۔

ہاں ایک مرتبہ میری مدرسی کے دوسرے سال فرمایا تھا کہ:

"تو اگر مشکوٰۃ کا مقدمہ لکھ دے (جس کا ایک خاکہ میرے ذہن میں تھا اور بعض وقت حضرت سے بھی تذکرہ آگیا تھا) تو میں تجھے مشکوٰۃ شریف دے دوں"

مگر نوبت نہ آئی بلکہ حالات ایسے بنے کہ مشکوٰۃ شریف جلدی احقر کے پاس آگئی، جس کی تفصیل گزرچکی۔

تصنیفی مشورہ طلب کرنے پر فرمایا:

"شروع کردو"

مگر جو مقدر ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔

مدرسہ کے مال میں ہدایت

حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اس پر ہم سب اہل مدرسہ کو بار بار توجہ دلائی کہ اسلاف کرام کے طرز پر رہیں مدرسہ کے بارے بہت احتراز کریں۔ حضرت بارہا فرماتے تھے کہ

"اس میں بے احتیاطی بڑی مضر ہوتی ہے"۔

حضرت کی نماز میں قراءت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ہم کیا پہچان سکتے ہیں؟ نماز و نوافل کا اپنا مشاہدہ یہ ہے کہ گرمی ہو یا سردی یا بارش ہمیشہ مکان سے مسجد مدرسہ قدیم تشریف لاتے۔ فرض باجماعت ادا فرماتے، ایک آدھ مرتبہ عصر کی نماز میں حضرت کو مسبوق بھی دیکھا، چلے تو وقت پر مگر غالبًا بارش کی وجہ سے یہ دیر ہوگئی۔

سنتوں میں طویل قراءت کا معمول تھا۔ ایک مرتبہ میرے پوچھنے پر فرمایا کہ:

"میں دس پارہ سنن و نوافل میں اس طرح پڑھتا ہوں کہ ایک ہی پارہ بار بار دہراتا رہتا ہوں"۔

مغرب کے بعد طویل نفل ہوتی، جب تک قوت رہی کھڑے ہو کر اس کے بعد بیٹھ کر۔

کیفیتِ درسِ بخاری

درس بخاری شریف میں حل تراجم پر خاص زور دیتے، اور ترجمہ میں اگر کوئی مسئلہ مذکور ہوتا اور اس میں اختلاف ہوتا تو حتی الامکان ائمۂ اربعہ کے مذاہب نقل فرما کر ترجمہ جس قول کے موافق ہوتا اس کا اظہار فرماتے۔

گاہ گاہ ترجمہ کی غرض بیان کرنے میں شراح کی مخالفت فرماتے اور جو قول اختیار فرماتے اس کی دلیل ذکر کرتے اور اپنی آراء کو بر بنائے "ایک چکی کے پاٹ" سے

تعبیر فرماتے ۔ ابتداء میں بیان کرتے ہوئے اس تعبیر کی وجہ اختیار کرنے پر بوجھ بجھکڑ کا مشہور قصہ سُناتے ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس تعبیر میں ایک لطیف اشارہ حضرت کے اختیار کردہ قول کے وزن کی طرف نکلتا ہے ۔ چونکہ اس کی مثالیں بہت ہیں اور لامع کے حاشیہ اور تراجم میں تفصیل سے ہوئی ہیں اس لئے ان کو نہیں لکھا جاتا ۔

ترجمہ اور روایت کی مطابقت کا اہتمام فرماتے اور خاص طور سے مقدمہ لامع میں ذکر کردہ ستر اصولوں میں سے جس اصل سے ترجمہ ثابت ہوتا اس کی طرف اشارہ فرماتے، کبھی سکوت بھی فرماتے حسبا وقت واحوال کا تقاضا ہوتا، اس لئے کہ بہرحال تالیف وتدریس کے انداز میں فرق ہوتا ہی ہے ۔

شُرّاح سے اختلاف

کہیں کہیں شراح کرام سے مطالبِ حدیث کے بیان میں بھی اختلاف کرتے جیساکہ :

ابواب الجمعہ میں "باب الجمعۃ فی القریٰ" میں ایک روایت ہے اس کے الفاظ ہیں :

قال یونس کتب رُزیق بن حکیم الی ابن شھاب وانا معہ یومئذ بوادی القریٰ ھل تریٰ ان اجمّع ورُزیق عامل علی ارض یعملھا وفیھا جماعۃ من السودان وغیرھم ورُزیق یومئذ علی ایلۃ فکتب ابن شھاب وانا اسمع یامرہ ان یجمّع یخبرہ ان سالمًا حدثہ ان عبد اللہ بن عمر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ الامام راع ومسئول عن رعیتہ الحدیث

ھل تریٰ ان اجمّع کا مطلب سارے شراح یہ بیان کرتے ہیں کہ مقصد یہ ہے

کہ جہاں میری کاشت ہوتی ہے اور میرے غلام اور ملازمین کام کرتے ہیں کیا میں وہیں جمعہ پڑھ سکتا ہوں ؟ ایلہ میں جمعہ پڑھنے کے متعلق سوال نہیں ہے، اس لئے کہ وہ شہر ہے ۔

لیکن حضرت نے سب کی مخالفت کی ہے اور فرماتے ہیں :

" رزیق بن حکیم کا مطلب یہ ہے کہ میں ایلہ سے دور اپنی زمین میں جہاں کاشت ہوتی ہے ملازمین کے ساتھ رہتا ہوں اور میں ایلہ کا حاکم ہوں تو کیا جمعہ کے روز ایلہ میری حاضری ضروری ہے اس لئے ابن شہاب الزہری نے جواب دیا کہ ہاں حاضر ہونا ضروری ہے اس لئے کہ تم وہاں کے اَمیر ہو اور جمعہ اجتماع وازدحام کا دن ہوتا ہے ہوسکتا ہے کوئی اختلاف ہو یا اور کوئی امر درپیش ہو اس لئے تمہیں وہاں حاضر ہونا چاہئے کیونکہ تم وہاں کے امیر ہو اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا یہی تقاضا ہے آپ فرماتے ہیں الامام راع ومسئول عن رعیتہ تو تم جہاں کے حاکم ہو وہ تمہاری رعیت ہیں لہذا تم ان کے متعلق مسئول ہوگے اس لئے تمہیں وہاں حاضر ہونا چاہئے "۔

واقعہ یہ ہے کہ شراح کرام نے امام بخاری کے ترجمہ کو سامنے رکھ کر اثر کا مطلب لکھا ہے ، وہ جو مطلب حضرت نے لکھا ہے وہی اس اثر کا متبادر مطلب ہے ۔

۲ ـــــ بخاری ص۲ کی روایت :

عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یعرض راحلتہ فیصلی الیھا قلت افرأیت اذا ھبّت الرکاب قال کان یأخذ الرحل فیعدلہ .

ھبّت کی شرح بین السطور میں ھاجت و تحرکت سے کی گئی ہے ۔

حضرت اس کو غلط فرماتے تھے اور اس کے معنی اپنے والد سے نقل فرما کر ذھبت بیان فرماتے ۔ بظاہر یہی معنی مراد ہیں ۔ ہوا چلنے کو عربی میں ھبوب ریح سے تعبیر کیا جاتا ہے ، اسی سے ھبّت فعل ماخوذ ہے اور مسند احمد میں تو صاف ذھبت ہی ہے ۔

لیکن احقر کے خیال میں شراح کے مطلب کی توجیہ ممکن ہے کہ یعنی جب سواریوں میں قرار نہ ہوتا اور ادھر اُدھر حرکت کرتیں تو پالان کو سُترہ بنا لیتے ۔

۳ ــــ بخاری ص۱۰۷ پر ابن مسعودؓ کی روایت میں ھذا کھذ الشعر کا مطلب یہ بتاتے تھے :

" کیا تم نے ایسے جلدی جلدی کاٹ کر رکھ دیا جیسے بال کاٹے جاتے ہیں "۔

اور فرماتے تھے کہ :

" یہ شعر بفتح الشین ہے "

عامۂ شراح شِعر بکسر الشین ضبط کرتے ہیں اور مطلب یہ بتاتے ہیں کہ کیا شعر کی طرح جلدی جلدی پڑھ ڈالا ۔ حضرت فرماتے تھے کہ :

" شعر تو ترنم سے پڑھا جاتا ہے "

لیکن شراح کی طرف سے یہ جواب ہے کہ اگر تغنی مقصود ہوتی ہے تو ترنم ہوتا ہے اور استدلال و نظیر میں پڑھتے ہیں تو جلدی جلدی پڑھتے ہیں ۔

یہاں تک اپنی یاد سے لکھا تھا پھر جو " لامع " دیکھی تو اس میں تو یہی تفصیل ہے جو شراح کی طرف منسوب ہے ۔ ہاں تقریر بخاری میں وہی مطلب ہے جو حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے نقل کیا گیا ہے ۔ اور آخر میں یہ بھی لکھا ہے :

" لیکن مجھ کو اس کی کہیں تائید نہیں ملی "۔

لیکن حضرت نے یہ معنی اپنی کسی تالیف میں جیسے حاشیہ لامع ، تراجم البخاری، حاشیہ البذل ، حاشیۃ الکوکب میں ذکر نہیں فرمایا ۔

۴ ــــ قسامۃ کے مسئلہ میں مشہور ہے کہ امام بخاری اس کے منکر ہیں ۔ حضرت نے ان پر رد فرمایا کہ :

" اگر بخاری قسامت کے منکر ہوتے تو کتاب الدیات میں باب القسامۃ کیوں درج فرماتے ۔ بلکہ امام بخاری قسامت میں قصاص کے قائل نہیں ہیں "۔

حاشیہ لامع لکھا جا رہا تھا ، حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی چھوٹوں کی ہمت افزائی اس کے اجزاء دیکھنے کا احقر کو حکم فرما رکھا تھا ۔ احقر ان ایام میں بیمار تھا ۔ اجزاء آئے تو میں نے حضرت سے کہلوایا کہ :

" حضرت ! امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسئلۂ قسامۃ میں حنفیہ کے ہم خیال ہیں ۔

مسئلہ کی وضاحت یہ ہے کہ قسامۃ میں مدعیان سے ابتداء میں قسم لی جائے گی یا نہیں ؟ ائمۂ ثلاثہ قائل ہیں ، حنفیہ انکار کرتے ہیں ۔ اس لئے کہ بخاری ص۳۴۲ پر اشعث بن قیس کی حدیث میں ہے :

شاھداك او یمینه

حنفیہ کہتے ہیں یہ کلمۂ او مانعۃ الجمع ہے اور مقصود یہ بتانا ہے کہ مدعی کا حق صرف بیّنہ ہے اور مدعیٰ علیہ کا حق صرف یمین ۔ ترمذی میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ہے :

البیّنة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه

سنن بیہقی میں ابن عباس کی حدیث ہے :

البینة علی المدعی والیمین علی من انکر

وقال ابن حجر فی الفتح اسنادہ حسن

ان دونوں حدیثوں میں بھی دونوں جملے مدعی و مدعی علیہ کا الگ الگ حق بیان کررہے ہیں۔

حضرات ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں کہ قسامہ کا ایک مستقل ضابطہ ہے جو قسامت کی حدیثوں میں صاف وارد ہے۔ اس میں پہلے مدعی حضرات سے قسم کا مطالبہ ہے پھر مدعیٰ علیہم سے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر قسامت میں قتل عمد کا دعویٰ ہو تو قصاص ہوگا یا نہیں؟ امام مالکؒ امام احمد کا مذہب اور امام شافعی کا قول قدیم یہ ہے کہ قصاص لیا جائے گا۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب اور امام شافعی کا قول جدید بھی یہ ہے کہ ہر صورت میں دیت (یعنی خونبہا) واجب ہوگی۔

امام بخاری دونوں مسئلوں میں حنفیہ کے موافق ہیں۔ باب القسامۃ منعقد فرماکر حنفیہ ہی کے دلائل ذکر فرمائے۔ ترجمہ کے بعد متصلاً یہی فرماتے ہیں:

قال الاشعث بن قیس قال لی النبی صلی اللہ علیہ وسلم شاھداك او یمینه وقال ابن ابی ملیکة لم

اور پھر ایک حدیث مرفوع لائے ہیں جس میں صرف دیت کے استحقاق کا ذکر ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بخاری قسامت میں یمین المدعیین کے قائل نہیں ہیں۔ اور قصاص کے بھی منکر ہیں۔ یہی حنفی مسلک ہے۔

البتہ ایک چیز قابل غور ہے، وہ یہ کہ امام بخاری نے جو روایت ذکر کی ہے،

اس میں اگرچہ مدعی سے یمین کی ابتدا کا ذکر نہیں ہے لیکن یمین مدعیٰ علیہ کے انکار کی صورت میں یمین مدعی کا ذکر ہے۔ حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

قال أترضون نفل خمسین من الیهود ما قتلوه فقالوا ما یبالون ان یقتلونا اجمعین ثم ینفلون قال أفتستحقون الدیة بایمان خمسین منکم قالوا ما کنا لنحلف

الا یہ کہ یہ کہا جائے کہ یمین مدعی من باب رد الیمین علی المدعی بعد حجة المدعی علیه الیمین ہے۔

بہر صورت اگر باب کے الفاظ اور ابتداءِ روایت پر نظر ہو تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حنفیہ کے ہم خیال ہیں اور اگر پوری روایت پر نظر ہو تو بخاری کا مسلک سب سے الگ معلوم ہوتا ہے۔

جمع بین الروایات میں شراح سے اختلاف

روایات مختلفہ میں جمع کرنے میں بھی حضرت شراح سے بسا اوقات الگ چلتے تھے۔ اس کی بہت سی مثالیں ہیں جو اوجز المسالک میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

انہیں میں سے ایک یہ ہے کہ غسل جمعہ میں روایات مختلف ہیں۔ بعض میں:

جاء احدکم الجمعة فلیغتسل ——— ہے

اور بعض میں:

غسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم

اور بعض میں:

حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعة ایام یوما یغسل فیه رأسه وجسده ھ

اور یہ سب روایات صحیح بخاری کی ہیں۔

اب ائمہ میں یہ اختلاف ہے کہ جمعہ کا غسل سنۃ الصلوٰۃ ہے یا سنۃ الیوم۔ جمہور اول کے قائل ہیں، داؤد ظاہری، محمد بن الحسن، قاضی ابو یوسف ایک روایت میں ثانی کے قائل ہیں۔ فریق اول روایت اولیٰ سے استدلال کرتا ہے اور روایت ثانیہ کی توجیہ کرتا ہے کہ چونکہ غسل جمعہ یوم الجمعہ میں ہوتا ہے اس لئے یوم کی طرف اضافت کر دی گئی۔ وسیع کلام ہے جو شروحِ حدیث میں مذکور ہے۔

ہمارے حضرتؒ کی رائے ہے کہ یہ الگ الگ مستقل غسل ہیں۔ غسل الصلوٰۃ، غسل الیوم، غسل الاسبوع۔ اگر جمعہ کی نماز سے پہلے متصلاً غسل کر لیا جائے تو تینوں حاصل ہو جائیں گے، اگر بعد میں کیا تو غسل الصلوٰۃ حاصل نہیں ہوتا اور اگر کسی اور دن کیا تو صرف غسل الاسبوع ہوگا۔

*****

حضرت مولانا قاری عبد المعید صاحب سنبھلی

مدفیوضہم

میں نے بچند وجوہ دو سال ہوئے کہ مسجد کھو کھا بازار سے استعفیٰ دے دیا ہے اس لئے میرا پتہ اب وہ نہیں رہا، اور بعد ماہ صیام مبارک میں علیل ہو کر مع اہل و عیال کے وطن چلا گیا اور یہاں کا مکان بند رہا۔ وطن کا پتہ مسجد کے نئے اسٹاف کو معلوم نہیں تھا اور یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ میں اتنی طویل مدت تک وطن رہوں گا۔ وہ لوگ میری ڈاک یہاں مکان کے دروازہ سے اندر ڈلواتے رہے۔ ادھر حاجی یعقوب صاحب مرحوم کے بعد وہاں بھی کوئی حساس اور ذمہ دار نہیں رہا۔ مرحوم تو بڑی ذمہ داری کے ساتھ ڈاک وغیرہ کا انتظام رکھتے تھے۔ جب میں کئی ماہ علیل رہنے کے بعد ابھی اسی ماہ یہاں پہنچا، پلندہ کا پلندہ ڈاک کا ملا جس میں سوالنامہ اور آپ دونوں حضرات کے گرامی نامے ملے، پڑھکر نہایت مسرت اور خوشی آپ حضرات کے مبارک اقدام سے ہوئی، ساتھ ہی اپنی بدقسمتی پر افسوس بھی ہوا کہ آپ حضرات کو بھی تکلیف میں پڑنا پڑا۔ اور اب میں کیا لکھوں کیا نہ لکھوں، کیونکہ پروگرام تکمیل کو پہنچ گیا ہوگا۔ مگر پھر بھی احتیاطاً لکھنے کا عزم کر لیا کہ "کل اھر

"مرھون بادقات تھا" کے تحت ایسا بھی ہوجاتا ہے ___ شاید کہ تحریر کارآمد ہوسکے ✻

مولانا عبدالوحید سنبھلیؒ

میں بے حال و بد حال اپنے حالات کیا لکھوں، اپنے بارے میں کچھ لکھنے سے قبل بہتر ہے کہ اپنے قبلہ وکعبہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر تذکرہ کردوں۔

میرے والد صاحب قبلہ حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلیؒ دیوبند سے حضرت شیخ الہندؒ سے دورہ پڑھ کر فارغ ہوئے اور حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ حضرت نہایت شفقت فرماتے تھے۔ ایک بار خانقاہ امدادیہ کے لئے مدرس کی ضرورت ہوئی تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے والد صاحب کو، جبکہ وہ ریاست مینڈھو ضلع علی گڈھ میں مدرسہ یوسفیہ کے صدر مدرس تھے، تحریر فرمایا:

"خانقاہ کے مدرسہ کے لئے ایک مدرس کی ضرورت ہے جو آپ جیسا جامع ومانع ہو۔"

حضرتؒ نے والد صاحب کو مجاز بنانے کو ارشاد فرمایا تو والد صاحب نے یہ فرماکر معذرت کردی کہ:

"مجھ سے اس کا تحمل نہ ہوسکے گا۔"

ایک بار والد صاحب نے کچھ تاخیر سے خط بھیجا تو جواب تحریر فرمایا کہ:

"آپ عبدالوحید تو تھے ہی وحید بھی ہوگئے۔"

عُمرت دراز باز کہ ایں ہم غنیمت است" یہ خط میرے پاس محفوظ ہے۔

والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظاہر علوم سہارنپور اور ریاست مینڈھو کے مدرسہ مذکورہ میں دونوں جگہ ملاکر تقریباً پندرہ سال رہے۔ ہوتا یہ تھا کہ حضرت اقدس مولانا

خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ العزیز جب نواب لیاقت حسین خاں کو، جو والی ریاست تھے، تحریر فرماتے کہ:

"مولوی عبدالوحید کو مظاہر علوم بھیجدو۔"

تو وہاں چلے جاتے اور جب نواب صاحب حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر کرتے:

"اب یہاں مولوی عبدالوحید صاحب کی سخت ضرورت ہے۔"

تو حضرت وہاں بھیجدیتے۔ اس زمانہ میں حضرت تھانوی کے معتمد صاحبِ "امیر الروایات وارواح ثلثہ" حضرت امیر شاہ خاں صاحبؒ بھی مینڈھو ہی میں مقیم تھے اور وہاں ہی وصال فرمایا۔

تو جب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مظاہر تشریف لے جاتے تو حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے نائب رہتے اور جب حضرت حج کو تشریف لے جاتے تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ کے اسباق پڑھاتے تھے، اسی طرح قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ ورفع اللہ لہٗ ذکرہ کے والد صاحب اساتذہ میں تھے جس کا تذکرہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "آپ بیتی" میں بھی فرمایا ہے اور "اوجز" کے مقدمہ میں رئیس المناطقہ کے لقب سے ملقب فرمایا ہے۔

یہ واقعہ میں نے اس وجہ سے تحریر کیا ہے تاکہ میرا تعلق حضرت سے معلوم ہوجائے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت اقدس احقر فقیر بے توقیر سے انتہائی شفقت فرماتے تھے، ورنہ میری نالائقی اور بے مائیگی میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

والد صاحبؒ کے کمالات علمی واخلاقی اور ذکر دردم اور نظر بر قدم وغیرہ اوصاف کا کیا بیان کروں۔ مظاہر کے اکثر اساتذہ کا بیان ہے کہ جس وقت شمس بازغہ، ملاحسن، میبذی وغیرہ کی تقریر فرماتے تھے تو پورے مدرسہ قدیم میں

معلوم ہوتا تھا کہ شیر دونک رہا ہے ۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبدالرحمن صاحبؒ کاملپوری، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ادریس صاحب کاندھلویؒ، مولانا اشفاق الرحمن صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنیؒ، مولانا منظور خاں صاحب سہارنپوریؒ، مولانا کشمیری صاحبؒ مدرس مظاہر، میرے ماموں حقیقی حضرت مولانا محمد حیات صاحب دامت برکاتہم شیخ الجامعہ جامعہ عربیہ حیات العلوم مراد آباد، یہ سب حضرات وغیرہم منجملہ دیگر اساتذہ کے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیضیافتہ تھے ۔

اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ :

"اگر مجھ سے کوئی شرح جامی دو گھنٹہ روزانہ پڑھے تو تین سال میں ختم ہو۔"

سراجی کے مسائل مناسخہ وغیرہ کا منٹوں میں حل فرماتے تھے ۔ علم ہیئت پڑھانے کے لئے اسطرلاب وکرہ کی حاجت نہ تھی، مٹھی کا کرہ بنا کر سب نشان سمجھا دیا کرتے تھے ۔

اب میں سوالنامہ کا جواب تحریر کرتا ہوں ۔ میں ہرگز اس کے حق میں نہیں ہوں کہ اس کو شائع کیا جائے ۔ والد صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بھی گمنامی کی زندگی گزار گئے میں بھی اسی کا ہم خیال ہوں ۔ مگر آپ حضرات کی شفقت ومحبت واصرار پر تحریر کرتا ہوں اگر شائع فرمانا ہو تو آپ حضرات کو اختیار ہے ۔ اس کا بھی اختیار ہے کہ پورا کا پورا شائع کریں یا حسب ضرورت وگنجائش اقتباس شائع کریں ۔

سپردم بتو مایہ خویش را ؎ تو دانی حساب کم وبیش را

قاری عبدالمعید صاحبؒ کی ولادت وتربیت

احقر کی پیدائش اپنے وطن قصبہ سنبھل سرائے ترین محلہ جھجراں ضلع مراد آباد یوپی

الہند، میں مورخہ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۱۷ء بروز یکشنبہ ہوئی ۔

احقر کا نام حضرت تھانویؒ نے عبدالمعید تجویز فرمایا اور افتخار احمد تاریخی نام رکھا گیا ۔

ایام شیر خواری کا اکثر حصہ سہارنپور میں گزرا اور کبھی کبھی حضرت سہارنپوریؒ نے بھی احقر کو گود میں لیا، ممکن ہے کسی وقت حضرت اقدس شیخ الحدیث قدس سرہ العزیز نے بھی گود میں کھلایا ہو ۔

تعلیم

لیکن تعلیم کی ابتداء مدرسہ یوسفیہ مینڈھو میں ہوئی ۔ اول حفظ کے درجہ میں بٹھایا گیا لیکن ایک دو پارہ سے زیادہ میں نہ چل سکا تو اردو و فارسی ساتھ ساتھ شروع کرائی گئی حتیٰ کہ ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ میں مختصر المعانی کی جماعت میں شامل ہو گیا تو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مینڈھو سے مدرسہ دارالعلوم مئو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڈھ یوپی تشریف لے گئے، احقر بھی والد صاحب کے ساتھ ہی رہا ۔ حتیٰ کہ ۱۳۵۵ھ یعنی بیس سال کی عمر میں دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی ۔ اسی دوران میں فن قرارت میں بروایت حفص اور قرارات سبعہ کی بھی تکمیل کی جس کی اطلاع والد صاحب کو بھی نہیں تھی ۔ امتحان سالانہ میں جب میرا نام اور نتیجہ دیکھا تو والد صاحب قبلہؒ نہایت خوش ہوئے اور بہت تحسین کی کہ مجھے خبر بھی نہ ہونے دی اور یہ کمال حاصل کرلیا ۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قاری کے لقب سے ہی مشہور ہو گیا اور اب تک اسی لقب سے ہی جانا پہچانا جاتا ہوں ۔

تدریس کی ابتداء

والد صاحبؒ کا سایۂ عاطفت اسی سال ۱۳۵۵ھ غرہ رمضان المبارک میں سر سے اٹھ گیا ۔ پھر میں جامع مسجد میرٹھ کے مدرسہ دارالعلوم میں مدرس ہو کر چلا گیا ۔ وہاں ایک سال تک رہ کر مدرسہ منبع العلوم گلاؤٹھی ضلع بلند شہر کے مہتمم صاحب بہت اصرار سے مجھ کو لے گئے ۔

وہاں تقریباً ڈیڑھ سال مدرس رہا۔ پھر مراد آباد آکر کچھ ٹیوشن اور امامت کا مشغلہ رہا۔

تدریس وتصنیف

پھر مدرسہ سعیدیہ شہر شاہجہاں پور یوپی کے مدرسہ میں جس کے صدر مدرس حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب مجاز حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، مدرس ہوکر چلا گیا۔

وہاں رہ کر تدریس کے ساتھ ساتھ ایک رسالہ قراءات سبعہ میں اس طرح مرتب کیا کہ ہر امام اور اس کے ہر راوی کے اصول علیحدہ علیحدہ جمع کئے تاکہ طالب علم کو یاد کرنے میں آسانی ہو۔ اس کا نام "اغاثۃ الظمآن بسبعۃ احرف القرآن" رکھا جو اب تک غیر مطبوع ہے۔ اس طرح کی کوئی کتاب عربی یا اردو میں میری نظر سے نہیں گزری۔

تبلیغی کام میں شرکت اور حضرت کی پہلی زیارت

پھر تقریباً دو سال کے بعد وہاں سے بھی مراد آباد آگیا۔ اور ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں وہاں بڑا اجتماع تبلیغی ہوا جس میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف لائے تھے۔ اس اجتماع سے ایک جماعت کی دہلی سہارنپور ہوتی ہوئی پشاور تک کے لئے تشکیل ہوئی، اس میں احقر بھی شریک تھا۔ یہ جماعت حضرت علی میاں صاحب ندوی اور حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کی سربراہی میں گئی۔

سہارنپور پہنچکر حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے ہوش سنبھالنے کے بعد پہلی بار نیاز حاصل ہوا۔ جب حضرت کو معلوم ہوا کہ احقر حضرت مولانا عبدالوحید صاحبؒ کا ناخلف بیٹا ہے تو بڑا اعزاز فرمایا اور حضرت حافظ عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعارف کرایا اور مجھ سے ایک رکوع بھی دونوں حضرات نے سنا اور حضرت نے مظاہر میں مدرسی کے لئے فرمایا، لیکن میں نے خود کو اتنے بڑے عالیشان

مدرسہ کی خدمت کے لائق نہ پاکر عذر کردیا اور جماعت کے ہمراہ پشاور کی طرف روانہ ہوگیا۔ حضرتؒ سے یہ میری ملاقات تھی۔ مدرسہ کی خدمت سے اگرچہ میں نے معذوری ظاہر کردی تھی لیکن حضرت والا کی عظمت کا سکہ اسی وقت بیٹھ گیا تھا۔

الفرقان کے دفتر میں خدمت اور حضرت رائپوری سے تعارف

پھر ۱۹۴۹ھ کے جون میں بندہ مدرسہ دارالعلوم بمبئی میں مدرس ہوکر آگیا۔ اس سفر بعد بمبئی آنے کے درمیان ۴۵و۴۶ء میں احقر دفتر "الفرقان" بریلی میں حضرت مولانا نعمانی کے پاس دفتری کام پر مامور رہا۔ اس دوران حضرت اقدسؒ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں بریلی دو بار تشریف لائے اور دونوں بار حضرت سے خوب ملاقاتیں ہوئیں۔ اور حضرت رائپوری قدس سرہ العزیز سے بریلی ہی میں تعارف ہوا۔ حضرت بھی والد صاحب کا نام نامی سنکر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا:

"جب تمہارے والد صاحب مدرسہ نعمانیہ لاہور میں مدرس تھے تو میں شرح مائۃ عامل پڑھتا تھا۔"

جو غالباً والد صاحب سے ہی پڑھی تھی۔ اس لئے حضرت کی بھی توجہ احقر کی طرف مبذول رہی۔

تعلق "ارادت" کی ابتداء

حتی کہ جب بمبئی مدرسہ مذکورہ بالا میں آگیا تو ۱۳۶۸ھ ذی الحجہ کے اوائل میں احقر نے بیعت کا ارادہ کیا۔ اس سے قبل اس راہ سے بالکل بے بلد اور بے تعلق تھا نہ کسی سے بیعت ہوا تھا، تو اس کشمکش میں تھا کہ حضرت رائپوری سے بیعت ہوں یا حضرت شیخؒ سے۔ اس سلسلہ میں حضرت والا کو ایک عریضہ ارسال کیا اور حضرتؒ سے بیعت ہونے کی درخواست کی، ساتھ ہی اشارۃً حضرت رائپوری سے بھی بیعت

ہونے کو تحریر کیا۔ اس کا جو جواب حضرت اقدس نے تحریر فرمایا وہ اور اس سلسلہ کے کئی گرامی نامے میرے پاس محفوظ ہیں۔

بہرحال ۱۶ محرم الحرام ۱۳۶۹ھ کو حسب حکم حضرت اقدسؒ بذریعہ تحریر حضرت سے تعلق قائم کرلیا۔

بالمشافہ بیعت

پھر چند ماہ کے بعد ایک سفر میں سہارنپور حاضر ہوا تو حضرت سے پھر بالمشافہ بیعت کی درخواست کی تو حضرت نے بعد مغرب مسجد مدرسہ قدیم کا وقت ارشاد فرمایا۔ بعد نوافل حضرت نے احقر کو قریب بلایا کہ میں حضرت کے پیچھے ہی بیٹھا ہوا منتظر تھا، تو دست مبارک میں میرا ہاتھ لیا اور جس وقت آپ نے بیعتی خطبہ تلاوت فرمایا اور کلمہ شہادت کے الا اللہ پر پہنچے تو احقر کو ایسا محسوس ہوا جیسے فوٹوگرافر کسی کا فوٹو لیتے وقت بٹن دبائے تو بجلی کوندتی ہے، اور اس کے بعد حضرت نے تلقین فرمائی۔ اور احقر کو رائے پور بھیجدیا۔

حضرت رائے پوری قدس سرہٗ نہایت مسرور ہوئے اور احقر کی طرف برابر توجہ فرماتے رہے۔ کھانے کے وقت احقر کو بلا کر اپنے قریب بٹھاتے، اور صبح کو بعد فجر جب آپ نہر کے کنارے کنارے چہل قدمی کے لئے تشریف لے جاتے احقر بھی ساتھ ہو لیتا۔

ذکر یا گھاس کٹائی

تقریباً ڈیڑھ ماہ وہاں قیام رہا۔ ایک روز صبح کی چہل قدمی میں احقر سے ارشاد فرمایا:

"بھائی قاری صاحب! ذکر کرتے ہو تو کچھ محسوس ہوتا ہے یا یوں گھاس سی کاٹتے ہو؟!"

احقر نے فوراً جواب دیا، حضرت! اس راہ میں گھاس سی کاٹنی بھی آجائے وہ بھی بہت ہے۔ حضرت اس بات سے نہایت خوش ہوئے۔

خلافت کی شہرت

جب میرا وقت چھٹی کا پورا ہوا تو حضرتؒ سے رخصت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت نے بخوشی رخصت کی اجازت دے دی اور بندہ پھر سہارنپور ہو کر حضرت کی قدمبوسی کرتا ہوا بمبئی آگیا اور یہاں پہنچکر رائپوری ماحول کا ذکر شغل جاری رہا۔ حتی کہ بمبئی کے احباب میں سے اگر کوئی حضرت اقدس رائپوریؒ سے دریافت کرتا کہ بمبئی میں ہم لوگ کس کے پاس بیٹھا اٹھا کریں یا کچھ معلوم کرنا ہو تو کس سے معلوم کریں؟ تو حضرت احقر کا ہی نام ارشاد فرماتے۔ جس سے بہت سے لوگ خود بخود احقر کو حضرت کا مجاز کہنے لگے اور دہلی کے بھی بعض تبلیغی حضرات بمبئی آتے تو وہ بھی یہی کہتے کہ تم تو ہمارے حضرت رائپوری کے مجاز ہو۔ میں انکار کر دیتا۔ لیکن زبان میں کس کس کی روکتا۔

اسی درمیان میں جب بھی میں دہلی جاتا تو جامع مسجد دہلی میں اکثر و بیشتر حضرت حافظ فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجاز حضرت سہارنپوریؒ سے اور حافظ مقبول احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجاز حضرت مولانا الیاس صاحبؒ سے ملاقات ہوتی تو دونوں یہی فرماتے کہ:

"حضرت شیخ تمہاری طرف بہت متوجہ ہیں وہاں ضرور جانا۔"

اور حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حالانکہ وہاں سب سے بڑی فکر جماعتوں میں جانے کی تھی اور رہے پھر بھی حضرت، پہلے یہ دریافت فرماتے کہ:

"شیخ کی خدمت میں ہو آئے یا کب جاؤ گے؟"

خلافت

بہرحال ایک بار حضرت نے ارشاد فرمایا کہ:

"کوئی بیعت ہونا چاہے تو اس کو بیعت کرلیا کرو۔"

یہ زبانی ارشاد فرمایا اور یہ نصیحت فرمائی کہ:

"اپنے اکابر کے طرز عمل کو نہ چھوڑنا۔"

اس کی تاریخ اور سنہ یاد نہیں مگر اس کی شہرت اتنی ہوگئی کہ ماہنامہ نظام کانپور میں کسی نے شائع کر دیا۔ حضرت کو جب اطلاع ہوئی تو مجھ پر ڈانٹ پڑی کہ تو نے شائع کیوں کیا۔ حالانکہ مجھے خبر بھی نہیں۔ میں نے معذرت لکھ دی کہ میری طرف سے بالکل یہ بات نہ ہوئی۔ اس وقت حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی دامت برکاتہم کانپور ہی میں مقیم تھے۔

حضرت کی شفقت

حضرت کی شفقت و عنایت کے سلسلہ میں ایک بار کا واقعہ یہ ہے کہ ایک روز دوپہر کے کھانے میں ایک صاحب ٹیٹر چڑیوں کے صرف سر ہی سر پکوا کر لائے تو حضرت نے احقر کو بلا کر اپنی بائیں جانب اپنے بالکل متصل بغیر فاصل کے بٹھایا اور میری طرف دو دو تین تین سر بڑھاتے جاتے اور ارشاد فرماتے:

"لو، قاری صاحب خوب کھاؤ"

اور ایک بار آموں کا موسم تھا اور بندہ وہاں حاضر تھا۔ غالباً حضرت مولانا عبدالرحیم و حضرت مولانا محمد یوسف صاحبان مدفیوضہم متالا برادران دورہ میں شریک تھے۔ بعد نماز عشاء میں بھی حضرت کے ہمراہ مسجد سے کچے گھر میں پہنچا تو مجھے ارشاد فرمایا:

"جاؤ قاری صاحب آرام کرو۔"

پیچھے سے متالا برادران کو آم دے کر میرے پاس بھیجدیا کہ اس کو بھی کھلانا تم بھی کھانا۔ دونوں حضرات نے بڑے اعزاز کے ساتھ کاٹ کاٹ کر آم کھلائے۔

ایک مرتبہ دوران سفر حجاز بمبئی میں قیام فرمایا تو ایک صاحب بڑے عالم گجرات کے اپنے بچہ کو حضرت سے قرآن پاک شروع کرانے کو تشریف لائے، اور حضرت سے درخواست کی، تو بعد نماز عصر کی مجلس میں حضرت نے مجھے بلا کر فرمایا:

"اس بچہ کو قرآن شریف شروع کرا دو۔"

مجھے شرم بھی آئی مگر حکم کی تعمیل کے سوا چارہ ہی کیا تھا، چار و ناچار شروع کرایا اور حضرت نے دعا فرمائی۔

اور تقریباً ہر بار جب بھی حضرت کا دوران سفر بمبئی قیام ہوتا احقر ہی کو امام بنایا جاتا۔

ایک بار بمبئی کے احباب میں سے ایک صاحب نے احقر کی معرفت حضرت کو ہدیہ پیش کیا تو حضرت نے یہ فرما کر کہ:

"لو۔ میں بزرگوں سے ہدیہ نہیں لیا کرتا۔"

واپس فرما دیا۔ پھر میں نے عرض کیا کہ فلاں صاحب کی طرف سے ہے۔ تب قبول فرما لیا۔

اکابر ثلاثہ

حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرتؒ کا کیا مقام تھا اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جب کبھی کوئی لحاف یا بچھونا سردی کا حضرت کی خدمت میں کوئی پیش کرتا تو پہلے حضرت شیخؒ کی خدمت میں ارسال فرماتے کہ ایک شب شیخؒ کے استعمال کے بعد استعمال کروں گا۔

اور حضرت اقدس مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت اقدس شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے آپس کے تعلقات کا لطف وہی جان سکتا ہے جو حضرات ثلاثہ کے اجتماع کے موقعہ پر حاضر ہوا ہو کہ ہر سہ حضرات میں سے ہر ایک دوسرے پر ایسا فدا معلوم ہوتا تھا کہ دیکھنے والا یہ محسوس ہی نہیں کر سکتا تھا کہ تینوں میں کون کس مرتبہ کا ہے۔ اور خاموشی کا ایسا سماں بندھتا تھا کہ ع

مرتا ہوں خامشی پر دل ڈھونڈھتا ہے میرا
ایسا سکوت جس پر تقریر بھی فدا ہو

اور جیساکہ حضرت شیخ نے تحریر فرمایا ہے ؎

اگر خلوت میں بیٹھے ہوں تو جلوت کا مزہ آئے
اور آئیں اپنی جلوت میں تو ساکت ہو سخندانی

یا یوں کہئے کہ ؎

جمع ہوگئے اک جا پہ حدوث و قدوم
شب معراج میں ایسا بھی مقام آیا ہے

شاعری کے میدان میں

احقر کو شاعری سے دلچسپی نہیں ہے نہ کسی سے سیکھی ہے البتہ بچپن میں والد صاحبؒ سے علم عروض پڑھتے وقت کچھ سُنی سنائی باتیں یاد ہیں جس کی وجہ سے ایک بار ذکر کرتے کرتے یہ اشعار خود بخود زبان پر جاری ہوگئے یا ذکر کی برکت ہوگی۔ وہ یہ ہیں :

فکر دنیا کر کے دیکھا فکر عقبیٰ کر کے دیکھ
چھوڑ کر اب ذکر سارے ذکرِ مولیٰ کر کے دیکھ
حبِ جاہ و حبِ مال و زر سے کر کے اجتناب
شمع عرفاں سے منور قلب اپنا کر کے دیکھ
قلب تیرا ہوگا روشن معرفت کے نور سے
کچھ ذرا محنت مشقت زاہدانہ کر کے دیکھ
کون کس کے کام آیا کون کس کا ہے ہوا
سب کو اپنا کر کے دیکھا رب کو اپنا کر کے دیکھ

قرآن پاک کی خدمت

میں نے یہاں بمبئی میں تاج آفس پریس کے قرآن پاک کی کئی بار تصحیح کی ہے۔ اس دوران ایک مرتبہ کویت کی وزارت ارشاد و انباء کی طرف سے ہندوستانی مطبوعہ مصاحف

قرآنی پر اعتراض شائع ہوا اور کویت میں ان کا داخلہ ممنوع ہوگیا تو میں نے اس کا جواب بنام دفع الوسواس عن الرسم علیٰ خلاف القیاس لکھا۔ جس کو طبع کرا کر وزارت مذکورہ کو بذریعہ رجسٹری بھیجا جس کا جواب آج تک وصول نہیں ہوا۔ یہ رسالہ میں نے حضرتؒ کی خدمت میں بھیجا تھا تو حضرتؒ نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا اور بہت دعائیں تحریر فرمائیں۔ یہ گرامی نامہ اور اس کے علاوہ بہت سے گرامی نامے مسجد سے علیحدگی کے بعد انتقال مکانی میں ایک پیٹی کتابوں سے بھری ہوئی کے ساتھ مسروق ہوگئے۔

کتابوں کا عطیہ

اب سے چار سال قبل حضرت کی سہارنپور سے روانگی کے وقت احقر سہارنپور موجود تھا تو حضرت نے صاحبزادہ مولانا محمد طلحہ مدفیوضہم کو ارشاد فرمایا کہ اس کو فلاں فلاں کتاب دیدو"۔ جس میں شمائل ترمذی اور محبت اور شریعت و طریقت کا تلازم وغیرہ کئی کتابیں عنایت فرمائیں اور بہت دیر تک دعائیں فرماتے رہے کہ :

"اللہ تمہارے فیوض سے لوگوں کو بہت بہت مستفیض فرمائیں"

وغیرہ اس کے مترادف کئی جملوں میں دعائیں فرمائیں۔

مذکورہ بالا رسالہ کی تین کاپیاں آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہیں۔ میں اب اپنی گزارش ختم کرتا ہوں۔ میرے پاس جو گرامی نامہ بیعت سے قبل کے اور بعد کے موجود ہیں، جملہ مکاتیب ۱۲ عدد ہیں، ایک گرامی نامہ حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی تحریر فرمودہ، سب بھیج رہا ہوں۔ ان میں سے جس کی اشاعت مناسب معلوم ہو یا اس کا اقتباس اس کو شائع کریں۔ اور یہ سب بعد ملاحظہ احقر کو واپس ارسال فرمادیں ممنون ہوں گا۔

میرا وطن کا پتہ تاریخ پیدائش کے بیان میں آچکا ہے۔ اور یہاں کا پتہ حاشیہ پر درج کرتا ہوں۔ والسلام

باقی دعاؤں کی تمام اکابر و احباب سے درخواست ہے۔ نیز تمام احباب و اکابر کی خدمت میں سلام مسنون بھی عرض تعویق و تاخیر حد سے زائد کی معافی چاہتے ہوئے۔

مذکورہ بالا پتہ مضمون کے آخر میں درج ہے ____

اب ایک بات یہ عرض کرنی ہے کہ پہلے عریضہ میں جو میں نے ایک رسالہ "اغاثۃ اللھفان بسبعۃ احرف القرآن" کا تذکرہ کیا ہے اس میں امالہ کے بیان میں چونکہ اوزان فعلی بحرکات ثلثہ کی ضرورت پیش آتی ہے اس لئے اس وزن شعری کے الفاظ قرآنی کو نظم میں جمع کیا ہے۔ آپ حضرات کی دلچسپی کے لئے نقل کر کے تحریر کرتا ہوں

منظومہ:

بیاں سن لے ذرا مجھ سے تو ان الفاظ قرآن کا
کہ جن کا وزن ہے فَعْلیٰ بفتح فا یکم نَجْوٰی
دوم مَرْضٰی سوم مَوْتٰی چہارم کو سمجھ دَعْوٰی
بصدق دل اگر تقوٰی کرو تم کو ملے سَلْوٰی
کسی انسان کو ہرگز قتل کر ظالم نہ بے علت
کہ بس حکم قصاص و انتقام آیا ہے فی القتلیٰ
بھلا کس طرح سے اس قوم کو حاصل ہو جمعیت
نہ جس میں ہو صلاحیت، دل اس کے ہوں بھا شتّٰی
ہوئے یہ آٹھ کلمے ہیں اور نویں کو جانو تم اسرٰی
زیادہ کر برائے حمزہ ان یا تو کمو اسرٰی

اُساریٰ جب پڑھا بصری نے الاسریٰ اے دلبر
سُکاریٰ کو علی حمزہ نے پھر حج میں پڑھا سکریٰ
گروہ عاد کو صرصر نے یکدم کر دیا صرعیٰ
تواتر سے رسول آئے منون جب نہو تتریٰ
حیات جاوداں گر چاہے کر دے جان و تن قرباں
کہ ہے مشہورِ خاص و عام یوں نام نبی یحییٰ
بغاوت سے گریزاں رہ نہ یکدم سرکشی کر تو
کہ اے ناداں! فنا کر دی گئیں قومیں بطغوٰیھا
بضم فا کا بھی تفصیل سے سن ماجرا مجھ سے
ہے یک عُسریٰ میانِ ہر دو یُسریٰ بس فبالبشریٰ
عمل سے زندگی کو کر مزین ورنہ اے غافل
مذکر کو ملے سلویٰ نہ انثیٰ کو ملے قربیٰ
پئے قصویٰ کرے جو ترک دنیا کو ملے عقبیٰ
تو کر حُسنیٰ ملے زلفیٰ پکڑ بالعروۃ الوثقیٰ
گنہ کبریٰ نہ کر سوایٰ کہ ہے یہ ہر طرح سفلیٰ
تاسف اس انساں پر کہ جو ہو طالبِ عسریٰ
کیا موسیٰ نے جب حق کی طرف رُجعیٰ
ملے حق سے انہیں درجے مراتب کے جو تھے علیا
نمازوں میں رہو غافل نہ وُسطیٰ سے مسلمانو!
نہ تم بھٹکو اگر سمجھو مرادِ آیۂ شوریٰ

یہ اُولیٰ اور اُخریٰ کیا ہیں امرِ اعتباری ہیں
حقیقت میں برابر ہیں عمل کر سب پہ اے شیدا

یہ کل تئیس الفاظ ٹھہرے ہیں تین ہیں باقی
ہے سُقیا ایک ان میں دوسرا دُنیا سوم مثلیٰ

بکسرِ فا اگر چاہے تو سُن ان کو بھی اے سائل
یکم اِحدیٰ دوم ضِیزیٰ سوم کو جان تو شِعریٰ

مکیں چرخِ چہارم پر ہیں جو تھے حضرت عیسیٰ
ہے سِیما پانچواں اور ہے چھٹا ذِکریٰ

یہاں اوزان کا ہے خاتمہ بس کر اے دل تو بھی
دُعا کر یہ کہ حاصل گوہرِ مقصود ہو تیرا

فلاحِ دین و دنیا ہو میسر طالبِ حق کو
طفیلِ مصطفےٰؐ شافعِ روزِ جزا حقّا

یہ میں نے اہل علم حضرات کی دلچسپی کے لئے نقل کر دیا ہے۔ معمولات کے پرچہ شجرہ کے پہلے شعر کے بعد میں نے یہ ایک شعر اضافہ کیا ہے ؎

ذکرِ قلبی کن عطا اے قادرِ مطلق مرا ؎ بہر مولانا زکریا صاحب سرّ نبی

اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ تعلیم الدین کے اردو کے شجرۂ امدادیہ میں بھی تین بند اضافہ کئے تھے وہ کتاب بھی مسروق ہوگئی اور اب یاد بھی نہ رہے۔

پتہ

A. Moeed Rome No. 31 3rd floor 281 I.R. Road Bombay 400003 INDIA.

حضرت مولانا فیض الحسینؒ صاحب زید مجدہم

نام فیض الحسین بن عبد اللہ

پتہ محلہ ابو البرکات، متصل جامع مسجد دیوبند۔ ضلع سہارنپور۔ یوپی

ولادت جون ۱۹۲۵ء

بچپن کے حالات اور تعلیم بچپن ہی میں والد صاحب کا اس وقت انتقال ہوگیا تھا جبکہ میں سرکاری اسکول کے پانچویں سال میں پڑھ رہا تھا۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنے لگا۔ یہیں پر قرآن حفظ کیا اور ابتدار سے لیکر دورۂ حدیث تک تعلیم کی تکمیل یہیں پر ہوئی۔ ۱۳۸۸ھ میں دار الافتار سے فتویٰ نویسی کی تعلیم سے فراغت حاصل کی۔

بعد فراغت دار العلوم دیوبند ہی میں مدرس مقرر ہوگیا اور یہ سلسلہ تدریس دار العلوم کے ہنگامہ تک جاری رہا۔

نکاح و اولاد

۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ بروز پیر نکاح ہوا۔ اور اولاد میں الحمد للہ پانچ لڑکے اور ایک لڑکی ہیں۔

بیعت

حضرت مدنیؒ کی وفات کے بعد تک کسی سے بیعت نہیں کی تھی۔ حضرت مدنی سے درخواست کی تھی، طالب علمی کی بنا پر حضرتؒ نے انکار فرما دیا تھا۔

ایک مرتبہ سہارنپور بارادۂ بیعت حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ حاضر ہوا، اور حضرت کے دست مبارک پر بالمشافہ بیعت کی۔ میری بیعت سے پہلے مولانا یوسف تتلا افریقی نے مشورہ پوچھا تھا کہ کس سے بیعت ہونا چاہئے، تو میں نے انہیں حضرت شیخؒ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیا تھا۔ جب وہ بیعت ہو کر آئے تو میں نے اُن سے پوچھا کہ حضرت شیخ کو کیسا پایا تو انہوں نے خوبیاں بیان فرمائیں اگرچہ میں نے بیعت کے لئے شروع ہی سے حضرت ہی کا انتخاب کر رکھا تھا۔

حضرت کی تربیت کے چند واقعات

مشتبہ جگہ ٹھہرنے پر تنبیہ

مجھے ایک واقعہ اپنا یاد ہے کہ جب میں اپنے امراض کی وجہ سے کثرتِ ازدحام مجمع کی وجہ سے عام مہمانوں کے پاس نہیں ٹھہر سکتا تھا تو میں نے ذکر کیا کہ حضرت ٹھہرنا مشکل ہو رہا ہے تکلیفیں ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا:

"بھاگ جاؤ"

میں نے اللہ پر توکل کر کے محلہ مفتی میں جناب حکیم سید محمد یامین صاحب مرحوم کے مکان پر قیام کر لیا، اور یہ قصبے کے بڑے لوگوں میں سے تھے۔ اس کے بعد رمضان کے آخر میں حضرت کو پتہ چل گیا کہ ابھی واپس نہیں ہوا ہے دیوبند تو مجمع میں اُس کونے سے

جہاں بیٹھے ہوئے تھے فرمایا:

"آپ تو بڑی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں"۔

میں نے اپنے بیہودہ پن کی وجہ سے مجمع میں باآواز بلند جواب عرض کیا کہ حضرت! اپنے امراض کی وجہ سے وہاں ٹھہرا ہوا ہوں، آپ نے فرمایا تھا کہ "بھاگ جاؤ" بھاگنے کے لئے تھوڑا ہی آیا تھا۔

اور یہ حضرت کی طرف سے ایک شرعی تنبیہ تھی جس کا علم بعد میں مجھے حضرت ہی کے فرمانے سے ہوا۔ وہ یہ تھی کہ جناب حکیم سید محمد یامین صاحب کے مکان پر جس کمرے میں مَیں ٹھہرا ہوا تھا اس کمرے کی ملک متنازعہ فیہ تھی۔ بائع نے کچھ حصہ مظاہر علوم کو بیچ دیا تھا اور کچھ حصہ حکیم صاحب کو بیچ دیا تھا۔ حضرتؒ نے مجھ سے بعد میں یہ فرمایا تھا کہ:

"بھائی جس جگہ تم ٹھہرے ہوئے ہو اس جگہ میں کچھ حصہ مدرسہ کا ہے اور حکیم صاحب قصبے کے بڑے لوگوں میں سے ہیں اور مقدمہ بھی دائر ہے تم بھی حکیم صاحب سے کہو کہ اس کا فیصلہ کر لیا جائے، اس وجہ سے میں نے تمہیں تنبیہ کی تھی، اب تم مولانا مفتی محمود صاحب سے پوچھ لو اگر وہ اجازت دیتے ہیں تو وہاں قیام کرو مجھے تو کوئی اشکال نہیں"۔

میں نے حضرت مفتی صاحب سے پوچھا، حضرت مفتی صاحب قبلہ نے مجھے وہاں قیام کرنے سے منع فرمایا۔ پھر اس کے بعد میں نے وہاں قیام نہیں کیا۔

غالباً اب اس جگہ کا فیصلہ بھی ہو چکا ہے اور ڈانٹنے کے بعد تو جہات اس سے بڑھ کر کیا ہوں گی کہ شرعی ممنوع کے ارتکاب سے مجھے بچا لیا، شریعت پر عمل کرنا تو عین تصوّف ہے۔

ہدایا

میرے عقد کے بعد جب میری اہلیہ حضرت کے یہاں میرے ساتھ بیعت ہونے کے لئے پہنچی، اور عورتیں بھی ساتھ تھیں۔ تو میری اہلیہ کو ایک پورا جوڑا عنایت فرمایا تھا۔ میری اہلیہ کے پہننے کے کپڑوں میں ہندوستان پاکستان، افریقہ اور حرمین کے متعدد کپڑے بصورت ہدایا موجود ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ قیمتی اور عزیز حضرت ہی کا جوڑا ہے جو ہر سال میں دو مرتبہ دو عیدوں پر پہن لیتی ہیں۔ بظاہر بازاری قیمت کے اعتبار سے بہت معمولی سا کپڑا ہے مگر حضرت کا ہدیہ ہونے کی وجہ سے تمام کپڑوں سے قیمتی اور دلعزیز ہے۔ اور مرتے دم تک اس جوڑے کو اس کا اپنے پاس رکھنے کا ارادہ ہے اسی لئے سال میں دو مرتبہ پہنکر پھر اتار دیتی ہیں۔

اور ایک مرتبہ حضرتؒ نے اجازت بیعت سے پہلے مجھے پاکستانی ٹوپی اپنے دست مبارک سے پہنائی تھی یا میرے ہاتھ میں دی تھی۔ گو وہ ٹوپی میرے پہننے کی عادت نہیں مگر حضرتؒ کا ہدیہ ہونے کی وجہ سے کبھی کبھی پہن لیتا ہوں۔

شرح شمائل پڑھنے کی تاکید

میری تربیت میں حضرت کا خاص انداز یہ رہا کہ اتباع سنت کا اہتمام کیا جائے اس لئے دواماً مجھے جس کتاب کے مطالعہ کی ہدایت کی تھی وہ "شمائل ترمذی شریف" کی شرح اردو "خصائل نبوی" ہے جو حضرت ہی کی تصنیف ہے۔

اور اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ میں نے دو مرتبہ زمانۂ تربیت میں تخلیہ میں حضرت سے بات چیت کی ہے اہم امور کے سلسلے میں جن کو آپ کے آئندہ نوٹ کے جواب میں ذکر کروں گا۔

پہلے تخلیہ میں امور اربعہ میں سے یہ پوچھا تھا کہ ختم اجتہاد پر کیا دلیل شرعی ہے ؟ جو حضرتؒ نے جواب دیا تھا وہ آگے آپ کے نوٹ کے جواب میں آرہا ہے۔

اسی لئے مجھے میرے پوچھنے پر کہ ترمذی شریف کو کیسے حل کیا جائے اس کی کوئی شرح نہیں ملتی ہے، کیا مولانا عبدالرحمٰن صاحب مبارکپوری، جو غیر مقلد ہے، کی شرح کو دیکھ لیا کروں ؟ تو منع کر دیا تھا کہ :

" نہیں، ترمذی شریف کو اختصاراً حل کرنے کے لئے اس کا حاشیہ، اور فیض الباری، لامع الدراری، کوکب الدری کو دیکھا کرو۔ اور تفصیلاً عینی اور فتح الباری سے حل کرو "

ہو سکتا ہے کہ حضرت کو میرے اس سوال پر کہ "ختم اجتہاد پر کیا دلیل ہے ؟" مجھ میں عدم تقلید کے جراثیم کا انکشاف ہوا ہو اس لئے مجھے عالم غیر مقلد مرحوم کی شرح سے استفادہ کرنے سے منع کر دیا ہو۔ اور میرے مطالعہ کے لئے شمائل ہی کو اجازت بیعت سے پہلے دواماً تجویز کر رکھا تھا[1]۔ وگرنہ بعض اوقات دوسرے حضرات کو ان کے مزاج کے مطابق کبھی کسی کی کتاب بتلاتے تھے اور کبھی کسی کی کتاب بتلاتے تھے، جیسے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت کی نوازشات

آپ یہ پوچھتے ہیں کہ معمولات میں زیادتی اور ترقی کیسے ہوئی ؟

یہاں تو موضوع ہی کا علم نہیں اثبات محمول کیسے کروں ؟!

میں نے اصراراً حضرت سے ذکر بالجہر کی اجازت چاہی، مگر حضرت نے اجازت نہیں دی۔ پھر میں نے حضرت استاذی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب سے ذکر کیا کہ حضرت مجھے ذکر بالجہر کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا:

---

[1] کیونکہ قرآن اور حدیث کو، جھک مار کر، غیر مقلد بھی ماننے پر مجبور ہیں۔ قرآن وحدیث کو نہ ماننے سے العیاذ باللہ ایمان خطرے میں آجاتا ہے ۱۲ منہ

"بہت اچھا کرتے ہیں"۔

اور پھر میں چونکہ مریض سوال ہوں، میں مجمع میں بھی سوالات کثرت سے کیا کرتا تھا۔ جس پر حضرت نے ایک مرتبہ فرمایا تھا:

"ارے! یہ تو درسگاہوں کی چیزیں ہیں"۔

اور حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری شیخ الحدیث مظاہر علوم نے مجھ سے کہا:

"حضرت کیسے تمہیں نوازتے ہیں، الٹے سیدھے پوچھتے ہو، حضرت نوازتے رہتے ہیں نہ ڈانٹتے ہیں اور نہ جواب دینے سے انکار کرتے ہیں"۔

میں نے پوچھا کہ حضرت ایک بدنی مرض کے لئے مختلف اور متعدد نسخے یونانی طب میں بھی موجود ہیں اور ڈاکٹری اصول میں بھی موجود ہیں۔ جب ذکر بالجہر کی آپ مجھے اجازت نہیں دیتے تو اس کے بدلے میں کوئی دوسرا طریقہ مجھے تزکیۂ نفس کا فرمادیں۔ حضرت نے برجستہ فرمایا:

"ہاں، ہاں! ضرور، مراقبہ دعائیہ ہے"۔

ایک مرتبہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ حضرت بعض اوقات بدون اختیار فجر کی نماز قضاء ہوجاتی ہے یا جماعت چھوٹ جاتی ہے، تمام دن بے برکتی میں گزرتا ہے وقت میں برکت معلوم نہیں ہوتی ہے۔ حضرت نے برجستہ فرمایا:

"دونوں چیزیں صحیح ہیں گنہگار نہ ہوگا لیکن دن کی خیر و برکت سے محروم رہ جائے گا جیسے کوئی زہر کو بھول کر کھالے اور مرجاوے اسے ملامت نہیں کریں گے کہ تم نے زہر کیوں کھایا مگر زہر کا اثر ظاہر ہو کر رہے گا"۔

ان دو جوابوں سے اور علی میاں کا وہ مقدمہ جو "اکابر کا سلوک و احسان" کتاب ہے اس کے شروع میں لکھا ہے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ

مجدد فی الطریقت کا درجہ رکھتے تھے۔

حضرت کا علمی مرتبہ

"ہر کسے را بہر کارے ساختیم"۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مرشدی وسیدی شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری مولانا زکریا صاحبؒ کو خدمتِ حدیث شریف ہی کے لئے پیدا کیا تھا اور شغف بالحدیث ہی حیات و موت رہی یہاں تک کہ دنیا کو چھوڑ دیا۔

اگر اللہ تعالیٰ کو اجتہادِ مطلق کا کام لینا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ سے اور حضرت گنگوہیؒ سے مطلوب ہوتا تو ائمۂ اربعہ کے مذاہب کو دنیا سے ختم کردیتے تو یہ دونوں حضرات ائمۂ اربعہ جیسا ہی کام کردیتے۔

کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول کو سامنے رکھکر اسی طرح اللہ تعالیٰ کو اجتہاد فی المذہب کا کام لینا حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری سے مطلوب ہوتا تو جن حضرات نے اجتہاد فی المذہب کا کام کیا تھا اُن کے اقوال کو دُنیا سے ناپید کردیتے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری کو ادھر متوجہ کردیتے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب کو اللہ تعالیٰ نے جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ادراک عطا فرمایا تھا اور ذہانت عطا فرمائی تھی اِس کام کو بھی انجام دے دیتے۔ مگر جن کا حصّہ تھا وہ لیکر دُنیا سے چلے گئے، نہ بعد والوں کو ضرورت پڑی نہ ان کو دیا گیا۔

اِتباعِ سُنّت کی تلقین

مجھے بار بار یہ ہدایات ہوتی تھیں کہ شمائل ترمذی کی شرح دیکھنے کے بعد جتنے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ و السلام کے عادات اور افعال ہیں آپ کے افعال مخصوصہ کو چھوڑ کر جو آپ ہی کے ساتھ مختص ہیں مثلاً ختم نبوّت اور تعدد ازدواج۔ الحاصل وہ افعال جو محل اتباع امّت بن سکتے ہیں۔ محبت سب سے رکھو، پسند سب کو کرو، اور عمل ان پر کرو

جن پر کر سکتے ہو ۔ مثلاً جَو کی روٹی کھا کر ہم ضعفاء ہضم نہیں کر سکتے، محبت ضرور ہے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھائی ہے ۔ اور اہتمامِ تہجّد کا ذکر گزر چکا ہے ۔

مراقبۂ دعائیہ

میں اپنی سمجھ اور فہم کے اعتبار سے اپنے قلب کے مرض کے علاج کے لئے سب سے قوی علاج اور مفید ترین ذکر بالجہر سمجھتا تھا ۔ مگر میرے مربّی حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ وہ معالج ماہر تھے اور مجدّدِ فی الطریقت تھے ۔ وہ خوب سمجھتے تھے کہ اس مریض کا معدہ اس دوا کو ہضم نہ کر سکے گا ۔ یہی فرمایا تھا کہ :

"آپ کی صحت مساعدت نہیں کرتی "

اس لئے میرے سوال پر مراقبہ دعائیہ فرمایا تھا ۔

مراقبۂ دعائیہ اہل اللہ کی معروف چیز ہے ، خاموشی سے ایک جگہ بیٹھ کر اپنے قلب کو یکسو کر کے امت مسلمہ کے لئے، اپنے لئے، اپنے اہل وعیال کے لئے دعائے خیر کی جائے ۔ جس کو میں نے صراحتہً یہ پوچھا تھا مثلاً خاتمہ علی الایمان اتباعِ رسول، اکلِ حلال، معاصی سے محفوظ رہنا یہ دعا مانگی جائے گی ؟ فرمایا :

"ہاں ، مگر یہ دعا دل دل میں مانگی جائے "

اگر اس کے علاوہ آپ کے خلفاء میں سے کسی نے دوسرا طریقہ پوچھا ہو یا حضرت کی زبان مبارک سے سُنا ہو جو اس طریقے کے خلاف ہو تو اس کو تعدّدِ طرق پر محمول کیا جائے گا ۔ جو طریقہ میں نے یہاں لکھا ہے اس میں مجھے مثقال ذرہ بھی شبہ نہیں کیونکہ میں نے خود بدون واسطہ پوچھ کر تحقیق کر لی تھی ۔ اور کم از کم پندرہ منٹ ہوتے ہیں حضرت ہی نے فرمایا تھا ۔

خلافت

میری خلافت کا واقعہ یہ ہے ، حضرت سے اجازتِ بیعت سے پہلے متعدد افراد نے مجھے بیعت کی فرمائش کی میں نے

معذرت کی کہ اجازت سے پہلے بیعت کرنا خیانت ہے ، صاف انکار کر دیتا تھا ۔ مگر ایک حافظ صاحب طفیل احمد صاحبؒ موضع لودھی پور شہر سہارنپور کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات ہے کے رہنے والے تھے ۔ جو جانب شمال میں ہے ۔ جنہوں نے بڑے حضرت رائے پوری یعنی شاہ عبدالرحیم رائے پوری کو بھی خوب دیکھ رکھا تھا ، پھر چھوٹے حضرت رائے پوری یعنی حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کی صحبت میں عرصہ تک رہ چکے تھے ۔ یہ میرے علم میں نہیں کہ وہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کے خلیفہ تھے یا نہیں مگر ہمارے سب بزرگ اُن کی بڑی عظمت کرتے تھے ۔ ایک دفعہ میں اُن کی فرمائش کے مطابق لودھی پور اُن سے ملاقات کرنے گیا ۔ اصراراً فجر کی نماز پڑھانے کے لئے مجھے آگے بڑھایا ۔ غائبانہ طریقے پر میرے بارے میں الفاظ مدحیہ بھی کسی کے آگے انہوں نے کہے تھے ۔ اُن کی نواسی کی شادی دیوبند میں ہوئی تھی، وہ یہاں آئے اور مجھے اپنے پاس بلایا ، یہ میری دوسری ملاقات تھی ان کے ساتھ اور انہوں نے مجھے بلایا تھا کہ فیض الحسین کو بلا لاؤ ۔ میرے کندھے پر سفید رومال پڑا ہوا تھا ۔ رومال کا ایک کنارہ میرے ہاتھ میں دیا اور دوسرا کنارہ ایک دوسرے کے ہاتھ دے دیا ۔ مجھ سے کہنے لگے ان کو بیعت کرو ۔ میں نے معذرت کر دی، مجھے اجازت بیعت نہیں ملی ہے میں نہیں بیعت کر سکتا ۔ بہت عمر رسیدہ تھے اور ان کی صورت و شکل سے بھی وجاہت اور تقویٰ منتزع ہو رہا تھا ، اصرار کرتے رہے ۔ میں نے دیکھا کہ نہیں مانتے ہیں تو میں نے اس آدمی کو جس کے ہاتھ میں رومال کا دوسرا کنارہ تھا بعض کبائر کا نام لیکر توبہ کرائی اور اختصاراً سب گناہوں سے توبہ کرائی پھر رومال کا کنارہ اس سے چھڑا لیا ۔ لفظ بیعت میں نے استعمال نہیں کیا کیونکہ میں اس کو خیانت سمجھتا تھا ۔

پھر میں سہارنپور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا ۔ میں نے پوچھا

آپ حافظ طفیل احمد لودھی پور والوں کو جانتے ہیں تو حضرت نے فرمایا:

"میں خوب جانتا ہوں"

میں نے عرض کیا کہ مجھ سے جب بھی کسی نے کہا بیعت کرنے کے لئے تو میں نے معذرت کی کہ یہ خیانت ہے مگر حافظ صاحب کے اصرار پر بعض کبائر سے تفصیلاً اور مبہم طریقے پر سب صغائر و کبائر سے ایک شخص کو توبہ کرادی اور لفظ بیعت کو استعمال نہیں کیا اس کو میں خیانت سمجھتا تھا۔ حضرت نے فرمایا:

"میری طرف سے آج سے تمہیں اجازت ہے، جب کوئی توبہ کرنے کے لئے آئے اس کو توبہ کرادیا کرو۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ میں بہت پہلے تمہیں اجازت دے چکا ہوں"

میں نے عرض کیا مجھے آپ نے اجازت نہیں دی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ:

"آپ کے لئے حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ (شیخ الحدیث دار العلوم سابق) نے سفارش کی تھی"

حضرت مولانا فخر الدین احمد

اس ضمن میں ایک قابل التفات چیز ذکر کرنے لگا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیثؒ کا تقویٰ اور دیانت کس درجے کی تھی وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ (شیخ الحدیث دار العلوم سابق) کو مراد آباد سے بلانے والے بواسطہ حضرت مدنیؒ حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری ہی تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب نے فرمایا کہ:

"حضرت مدنی (مولانا حسین احمدؒ) جب مرض میں مبتلا ہوئے تو حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ نے حضرت مدنیؒ سے فرمایا اپنی موجودگی میں حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کو مراد آباد سے لاکر

دار العلوم دیوبند میں بٹھلادو"

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اور حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کی عظمت حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ اس درجہ کی کرتے تھے کہ ایک دفعہ میں حضرت کے پاس ملاقات کے لئے سہارنپور جا رہا تھا، جمعہ کا دن تھا، اور شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری کے ہاں جمعہ کی عصر کے بعد کا وقت کس قدر قیمتی تھا حضرت کے خلفاء خوب جانتے ہیں۔ دیوبند سے جاتے وقت حضرت استاذی سیدی و سندی مولانا سید فخر الدین احمدؒ نے مجھ سے فرمایا کہ:

"حضرت شیخ الحدیث صاحب سے میرا سلام عرض کر دینا (اور یہ کہا کہ) آج میں فلاں وقت سہارنپور پہنچ رہا ہوں اور پہلے آپ کے پاس آؤں گا، ملاقات کر کے مراد آباد جاؤں گا"

اتفاقاً جو گاڑی کا وقت سہارنپور پہنچنے کا تھا وہ جمعہ کے عصر کے بعد کا وقت تھا۔ میں یہ سمجھا کہ حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کی وجہ سے ڈانٹیں گے تو نہیں مجھے، مگر چہرے پہ حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ کے شکن ضرور پڑے گی میں نے اطلاعاً جا کر عرض کر دیا اور حضرت کے چہرے پر نظر رکھی کہ حضرت کے چہرے پر شکن پڑتی ہے یا نہیں۔ یعنی حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری کے یہاں جمعہ کے دن عصر کے بعد کا وقت بڑا قیمتی ہے، ذکر الٰہی کا وقت ہے، یہ ملاقات اور بات چیت کا وقت ہے ہی نہیں، ناگوار گزرے گا چہرے پر شکنیں پڑیں گی، مگر حضرت نے ہنس کر فرمایا:

"بہت اچھا، حضرت سے کہہ دینا انتظار رہے گا"

اس روز اتفاقاً دار العلوم دیوبند میں شورش ہو رہی تھی، حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ نے اسی وقت مقررہ پر جانا چاہا مگر حضرت مولانا اسعد صاحب نے

روک لیا کہ حضرت شوریٰ کے ختم ہونے کے بعد جاویں، آپ کے جانے کے بعد گڑبڑ ہوگی۔ شوریٰ عشاء کے بعد ختم ہوگئی اور حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ رات کے ایک بجے سہارنپور پہنچے، آگے حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ انتظار میں تھے اور کھانا بھی نہیں کھایا تھا، اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری بخار میں مبتلا تھے۔ حضرت نے رات کے ایک بجے تک بخار کی حالت میں انتظار کیا اور رات کے ایک بجے حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری نے حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب کے ساتھ بیٹھ کر چند لقمے بھی کھائے۔

ضمناً **چند مناقب** حضرت استاذی سیدی وسندی مولانا سید فخر الدین احمدؒ کے یہاں بیان کرتا ہوں۔ جن میں سے ہر ایک ایسی محبت اور عظمت کا سبب بن سکتا ہے۔ صاحب کمال ہی صاحب کمال کو پہچانتا ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ حضرت مولانا فخر الدین احمدؒ سے ایسی محبت کیوں نہ کرتے، بلکہ ضرور کرنی چاہئے تھی۔

حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ نے پچیس ۲۵ دن میں پورا قرآن حفظ کیا تھا۔ ان کے ایک شاگرد سے جو مراد آباد شاہی مدرسہ میں مدرس ہیں میں نے پوچھا تھا کیسا تھا، یاد رہا بھی تھا یا بھول گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا ایسا یاد تھا کہ فجر کی اذان کے بعد مجھے مکان سے اٹھاتے تھے اور مراد آباد کے اسٹیشن تک چلتے ہوئے تفریح میں مجھ سے دَور کرتے تھے۔

حضرت مولانا ضامن حسن صاحب بجنوری کا بیان ہے کہ، جو مبلغ دارالعلوم تھے، کہ ایک زمانہ میں حضرت مدنیؒ جیل میں تھے اور حضرت مولانا سید فخر الدین احمد کو مراد آباد سے دارالعلوم دیوبند بخاری شریف پڑھانے کے لئے بلایا گیا اور ہمیشہ بڑی جگہوں میں بڑا ہی ٹکراؤ ہوتا ہے، حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ نے پہلے تعلیمات سے جا کر اپنی روئیداد سے اپنی فراغت کے نمبرات حاصل کئے اور حضرت

مدنیؒ کے نمبرات حاصل کئے، دارالحدیث میں تخت پر بیٹھ کر یہ فرمایا کہ:

"حضرت مدنیؒ یقیناً بزرگ ہیں تم بھی بزرگ مانو میں بھی بزرگ مانوں، تم بھی بڑے مانو میں بھی بڑا مانوں۔ ہر صورت میں حضرت مدنیؒ کا درجہ مجھ سے بڑا ہے۔ مگر میرے نمبرات یہ ہیں اور حضرت مدنیؒ کے نمبرات یہ ہیں"

اور حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ کے نمبرات حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے زائد تھے۔

ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ خود حضرت مدنیؒ نے دورۂ حدیث کے درس میں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کی ذہانت کو بیان کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ:

"رسالہ میرزاہد کا جب سالانہ پرچہ آیا تو میں نے جواب میں تیرہ صفحات لکھے اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے صرف تین صفحات لکھے نمبرات دونوں کے باون ۵۲ باون ۵۲ تھے"

جس درس میں حضرت مدنیؒ نے یہ فرمایا تھا اس درس سے اٹھ کر اسی وقت طلباء نے کمروں میں آ کر بیان کیا میں نے بھی سُن لیا کیونکہ میں اس وقت ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔

حضرت مولانا سید فخر الدین احمد نے اپنے اور حضرت مدنیؒ کے نمبرات سُنانے کے بعد یہ فرمایا:

"اگر کام کا کوئی سوال ہوگا تو جواب دوں گا اگر بیہودہ سوالات کرو گے تو کان پکڑ کر درسگاہ سے باہر کر دوں گا"

حضرت نے جب سے بخاری شریف کا درس دینا شروع کیا تھا اکسٹھ ۶۱ برس تک مسلسل بخاری شریف کا درس دیا ہے اور باسٹھویں ۶۲ برس کے شروع میں بخاری شریف

شروع کرادی مگر انتقال ہوگیا ۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

انہی مناقب کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ اُن کے ساتھ محبت و عظمت کا برتاؤ کرتے تھے ۔

حضرتِ شیخؒ کا طریقۂ بیعت

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کے میرے سامنے بیعت کے تین طریقے بالمشافہ گزرے ہیں ۔

جب افراد کم ہوتے تھے تو ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کرتے تھے ۔ میری بیعت کا یہی طریقہ ہے ذکر کرچکا ہوں ۔

پھر جب افراد بڑھنے لگے تو رومال کا ایک کنارہ ہاتھ میں رکھا اور دوسرے کنارے بیعت ہونے والوں کے ہاتھ میں دیے ۔ رومال سے کام چل گیا تب، ورنہ ایک چادر ، اس سے بھی کام نہ چلا تو دو چادریں ملادیں ۔

میرے علم کے اعتبار سے تو یقیناً یہ پہلی مجلس ہے کہ بغیر چادر پکڑوائے ہوئے بیعت کردیا تھا ۔

اس کا سبب یہ ہوا تھا کہ دفتر کی مسجد میں دفتر اہتمام میں جہاں حضرت کی مجلس ہوا کرتی تھی وہاں بیعت کے وقت حضرت مولانا سید فخرالدین احمدؒ بھی موجود تھے ، اور بیعت کے وقت یہ اعلان کرایا کرتے تھے کہ بیعت ہونے والے آگے بڑھ کر چادر پکڑلیں اور دوسرے حضرات پیچھے ہٹ جائیں ، اس صورت میں حضرت مولانا سید فخرالدین احمدؒ کو پیچھے ہٹنا پڑتا تھا ۔ اس لئے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سہارنپوری نے خود اپنی زبان مبارک سے ، میں وہاں ہی تھا میرے سامنے ، فرمایا :

" آج آگے بڑھنے کا موقعہ نہیں ہے جو بیعت ہونے والے ہیں اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں اور کلمات جو میں کہلاتا ہوں کہتے جائیں ۔"

اس سے دو چیزیں سمجھ میں آئیں ۔ ایک حضرت مولانا سید فخرالدین احمدؒ کی

عظمت حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ کے دل میں ۔ دوسرے طرقِ بیعت میں توسّع ، کبھی ہاتھ میں ہاتھ دینا اور کبھی چادر کا پکڑنا ، کبھی بدون چادر کے ۔

کمال دیانت وتقویٰ

باوجود اس عظمت کے کہ جو حضرت مولانا سید فخرالدین احمدؒ کی حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ کے دل میں تھی، حضرت کے فرمانے سے ہی مجھے پتہ چلا جب آپ نے یہ فرمایا اجازت دیتے وقت کہ :

"تمہارے لئے مولانا سید فخرالدین احمدؒ نے سفارش بھی کی تھی"۔

قبل از وقت اتنے بڑے انسان کی سفارش کے باوجود بھی اجازت بیعت نہیں دی، یہ کمال دیانت اور تقویٰ تھا حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوریؒ کا ۔ وگرنہ اجازت بیعت مجھے اُسی وقت دیتے بڑے آدمی سفارش کررہے ہیں مجاہدات بعد میں ہوتے رہیں گے ۔

مطالعۂ کتب کی ہدایت

بوقت اجازت حضرت نے کسی خادم سے فرمایا " اکابر کا سلوک اور احسان ایک نسخہ لاؤ "۔ وہ عنایت فرمایا اور فرمایا کہ :

" یہ رسالہ اور اکمال الشیم اور ارشاد الملوک کو مطالعہ میں رکھنا"۔

وقت یکم ذیقعدہ بروز پیر سوا بارہ بجے دن ۱۳۹۶ھ میں اپنے کچے مکان میں عنایت فرمائی تھی ۔ بطور یادگار" اکابر کا سلوک اور احسان" عنایت فرمایا اور بطور نصیحت

مذکورہ بالا تینوں کتابوں کا مطالعہ کرنا فرمایا۔

رمضان میں سہارنپور کی حاضری

مجھے تو اجازت خلافت کے بعد کوئی چیز نہیں فرمائی ، البتہ خلافت سے پہلے میرے امراض کی وجہ سے جن کا میں ذکر کر چکا ہوں اور ان امراض کی وجہ سے میں عام مہمانوں کے پاس نہیں ٹھہر سکتا ہوں حضرت فرمایا کرتے تھے :

" دیوبند ہی میں قیام کر کے کام کرو ، اصل تو کام کرنا ہی مقصد ہے "

مگر حضرت کی محبت بے تاب کر کے بایں ہمہ امراض سہارنپور مجھے لے جاتی تھی اور متعدد رمضان حضرت کے پاس گزارے ہیں۔

مگر جیسی محبت شیخ سے ہونی چاہئے اس سے مَیں نفس امارہ اور شیطان کے حائل ہونے کی وجہ سے کم درجے میں رہا۔ جمعہ کے روز رمضان کے علاوہ جو حاضری دیا کرتا تھا اس میں کبھی حاضر ہوا کبھی نہ ہوا ، حضرتؒ کو ناگوار گزرتا تھا۔ ایک جمعہ کو پہنچا بیر یا کیلے لیکر میں نے کہا حضرت کے لئے یہ لایا ہوں۔ فرمایا :

" ھدایا تو میرے یہاں بہت آتے ہیں تم کہاں رہتے ہو؟ "

مجھے یقین ہو گیا کہ میری غفلت پہ مجھے تنبیہ کر رہے ہیں۔

تصنیف و تالیف

نہ خود حضرت نے کسی کتاب کی تصنیف و تالیف کے لئے فرمایا اور نہ میں نے درخواست کی۔ اس کا سبب کھلا ہوا ہے کہ تصنیف و تالیف کرنا علماء کا کام ہے مجھ جیسا جاہل نہ خود یہ درخواست کر سکتا ہے اور نہ کوئی دوسرا حکم کر سکتا ہے۔

مودودیت سے بیزاری کی تاکید

مودودی جماعت کے مسلک کے خلاف اور اس جماعت سے بیزاری کی تاکید حضرت نے مجھے فرمائی ہے۔

میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ مجھے زمانۂ تربیت میں حضرت کے ساتھ دو دفعہ تخلیہ میں امور مہمہ کی بنا پر بات چیت کرنے کا موقع ملا ہے۔ اس میں پہلے تخلیہ میں مودودی جماعت سے بیزاری کا اظہار فرمایا جس کی تفصیل آپ کے آئندہ نوٹ کے جواب میں لکھ رہا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جس میں رؤیتِ باری تعالیٰ در خواب کی تعبیر کا ذکر بھی آ رہا ہے۔

تدریس و تبلیغ

جس سال میرا دارالافتاء میں داخلہ ہوا اُس سال شروع میں حضرت سے جو پہلا تخلیہ ہوا ہے جس میں امور اربعہ مہمہ کے سوالات کئے گئے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ میرا یہ دارالافتاء کا سال ہے ، میں فارغ ہو رہا ہوں —— دونوں تخلیوں کی تفصیلی گفتگو آگے نوٹ کے جواب میں آ رہی ہے —— کہ میرا مکان ریاست کشمیر میں بارڈر کے قریب ہے ، وہاں کے رہنے والے ہر وقت قرار و فرار میں دائر رہتے ہیں۔ وہاں جم کر کوئی دینی درس گاہ یا دینی کام نہیں کر سکتا ہوں۔ کیا یوپی میں ٹھہر جاؤں ؟ تو حضرت نے فرمایا کہ :

" اپنے وطن سے تعلق برابر قائم رکھنا اور قیام وطن سے دوسری جگہ کر لو کوئی حرج نہیں ہے "

اس پر میں نے اُسی دوران میں یہ عرض کیا تھا کہ اگر میں چلتا پھرتا تبلیغی کام کرتا رہوں ، قطع نظر اس سے کہ میرے امراض چلنے پھرنے سے مانع ہیں ، میرا علم بھول جائے گا۔ تو سخت تاکید سے یہ فرمایا تھا :

" نہیں ، آپ تدریس کریں گے "

ایک دفعہ میں بیمار ہو کر بانس بریلی کا سفر کر رہا تھا حضرت حکیم صدیق احمد صاحب

کے پاس بغرضِ علاج ۔ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمادیں میں بغرضِ علاج بریلی جارہا ہوں ۔ تو حضرت نے کچے مکان میں بیٹھے ہوئے مجمع کے سامنے ٹھنڈا سانس لیا اور فرمانے لگے :

"مقدرات ہیں کہ کوئی پڑھنے والا ہی نہیں ملتا ہے اس دور میں، اور اگر کوئی مل جاتا ہے تو حوادثات میں مبتلا ہو جاتا ہے"۔

نیز میرا زمانہ تعلیم تمام معاصرین میں طویل ہے ۔ نیز میں حضرتؒ سے کثرت سے سوالات عقلیہ اور نقلیہ کرتا رہتا تھا، ان چیزوں کو دیکھتے ہوئے میرے لئے عہدۂ تدریس کو تاکید کے ساتھ ترجیح دی ۔

بمطابق بیان حضرت استاذی جناب مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی دام فیوضہم جب حضرت کے چچا (یعنی بانی تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ) نے حضرتؒ سے فرمایا تھا کہ :

"زکریا! نکلو اور تبلیغ کرو"۔

تو حضرت نے فرمایا تھا کہ :

"آپ مجھے امر فرمادیں تب تو کتابیں کتب خانہ مظاہر علوم میں جمع کردوں اور تبلیغ کے لئے نکل پڑوں، وگرنہ میں اپنے لئے تدریس کو ترجیح دیتا ہوں"۔

اور ظاہر ہے کہ حضرتؒ کی یہ ترجیح اپنی ذات کے لئے، تبلیغی کام کے لئے اکمل اور اعلیٰ ثابت ہوئی ۔ آج روئے زمین پر تبلیغی جماعت حضرت شیخ الحدیثؒ کی تصنیفات ہی سے تبلیغ کر رہی ہے ۔

الحاصل مجھے تدریس کے اوپر مؤکد طریقہ پر مامور کرنا اس سے تبلیغی جماعت کی مخالفت نہیں سمجھ میں آتی ۔ بے شک تبلیغی جماعت بہت بڑا کام کر چکی ہے اور کر رہی ہے ۔

حقوق العباد

اتنا ضرور یاد ہے کہ حضرتؒ حقوق العباد کی بہت اہمیت بیان فرمایا کرتے تھے، مجھ سے خصوصی طریقے پر اس سلسلے میں کچھ نہیں فرمایا ہے ۔

فیوض وعنایات

حضرتؒ کو جب عبادت میں مشغول دیکھا تو ایسا پایا کہ دنیا سے منقطع ہو کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہیں ۔

بخاری کا سبق بھی سنا متعدد مرتبہ، اور مسلسلات میں باقاعدہ اوّل سے آخر تک شرکت کی اور سند بھی مسلسلات کی حاصل کی ۔ اور دوسری کتبِ حدیث کی بھی حضرت سے زبانی منہ حاصل کی، لیکن درس میں نہایت اختصار اور جامعیت پائی، جیسے کہ حضرت شیخ الہندؒ کے درس کے بارے میں سنا ہے ۔

اور دسترخوان پہ جب حضرتؒ کو دیکھا کہ جب مہمانوں کے ساتھ دسترخوان پر شریک ہوا کرتے تھے، تو پہلی مجلس میں بیٹھ گئے اور کھانے میں شریک ہوئے اور فرماتے رہتے تھے:

"جو کھاتا ہے اُٹھتا ہے اور ہاتھ دھوتا رہے"۔

اور چھوٹے چھوٹے لقمے آہستہ آہستہ آخری مجلس تک کھاتے رہتے تھے تاکہ سب مہمانوں کو حضرت کی معیت حاصل ہو ۔

اور جب اصلاح کے لئے بیٹھتے تھے جس میں جس درجے کی کمی پاتے اس پر تنبیہ کرتے تھے خواہ تنصیصاً یا ابہاماً ۔ جب تک مجھے خلافت نہ ملی تھی تو میں حضرت کی مجلس میں سب سے آگے حضرت کے سامنے بیٹھنے کی کوشش کرتا تھا۔ عام خطا ابہاماً یہ فرمایا کہ :

"آپ لوگ آگے بڑھ کر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ حضرت شیخ الہند صاحبؒ اور میرے حضرت (حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ) شیخ الشیوخ بن چکے تھے باایں ہمہ حضرت گنگوہیؒ کی مجلس میں پیچھے چھپے بیٹھے تھے"۔

ایک تو یہ ارشاد سُنا ، اور ایک میرے کثرتِ سوالات پر یہ فرمایا کرتے تھے :

"ارے ! یہ درسگاہوں کی چیزیں ہیں "۔

میں ذکر کر چکا ہوں ۔ یہ دونوں خطاب سُننے کے بعد اپنی زبان پر بھی میں نے پوری پابندی لگادی اور آگے بیٹھنا بھی چھوڑ دیا ، بس پوری مدت قیام میں دو مرتبہ سامنے جاتا تھا ایک شروع میں تاکہ حضرت کو معلوم ہو جائے کہ حاضر ہو گیا ہے اور ایک آتے وقت تاکہ حضرت کو معلوم ہو جائے " اب تک یہاں ہی رہا ہے ۔

اس دوران مجھے اللہ تعالیٰ نے نعمتِ خلافت سے نوازا ہے ۔ البتہ خلافت ملنے کے بعد میرے احباب آگے کی مجلس میں میرے لئے خود ہی جگہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے ، میں اس جگہ پر نہ بیٹھنا کفرانِ نعمت سمجھتے ہوئے وہاں ہی بیٹھ جاتا تھا ۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ شاہی مراد آباد دفتر کی مسجد میں مجلس میں پیچھے بیٹھے ہوئے تھے ۔ تو پیچھے سے بیٹھے ہوئے کچھ سوال کیا تو حضرت نے صراحۃً ان کا نام لیکر فرمایا :

"مولانا عبد الجبار صاحب ! میں تو خود ہی آگے بلا لیتا "۔

یہ صراحۃً تنبیہ فرمائی تھی ۔

اپنے اکابر میں سے ہر ایک کا نام لے لیکر اُن کے فضائل اور کمالات بیان فرمایا کرتے تھے اور اپنی محبت کا اظہار کیا کرتے تھے ۔ میری اپنی فہم کے مطابق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح اور حضرت گنگوہی رح کو مستثنیٰ کرتے ہوئے دوسرے اکابر میں حضرت مدنی رح سے زیادہ محبت معلوم ہوتی تھی ۔

تخلیۂ اوّل کے امور اربعہ

اس نوٹ کے جواب میں اوّلاً تو اپنے دو تخلیوں کی بات چیت تفصیلاً لکھوں گا

تخلیہ اول میں امور اربعہ میں بات چیت کی ۔

امر اول کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے میرے تزکیۂ نفس سے پہلے تو میں کس کی طرف رجوع کروں ، کیا حضرت مولانا مفتی محمود صاحب دام فیوضہم آپ کے خلیفہ ہیں ؟ فرمایا :

" ہاں ، بہت عرصے سے میں ان کو خلافت دے چکا ہوں ۔ آپ کو کسی دوسرے کی طرف مراجعت کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی ۔ اور میرے خلفاء میں سے سب سے بڑھے ہوئے مولوی منوّر حسین ہیں ، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یکسوئی سے لگے رہتے ہیں ۔ ہاں ، آپ کو اختیار ہے جس کی طرف رجوع کریں "۔

باوجود حضرت رح کی صراحت کے کہ حضرت مولانا منور حسین بڑھے ہوئے ہیں اور اس کی وجہ بھی حضرت رح نے فرمادی تھی میں نے پھر بھی یہی کہا کہ میرا ہر صورت میں مولانا مفتی محمود صاحب کی طرف رجحان ہے ۔

حضرت مولانا منور حسین صاحب کے بڑھے ہوئے ہونے کی وجہ تو حضرت شیخ رح نے خود ہی صراحۃً فرما دی تھی اور احقر کے رجحان کی وجہ حضرت استاذی مولانا مفتی محمود صاحب دام فیوضہم کی طرف یہ ہے کہ احقر اندھی تقلید کسی جگہ بھی نہیں کرنا چاہتا ہے ، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عامۃ الناس کے بیعت ہونے میں اور علماء اور طلباء کے بیعت ہونے میں کچھ فرق ہی ہونا چاہئے ، وہ یہ کہ ذرا بھی مجھے شبہ ہو جاتا کسی طریقت کے راستے میں فوراً حضرت استاذی حضرت مولانا مفتی محمود صاحب دام فیوضہم سے پوچھ لیتا ، کیونکہ وہ استاذ تھے ۔ اگر قلب مطمئن نہ ہوتا تو اس پر عمل کرنے سے معذرت کر دیتا ۔

مجھے ایک نقش کی اجازت حضرت مولانا سلطان الحق صاحب بجنوری ناظم

کتب خانہ دارالعلوم دیوبند سے ملی تھی تو اس نقش کو حضرت مولانا سید فخرالحسن صاحبؒ
کو باندھنا تھا۔ نقش تیار ہو گیا، مگر کچھ ایسے اسمار اس میں تھے جن کے معنی میں نہیں
جانتا تھا، جب وہاں پہنچا تو نقش کو بنانا چھوڑ دیا ــــ جنہوں نے مجھے اجازت دی
تھی وہ میرے بڑے محسن اور مشفق ہیں مگر اُن کا علم حضرت تھانویؒ، حضرت سہارنپوریؒ
اور حضرت مدنیؒ کے برابر نہیں تھا ــ لہٰذا حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کے پاس
پہنچا اور عرض کیا کہ اس نقش کی مجھے حضرت مولانا سلطان الحق صاحب سے اجازت
ملی ہے اور حضرت مولانا سید فخرالحسن صاحب کے لئے تیار کر رہا ہوں کیونکہ ان اسمار
کے معنی نہیں جانتا ہوں اس لئے تیار کرنا چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب
نے فرمایا کہ:

"یہ اسمار حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری نقش میں لکھا کرتے
تھے اور یہ باری تعالیٰ کے اسمار ہیں کسی زبان میں عبرانی یا سریانی زبان میں۔"

فوراً میں نے تیار کر دیا، کیونکہ مولانا خلیل احمد صاحبؒ کا علم اس قابل تھا کہ بدوں
کسی تردد کے ان پر اعتماد کیا جائے، وہ خلاف شرع اگر کسی نقش کے تیار کرنے میں
شائبہ بھی ہوتا تو تیار نہ کرتے۔ یہ مشہور ہی ہے ضابطہ "الولد سر لابیہ"
تذکرۃ الرشید میں میری نظر سے یہ عبارت گزری ہے کہ جب حضرت گنگوہیؒ اور
حضرت تھانویؒ میں کسی مسئلے پر خط و کتابت ہوئی تھی تو حضرت گنگوہیؒ نے حضرت تھانویؒ
کے جواب میں یہ لکھا تھا کہ:

"ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں"

کہ بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بیخبر نہ بود زراہ و رسم منزل ہا

تو میں نے پھر پوچھا کہ حضرت دو جواب ہوئے ـــــ پہلے لکھ چکا ہوں کہ میں

مریض سوال ہوں، تھا بھی اور آئندہ بھی بڑوں کے سامنے رہوں گا۔ دارالعلوم میں
ایک سال نورالایضاح میرے ذمے پڑھانے کے لئے کی تو تب بھی پوچھا کرتا تھا اور
ایک سال ہدایہ میرے متعلق تھی تب بھی حضرت استاذی مولانا مفتی محمود صاحب سے
پوچھا کرتا تھا ـــ تو حضرتؒ نے فرمایا کہ:

"ہاں، ہاں! دو جواب ہوئے"۔

میں نے عرض کیا کہ پہلا تو یہ ہے کہ مجھے ضرورت ہی نہیں پڑے گی کسی دوسرے کی طرف
اور دوسرا یہ ہے کہ ان دونوں میں سے جس کی طرف دل چاہے رجوع کر لینا۔ تو
حضرتؒ نے فرمایا:

"ہاں، ہاں!"

مقدرات کا صحیح پتہ نہیں چلتا ہے بیشک کسی دوسرے کی طرف ضرورت نہ ہی حضرتؒ
کے فرمانے کے مطابق، مزید اس کے اور مہر توثیق ایک خواب میں حضرت نے لگادی
جو تخلیہ ثانی کے امور میں لا رہا ہوں۔

امر دوئم کہ ختم اجتہاد پر حضرت! کیا دلیل شرعی ہے؟ ــــ یہ چیز
پیش نظر ہے کہ جس ختم اجتہاد پر گفتگو ہو رہی ہے وہ اجتہاد مطلق ہے۔ کیونکہ یہی سوال حضرت
مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان سے جب وہ دیوبند تشریف لائے تھے تو کیا تھا
تو انہوں نے فرمایا تھا کہ:

"ارے! صغریات میں تو ہر مفتی مجتہد ہوتا ہے اور کبریات منصوصہ ہیں"۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے فرمایا:

"قرآن و حدیث میں کوئی نص قطعی نہیں ہے اس پر۔ مگر اجتہاد کے لئے
کچھ شرائط ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی کتاب عقد الجید کا مطالعہ کرلو"۔

امرِ سوئم: میں نے حضرت سے پوچھا آپ مودودی کے بارے میں خاموش ہیں

حضرت مدنیؒ نے کتابیں لکھی ہیں تو حضرت نے دونوں ہاتھ زمین کی طرف جھاڑ دیئے
اور یہ فرمایا کہ:

"میں مودودی کے سخت خلاف ہوں۔ مجمع میں اعلان کروں گا"۔

اس روز تو مجھے معلوم نہیں کہ مجمع میں اعلان ہوا یا نہیں ہوا کیونکہ میں دیوبند آرہا تھا۔
ویسے دن رات ہی مخالفت کرتے رہتے تھے۔ یہ فرمایا کہ:

"حضرت مدنیؒ نے جو کچھ لکھا وہ میرے کہنے کی وجہ سے لکھا"۔

امر چہارم: حضرت میرا دارالافتاء کا آخری سال ہے، کیونکہ اسی شوال
میں میرا داخلہ ہوا تھا اور جب داخلہ ہوا تو میں سہارنپور ہی تھا۔ حضرت نے فرمایا:

"دریا تو دیکھا نہیں جوتے پہلے ہی اُتار لئے۔ ابھی تو ایک سال افتاء
کی مشق کرنی ہے"۔

میں نے عرض کیا اس کی کیا گارنٹی ہے کہ سال گزرنے کے بعد میں آپ سے مشورہ
لے سکوں گا۔ تو حضرت نے فرمایا:

"پوچھو، کیا پوچھتے ہو؟"

میں نے عرض کیا کہ میرا مکان کشمیر میں بارڈر کے قریب ہے۔ وہاں کے رہنے والے
دن رات پریشان رہتے ہیں، پتہ نہیں یہاں ٹھہرتے ہیں یا کس طرف بھاگنا پڑتا ہے۔
اس حالت میں مَیں وہاں بیٹھ کر کیا دینی کام کر سکتا ہوں؟! رہ گئی یہ بات کہ میں چلتے
پھرتے تبلیغ کا کام کروں، قطع نظر امراض کے جو میرے لئے سفر کرنے سے مانع قوی
ہیں، اس صورت میں میرا علم بھول جائے گا۔ اس پر سخت تاکید کے ساتھ فرمایا تھا کہ:

"نہیں، آپ تدریس کریں گے"۔

اس بارے میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ اس سے تبلیغ کی مخالفت لازم نہیں آتی ہے۔
پھر میں پوچھ کر دیوبند آگیا۔ اور میرے غریب خانے پر حضرت سیدی محمدی

مولانا فخر الدین احمد صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند سابق اور حضرت استاذی
مولانا مفتی محمود صاحب کی دعوت تھی۔ ان دونوں سے بھی یہی عرض کیا کہ دارالعلوم
سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری دام فیوضہم سے قیام کے
سلسلے میں مشورہ لیا ہے انہوں نے فرمایا:

"ایسی حالت میں وطن میں قیام نہ کرو دوسری جگہ ٹھہر جاؤ دین کی خدمت
کے لئے۔ اور وطن سے تعلق اور آنا جانا باقی رکھو"۔

آپ دونوں بھی فرما دیں کہ اب دارالافتاء سے فراغت کے بعد میں قیام کہاں کروں گا؟
تو حضرت شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند (حضرت مولانا سید فخر الدین احمدؒ) نے فرمایا:

"میرا وہی مشورہ ہے بعینہٖ جو حضرت شیخ الحدیث صاحب سہارنپوری
نے دیا ہے"۔

حضرت استاذی مولانا مفتی محمود صاحب نے چند کلمات فرمائے جن کا حاصل
یہ تھا کہ:

"دین کی خدمت اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے تعیین جگہ مطلوب نہیں۔ اور
تدریس کی تاکید آپ کو اس لئے کی ہے کہ خود بھی حضرت شیخ الحدیث صاحب
سہارنپوری نے اپنے لئے تدریس ہی کو اختیار کیا تھا، جب پر آپ کے چچا
بانیٔ تبلیغ (حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ) نے فرمایا تھا:

"زکریا! نکلو تبلیغ کے لئے"۔

تو حضرت نے فرمایا تھا:

"چچا! شیخ بن کر امر فرما دو کہ میں کتابیں مظاہر علوم کے کتب خانہ
میں جمع کر دوں، وگرنہ تدریس کو چھوڑ کر تبلیغ کو اختیار کروں اس
پر مجھے شرح صدر نہیں ہے"۔

توحضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے سکوت اختیار کیا۔"

پھر حضرت مدنیؒ اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ دونوں پہنچے

توحضرت مولانا مفتی محمود صاحب کا بیان ہے کہ:

"حضرت مدنیؒ نے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کو سخت لہجے میں منع فرمایا:

"آپ نے اپنا پورا معاملہ اپنے چچا کے ہاتھ دے دیا تھا اگر وہ

کہہ دیتے آپ تدریس چھوڑ دیتے ؟!"

یہ پورا واقعہ کہ حضرت مولانا الیاس صاحب نے فرمایا اور حضرت شیخ الحدیث صاحب نے یہ جواب دیا، پھر حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوری کا آنا اور حضرت مدنیؒ کا سخت لہجے میں یہ فرمانا کہ آپ نے اپنا پورا اختیار کیوں اپنے چچا کے ہاتھ میں دیا تھا حضرت استاذی مولانا مفتی محمود صاحبؒ نے میرے غریب خانے پر میرے اس مشورہ لینے پر حضرت مولانا سید فخرالدین احمد دام فیوضہم کو سنایا تھا۔ یہی ذریعہ ہے مجھے اس واقعہ کے علم کا۔

تخلیہ ثانی کے امور

تخلیہ ثانی کے اندر امور عشرہ پر بات چیت ہوئی۔ ان امور عشرہ کے اندر ایک میرے شاگرد کا خواب ہے جو میری ذات سے متعلق ہے۔ وہ ایسا اہم خواب بھی نہیں ہے اور نہ سلوک سے کوئی تعلق رکھتا ہے اس لئے اس کو حذف کر کے بقیہ امور تسعہ اس جگہ درج کئے جاتے ہیں۔

بیعت بالمشافہ حضرت کے یہاں تو درجۂ شہرت بلکہ درجۂ تواتر کو پہنچ گئی تھی، بڑے سے بڑے مجمع میں اور چھوٹے سے چھوٹے مجمع میں بیعت بالمشافہ فرماتے رہتے تھے سالکین وغیر سالکین سبھی سنتے رہتے تھے۔ اس کے ذکر کرنے کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

امر اول طریقۂ بیعت بذریعہ خط؛ جو کلمات بیعت کے وقت زبانی کہلائے جاتے ہیں وہ کلمات لکھ کر مُرید بھیجے یہ لکھے میں نے فلاں شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ اور یہ خط شیخ کے پاس بھیجے، شیخ جواب میں یہ لکھ دے کہ میں نے بیعت کر لی ہے آپکی یا تمہاری۔ بس بیعت ہو جاتی ہے اسی طریقے سے۔

امر دوئم بیعت طریقت اور قبول اسلام کے شروع کے کلمات ایک ہی ہیں۔ حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے ہاتھ پر ایک شخص اسلام لایا تھا انہوں نے شروع میں یہی کلمات کہلائے تھے جو آپ بیعت کے وقت کہلاتے ہیں۔ دونوں میں فرق میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ بیعت قبول اسلام کے وقت جتنے کلمات کہلائے جاتے ہیں اگرچہ وہ کلمات خبریہ ہیں لیکن انشاء پر محمول کئے جائیں گے جیسے بِعتُ اِشْتَرَیْتُ وغیرہ ہیں، اور بیعت طریقت میں شروع کے کلمات جو خبریہ ہیں ان کو خبر ہی پر محمول کیا جائے اور بعد کے کلمات عہد ہیں اگر کوئی فرق اس کے علاوہ ہو تو حضرت اپنی زبان مبارک سے فرمادیں۔

جواب؛ یہ فرق صحیح ہے۔ علاوہ ازیں قبول اسلام کے وقت اسلام کے علاوہ دوسرے جملہ ادیان باطلہ سے تبری کرانا ضروری ہے۔

امر سوئم میں سوال ۱۱ کے جواب میں جہاں پوچھا تھا کہ معمولات میں زیادتی وترقی کیسے ہوئی؟ تو میں نے لکھا ہے کہ موضوع ہی کا علم نہیں تو اثبات محمول کیسے کروں۔ معمولات پائے جائیں تب تو اُن کی کیفیت بیان کروں۔ زید کے وجود کا علم ہو تب ہی تو اس کے لئے قیام وقعود ثابت کیا جائے۔

وجود موضوع کا تصور بوجہ ما حاصل کرنے کے لئے سوال سوئم میں کلمہ طیّبہ کے ضرب کا طریقہ ایک دو دفعہ آپ کے سامنے جاری کرنا چاہتا ہوں، حضرتؒ کے سامنے جاری کیا، فرمایا:

"دائیں مونڈھے پر نفی پر جب گردن جائے تو خیال کرے کہ سب
چیزوں کو پُشت کے پیچھے پھینک دیا ہے پھر اِلَّا اللہ یعنی اثبات کی
ضرب قلب پر لگائے۔"

میں نے حضرت کے سامنے ضرب لگائی اور حضرت نے بھی لگا کر دکھائی۔ اور مذکورہ بالا مطلب بیان فرمایا۔

پاس انفاس میں اندر کا سانس لفظ اللہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور باہر کا سانس لفظ ہُو پر مشتمل ہوتا ہے۔ ترجمہ دونوں جز معرفہ ہونے کی وجہ سے یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی ہے۔ ھُوَ کی ضمیر کا مرجع جو ذات قلبِ مومن میں ہے وہ ہے یا کوئی اور مرجع ہے۔ کلمہ طیبہ میں پاس انفاس میں اندر کا سانس نفی پر مشتمل ہوتا ہے اور باہر کا سانس اثبات پر مشتمل ہوتا ہے کیا ٹھیک ہے؟

جواب: مذکورہ بالا طریقے ٹھیک ہیں۔ حضرت نے فرمایا:

"میرے نزدیک سب سے آسان طریقہ اَللّٰہُ پر جاری کرنا ہے اور
ضمیر کا مرجع اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے عہد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر انسان
کے دل میں ہے۔"

امر چہارم: حضرت نے فرمایا تھا کہ "ذکر کو شروع کر کے چھوڑنا مضر ہوتا ہے" میں حسب توفیق آہستہ آہستہ ذکر کرتا ہوں، مراقبہ دعائیہ اور کلمہ طیبہ کے ذکر پر مداومت کرنے والوں کے لئے کم از کم کتنا وقت ہوتا ہے؟

جواب: مراقبہ دعائیہ کے لئے کم از کم پندرہ منٹ ہیں، اور ذکر کی تعداد موجود ہے وہ تعداد جتنے وقت میں پوری ہو جائے۔ مراقبہ دعائیہ کہتے ہیں دل دل میں اپنے لئے اور اپنے متعلقین کے لئے اور پوری امت مسلمہ کے لئے دعائے خیر مثلاً خاتمہ علی الایمان وغیرہ کے لئے دعا کرنا۔

اب ذکر کا طریقہ درج کیا جاتا ہے۔ حضرت نے ایک چھوٹا سا پرچہ مطبوعہ دیا تھا فرمایا تھا کہ:

"اس پرچے میں **ذکر کا طریقہ** درج ہے:
ذکر بارہ تسبیح با وضو قبلہ رو چہار زانو بیٹھے۔ پہلے گیارہ مرتبہ درود
شریف، تیرہ مرتبہ بسم اللہ سمیت قل ھو اللہ پڑھ کر مشائخ سلسلہ کو ایصالِ
ثواب کرے۔ پھر اس کے بعد لا الٰہ الا اللہ دو سو مرتبہ، ہر دس مرتبہ کے بعد
پورا کلمہ مع درود شریف۔ اِلَّا اللہ چار سو مرتبہ۔ اَللّٰہُ اللہ چھ سو مرتبہ۔
اللہ ایک سو مرتبہ۔"

حضرت استاذی مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی دام فیوضہم نے فرمایا:

"تیرھویں تسبیح تکملہ ہے بارہ تسبیح کے لئے۔ مشہور بارہ ہی تسبیح
کے نام سے ہے۔"

امر پنجم: سنا ہے کہ آپ نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں طریقت کے چاروں سلسلے مفصل بیان کئے ہیں اس کا نام کیا ہے؟

جواب: حضرت نے فرمایا:

"میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی البتہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ) نے کتاب لکھی ہے "ضیاء القلوب"
فارسی میں۔"

امر ششم: بیعت طریقت کے مشہور چار سلسلے ہوئے ہیں، یہ اتفاقاً چار ہی مشہور ہو گئے ہیں جیسے کہ مذاہب اربعہ مشہور ہو گئے ہیں یا کوئی خاص وجہ ہے؟

جواب: بالکل مثل مذاہب اربعہ شہرت ہوئی ہے اتفاقاً۔ وگرنہ طریقے اور بھی تھے مگر وہ مشہور نہیں ہوئے ہیں۔

امر ہفتم: بعض حضرات ذکر بالجہر پہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ قرآن کریم میں ذکر بالجہر کرنے سے منع کیا ہے۔ بائیسویں پارے کی ایک آیت ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا الآیہ رکوع ۳

اس کی تفسیر کرتے ہوئے حافظ ابن کثیرؒ نے ایک حدیث تخریج کی ہے:

"اللہ تعالیٰ کو اتنا یاد کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ کہیں۔"

یہ کہنے کی نوبت ذکر بالجہر کی صورت میں ہی بظاہر معلوم ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس اعتراض کا کوئی اور جواب ہو تو وہ بھی اپنی زبان مبارک سے فرمادیں۔

جواب: حضرت نے فرمایا: "یہ جواب کافی ہے۔"

امر ہشتم: مجھے اجازت عنایت فرمانے کے بعد آپ نے ایک دفعہ خواب میں مؤکد طریقے پر یہ فرمایا ہے آپ مدینہ منورہ میں تھے وگرنہ اسی صبح کو آکر ذکر کرتا کہ: آپ مدینہ منورہ تھے۔

"اب کسی دوسرے کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

میرے قلب میں اس کا خطرہ بھی کبھی نہیں گزرا ہے۔ اور اجازت عنایت فرمانے کے بعد تو میرا ایسا کرنا کفرانِ نعمت ہے کہیں آئندہ کے خطرات کا سدِّ باب کیا ہے یا کوئی دوسرا مطلب ہے؟

جواب یعنی تعبیر: توحید فی الطریقت میں ضرورت کہ اپنے شیخ ہی سے تربیت کا تعلق رکھے، عظمت سب بزرگوں کی کرے۔ اسی امر کی خواب میں تاکید کی گئی ہے۔

امر نہم: ایک دفعہ لُعابِ دہن کے لئے درخواست کی تھی آپ نے فرمایا تھا:

"ابھی موقعہ نہیں ہے۔"

مجھے وہ درخواست یاد ہے اپنے آپ کو اس سے مستغنی نہیں پاتا ہوں۔ بلکہ اُس وقت

محتاج تھا اب احوج ہوں بلکہ اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے اور آپ کی عظمت کی وجہ سے ہمت نہیں ہورہی۔

جواب: الحمدللہ تعالیٰ حضرت نے وعدہ معلق پورا کردیا ہے یعنی لُعاب دہن عنایت فرمادیا ہے الحمدللہ علیٰ ذالک۔

ایک دفعہ میرے اصرار پر حضرت شیخ الادب (مولانا اعزاز علی صاحبؒ) نے لعاب دہن عنایت فرمایا تھا۔ مگر چینی کی پیالی یا پرچ میں تھوڑی سی چینی ڈال کر اس چینی پر تھوک دیا تھا اور کہا تھا کہ لیتے جاؤ۔

غایت تقویٰ کی وجہ سے بدوں واسطہ میرے منہ میں لعاب دہن نہ ڈالا تھا۔ بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ چینی لیکر چلے جاؤ وہاں چینی کھانے کی بھی اجازت نہیں دی تھی۔ اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے بدوں واسطہ میرے مُنہ میں لعاب دہن ڈال دیا تھا۔

بدوں واسطہ لعاب دہن دینے سے تقویٰ مانع ہے اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ میں یہ مانع بدرجہ اکمل موجود تھا۔ ان دونوں میں فارق یہ ہے کہ جب شیخ الادب صاحبؒ نے لعاب دہن عنایت فرمایا ہے تو میرے چہرے پہ پوری ڈاڑھی نہیں نکلی تھی۔ یہاں مظنۂ تہمت تھا بدوں واسطہ دینا بلکہ کمال تقویٰ یہ تھا کہ کمرے میں بھی بیٹھ کر چینی نہیں کھانے دی۔ اور حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے جب لعاب دہن میرے مُنہ میں بدوں واسطہ ڈالا ہے تو چہرے پر پوری ڈاڑھی نکلنے کا تو کیا ذکر میری ڈاڑھی بعض سفید بھی ہوئی تھی اور پانچ بچوں کا میں والد بھی بن چکا تھا اس جگہ وہ مظنۂ تہمت نہ تھا۔

ضمناً جو طریقہ میں نے حضرتؒ کا عام سالکین کے ساتھ دیکھا ہے وہ اُن کتابوں کے پڑھنے کے اوقات اور نام مذکورہ ذیل ہیں:

اصلاح سالکین کے لئے رمضان المبارک میں ارشاد الملوک، اکمال الشیم۔

عصر کے بعد فضائل[۳] درود شریف ، فضائل[۴] رمضان مبارک ، اکابر[۵] کا رمضان تراویح کے بعد ۔ ۱۳۹۹ھ کے رمضان مبارک میں مذکورہ بالا کتب کے علاوہ دس بجے دن میں "شریعت وطریقت کا تلازم" بھی پڑھی گئی ہے ۔ ایک دفعہ پھر عشاء کے بعد کا وقت خالی ہوگیا تھا تو دوسری دفعہ بھی "شریعت وطریقت کا تلازم" بعد عشاء پڑھی گئی ہے ۔

مولانا معین الدین صاحب گونڈوی شیخ الحدیث امدادیہ مرادآباد نے اس امر کی تصدیق کی ہے (یعنی مذکورہ بالا کتب کے پڑھنے کے اوقات اور کتابوں کے نام)

حضرت مولانا الحاج ملک عبدالحفیظ صاحب

زید مجدہم

اسم گرامی عبدالحفیظ بن ملک عبدالحق بن ملک سراج الدین ۔

المکتبۃ الامدادیہ ۔ باب العمرہ ۔ شارع المسجد الحرام ۔ مکۃ المکرمہ

فون نمبر ۵۷۴۸۸۰۵ مکتبہ / فون نمبر گھر ۵۷۴۶۵۸۹

ولادت پیدائش ۱۹۴۶ء کے شروع میں شہر امرتسر (مشرقی پنجاب) میں ہوئی ۔ تایا جان ملک غلام رسول صاحب نے اہتمام سے اپنی ڈائری میں اور سب گھر والوں کے ساتھ میری تاریخ پیدائش بھی لکھی ہوئی تھی، مگر تقسیم ہند کے ہنگامے میں غالباً وہ ڈائری گم گئی ۔ البتہ خاندان کے اکثر افراد سے یہ سُنا ہے کہ تقسیم کے وقت میری عمر سوا سال تھی اور رضاعت کا زمانہ تھا ۔

فیصل آباد میں تعلیم چونکہ امرتسر سے ہجرت کر کے فیصل آباد (لائلپور) منتقل ہوگئے تھے لہذا جب عمر تقریباً پانچ سال کی ہوئی تو لائلپور کے مشن اسکول میں داخل کرا دیا گیا کہ وہاں ساری تعلیم ابتداء سے انتہاء تک انگریزی میں ہوتی تھی اور پڑھانے والی سسٹرز ہوتی تھیں جن میں اکثر انگریز تھیں ۔ کچھ ماہ ہی اس اسکول میں پڑھا ۔

بڑوں کا خیال تھا کہ یہاں تعلیم اچھی ہوگی اور بڑا ہو کر ڈاکٹر بنے گا مگر بعد

میں کچھ دینی حمیت والے سمجھ دار دوستوں نے والد صاحب مدظلہ العالی کو متنبہ کیا کہ اس اسکول میں تو آگے جا کر اس بچے کا ذہن خطرے میں پڑ جائے گا تو والد صاحب نے وہاں سے اٹھا کر جونیئر اسکول میں داخل کرا دیا جس کے ہیڈ ماسٹر ایک سابق ڈپٹی صاحب نیک خصلت بزرگ تھے۔ یہاں بھی شاید ایک سال ہی پڑھا ہوگا۔ پھر مکہ معظمہ آنا ہوگیا۔

مشن اسکول میں داخل ہونے سے پہلے ہی گھر میں دادی جان چونکہ محلے کی لڑکیوں کو قرآن شریف وغیرہ پڑھاتی تھیں انہی سے میں نے بھی پورا قرآن شریف ناظرہ پڑھا۔ البتہ بعد میں اسکول کے دوران ایک حافظ صاحبؒ سے ٹیوشن میں قرآن شریف کچھ مدت پڑھا۔ گویا پہلے پڑھے کی تصحیح کی۔

مکہ مکرمہ میں تعلیم

مکہ معظمہ، الموافق ۱۳۷۳ھ کے حج میں والد صاحب اپنے بیوی بچوں کو لیکر آئے، شوال میں مکہ معظمہ پہنچے۔

حج سے قبل و بعد غالباً مدرسہ صولتیہ میں کوئی ہندوستان کے قاری صاحب تھے، ان سے کچھ دن قرآن شریف قراءت سے پڑھا۔

پھر محرم ۱۳۷۴ھ میں المدرسۃ السعدیۃ الابتدائیہ میں دوسری جماعت میں داخلہ لیا اور دوسری، تیسری اور چوتھی یہیں پاس کیں۔ چھٹیوں میں پانچویں جماعت کی کتابیں خارج میں الاستاذ الشیخ عبداللہ حافظ کے ہاں پڑھیں اور میں نے اور میرے ساتھ بھائی خالد بن ضیاء الدین صاحب نے بھی پانچویں کا امتحان دے کر المدرسہ الرحمانیہ میں چھٹی میں داخلہ لیا۔

سال کے بیچ میں یہاں المدرسۃ الفیصلیہ میں منتقل ہو گئے اور المدرسۃ الفیصلیہ سے ہی شہادۃ ابتدائیہ پاس کیا۔

پھر متوسط میں مدرسۃ الزاہر المتوسطۃ میں ساتویں کا داخلہ لیا اور یہیں ساتویں

آٹھویں، نویں (کفارۃ) پاس کیں اور پھر المدرسۃ العزیزیۃ الثانویۃ میں داخلہ لیا۔ یہیں دسویں پاس کی اور گیارھویں القسم الاولیٰ میں قصص تاریخ مضمون لیا اور یہیں گیارھویں اور بارھویں (توجیہی) پاس کی۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ جانے کی تجویز اور تنسیخ

۱۳۸۴ھ کے شروع میں یہ امتحان پاس کیا اور اس میں اتنے نمبر آئے کہ حکومت سعودیہ کے خرچ پہ یورپ یا امریکہ جا کر اونچی تعلیم حاصل کر سکتا تھا۔ چونکہ ہم جماعت اور دوست بھی باہر جا رہے تھے جن میں خصوصاً میرے دوست عدنان کا بھی جرمنی جانے کا ارادہ تھا، اس لئے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا، انہوں نے بہت قیمتی نصائح فرمائے خصوصاً دینداری اور باہر جا کر نیک لوگوں سے تعلق وغیرہ کی بہت تاکید فرما کر اجازت دے دی اور میں نے درخواست بھی ریاض بھجوا دی۔

کچھ دنوں کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی (یکے از خلفاء حضرت شیخ قدس سرہٗ) کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے تعلق و محبت کی بناء پر والد صاحب کو بہت زور دار طریقے سے سمجھایا کہ اس طرح تو اس کے ہاتھ سے نکلنے کا بہت زیادہ اندیشہ ہے۔ والد صاحب کی سمجھ میں بات آ گئی اور انہوں نے گھر آ کر اعلان فرما دیا کہ عبد الحفیظ کو یورپ وغیرہ نہیں بھیجنا۔

مجھ پر اس ممانعت کا بہت زیادہ اثر ہوا، خاص طور سے اس وجہ سے بھی کہ اس دوران میں نے سب دوستوں میں اعلان کر دیا تھا کہ میں بھی باہر جاؤں گا چونکہ والد صاحب کی اجازت سے قبل میں ہر ایک سے یہی کہتا تھا کہ شاید والد صاحب اجازت نہ دیں اس لئے ریاض یونیورسٹی میں ہی پڑھوں گا۔ مگر جب اجازت دیدی تو بہت خوشی ہوئی اور دوست بھی بہت خوش ہوئے تھے۔ اور اب ممانعت کا

بتاتے ہوئے بہت شرم لگ رہی تھی اور میرا دل اس سے بس ٹوٹ سا گیا۔ مگر الحمدللہ اتنا تھا کہ ذہن میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ میں والد صاحب کی منشار کے بغیر سفر کر جاؤں اور ان کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤں کہ والدین کی تربیت اور جماعت کے ساتھ جو وقت لگتا رہتا تھا اس کی برکت سے اتنی بات دل میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ہر مسئلہ صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور والدین کی ناراضگی کے ساتھ جو کام ہوگا وہ اللہ کے ہاں بھی مقبول نہیں ہوگا تو وہ کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اس لئے رو رو کر سفارشیں کروا کر یہی کوشش کرتا رہا کہ والد صاحب ہی دوبارہ اجازت دے دیں، مگر والد صاحب اپنی جگہ طے فرما چکے تھے کہ اسے نہیں بھیجنا۔

سفر ہند و پاک

حتیٰ کہ جب مجھے والد صاحب مکہ مکرمہ سے لیکر فیصل آباد (لائلپور) گئے کہ وہاں سے ہندوستان جاکر مجھے ایک سال کے لئے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چھوڑنا طے ہوا تھا، اور فیصل آباد میں میرے تایا جان نے ابا جان سے ذرا سختی سے فرمایا کہ:

"اس طرح اولاد کے ساتھ کرنا ٹھیک نہیں"۔

تو والد کو اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے نوازیں انہوں نے ان سے بھی زیادہ زور سے کہا کہ:

"تم چاہے سب رشتے دار ناراض ہو جاؤ میں اسے وہاں بھیج کر ضائع نہیں کروں گا"، اسے ہندوستان جانا ہوگا اور وہاں بزرگوں کی جوتیاں سیدھی کرنا ہوں گی چاہے خوشی سے چلے چاہے ناراضگی سے"۔

حضرت والد صاحب کی سچی محبت اور اخلاص نے کام کیا اور باوجود اس کے کہ مجھ پر اس کا بہت اثر تھا اور کئی ماہ تک رہا مگر الحمدللہ اتنا ہو گیا کہ جب میرا ایک

سال تبلیغی جماعت میں پورا ہو گیا جس میں سے اکثر وقت حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت و معیت خاصہ میں ہی گزرا اور ان کی وفات کے بعد حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ کی صحبت و معیت میں گزرا تو میں نے حضرت والد صاحب مدظلہ العالی کو عریضہ لکھا کہ:

"یہ تو اب میں نے طے کر لیا ہے کہ یورپ و امریکہ کچھ پڑھنے کے لئے تو جانا نہیں، ویسے اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لئے لے جاویں تو اس کا فضل و کرم ہے۔ لہٰذا اب میرے لئے کیا حکم ہے؟"

تو والد صاحب نے جواباً تحریر فرمایا کہ:

"اب آئندہ کا نظام بھی وہیں سے طے کر کے آؤ"۔

جب والد صاحب ہندوستان مجھے چھوڑنے آئے تو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ مع اپنے قافلے کے کاوی کے اجتماع میں تھے۔ ہم لوگ تیسرے دن دعا کے بعد ظہر کے بعد حضرت جی کی خدمت میں پہنچے اور ابا جان نے سارا ماجرا حضرت جی کو سنایا اور رو رو کر دعا و توجہ کے لئے عرض کیا اور پھر سفر میں کچھ دن ساتھ ہی رہے۔ مراد آباد کے اجتماع کے بعد والد صاحب مجھے حضرت جی کے ساتھ ہی چھوڑ کر رخصت ہوئے تو الوداعی ملاقات میں بہت زیادہ اس سیاہ کار و بدکار کی وجہ سے روئے اور حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اور حاضرین کو بھی خوب رلایا جس کی برکت سے میرا پتھر سے زیادہ سخت دل بھی کچھ نرم ہونے لگا۔

حضرت شیخ سے التماس دعا

اور پھر والد صاحب وہاں سے سیدھا سہارنپور شریف لے گئے اور آقائی و مولائی حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

اس حاضری کا نقشہ حضرت قدس سرہٗ بعد میں بذات خود کھینچ کر اس سیاہ کار

کو سنایا کرتے تھے اور ہمیشہ یہ الفاظ فرماتے کہ :

"تمہارے ابا جان نے تو رو رو کر آسمان سر پر اٹھا لیا تھا اور ہم سب کو بھی بہت رُلایا، بس یہ کہتے تھے کہ عبد الحفیظ کے لئے دعا کریں۔"

اُن کی اس تڑپ واخلاص اور حضرت قدس سرہٗ کے رحم و کرم کا نتیجہ ہی تھا کہ اخیر دم تک حضرت شیخ قدس سرہٗ اَعلَی اللہ مراتبہٗ کی شفقت و عنایات بغیر کسی ادنیٰ استحقاق اس بدکار و سیاہ کار پر رہیں۔

والد صاحب کے گرامی نامہ کے بعد میرے دل میں حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بیعت کا جذبہ پیدا ہوا، تو والد صاحب کو عریضہ لکھا۔ انہوں نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ :

"حضرت شیخ ہی سے اپنا آئندہ کا نظام بنوالو۔"

لہذا میں نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ سے اس اپنی اور والد صاحب کی خط و کتابت کا ذکر کیا تو وہ بھی بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ :

"ضرور حضرت شیخ سے بیعت ہو جاؤ اور انہی سے اپنا آئندہ کا نظام بھی بنوالو۔"

اور بہت دعائیں دے کر سہارنپور کے لئے رخصت فرما دیا۔

بیعت کی درخواست

سہارنپور پہنچ کر اس سیاہ کار نے غالباً دوسرے ہی دن حضرت شیخ قدس سرہٗ سے تخلیہ میں وقت مانگا۔ حضرت نے ہمیشہ کی شفقت کی بنا پر مغرب کے بعد کچے گھر آنے کے لئے فرمایا۔

اس تخلیہ کی تفصیل ذکر کرنے سے قبل ایک بات ضروری عرض کرنی ہے کہ چونکہ تقریباً آٹھ سال کی عمر میں (۱۹۵۴ء میں) یہ سیاہ کار مکہ مکرمہ والدین کے ساتھ آگیا تھا اور پھر اس وقت سے وہیں کی فضا میں رہنا ہوا اور وہیں کے مدارس

عصریہ (اسکول) حکومیہ میں ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء تک پڑھا اور جیسے کہ عام طور پہ جدید تعلیمیافتہ طبقہ میں تصوف کے خلاف جذبات ہوتے ہی ہیں، یہاں بھی یہی حال تھا۔ ان جذبات سے اچھا خاصا متأثر تھا۔ مگر حضرت شیخ قدس سرہٗ اور پھر بعد میں حضرت جی مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان کے آخری ایام میں تقریباً سات ماہ اور بقیہ ایام سال حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ رہنے سے اتنا تو ذہن صاف ہو چکا تھا کہ یہ حضرات اکابر ان صوفیوں میں سے نہیں ہیں جن کے خلاف مدرسے میں جذبات تھے کہ یہ صوفی عام طور پہ دین کے نام پہ دنیا کماتے ہیں اور سیدھے سادھے لوگوں کو دھوکہ دے کر اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہیں۔ مگر پھر بھی چونکہ حجاز میں کچھ دینی لوگوں کا ساتھ بھی رہا تھا اور یہاں مدارس (اسکولز) میں بھی دینی مواد خوب پڑھائے جاتے ہیں اور وہ دینی اساتذہ ہی پڑھاتے ہیں۔ ان کا ایک خاص مزاج ہے کہ ہر بات دلیل سے ہونی چاہئے۔ اس لئے جو وقت جماعت میں لگا ایک سال سے کچھ زائد اس میں عام طور پہ ساتھیوں میں (جو کہ پرانے ممتاز تبلیغی حضرات ہی ہوتے تھے) کبھی کبھی یہ بات نکل آتی کہ کیا بیعت کے بغیر کوئی شخص کمال تک نہیں پہنچ سکتا تو عام طور پہ یہی جواب ملتا کہ :

"بیعت کے بغیر کمال ناممکن ہے۔"

جس پر یہ سیاہ کار اپنی طبعی تیزی کی بنا پر جوش میں دلیل کا مطالبہ کرتا، اور کئی اکابر سلف کا نام لیتا کہ انہوں نے کسی سے بیعت نہیں کی۔ وہ حضرات مختلف اسالیب سے مجھے سمجھانے کی کوشش کرتے اور یقین دلاتے کہ علماء و بزرگوں کے پاس دلائل بھی ہیں مگر یہ تو ہمارا ہمیشہ مشاہدہ ہے اور تاریخ بھی یہی بتاتی ہے مگر یہ عاجز ضد کرتا کہ میں بغیر دلیل کے نہیں مانتا۔

اسی طرح کی بحثیں ہوتی رہتیں۔ اور یہ خلجان طبیعت میں بھی تھا۔ لہذا

جب حضرت شیخ قدس سرہٗ نے تخلیہ کا وقت دیا تو اس سیاہ کار کے ذہن میں یہی تھا کہ اپنے کچھ اشکالات حضرت سے حل کرا کر بیعت ہو جاؤں گا۔ چونکہ بیعت کے بارے میں جب بھی کبھی سوچا تو کبھی بھی حضرت شیخ کے علاوہ کوئی اور ذہن میں نہ آیا تھا۔

جب تخلیہ میں وقت موعود پہ حاضر ہوا تو کچے گھر کے صحن میں حسب معمول حضرت شیخ چارپائی پہ ٹیک لگائے تشریف فرما تھے اور اس سیاہ کار کو کواڑ لگا کر پاس والے چبوترے پر بیٹھنے کے لئے فرمایا۔ اس عاجز نے ذرا سے سکوت کے بعد چھوٹتے ہی یہ سوال کیا کہ:

"حضرت! بیعت کے بغیر کوئی کمال تک نہیں پہنچ سکتا؟"

تو حضرت نے، جو کہ ٹیک لگائے ہوئے تھے ٹیک چھوڑ کر، بہت زور سے فرمایا:

"پہنچ سکتا ہے۔ کون کہتا ہے کہ نہیں پہنچ سکتا؟"

اس پہ اس سیاہ کار پہ جیسے برف گر گئی۔ چونکہ میرے ذہن میں تھا کہ حضرت فرمائیں گے کہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور میں اپنے دلائل دوں گا اور جو جواب حضرت دیں گے ان کے آگے جوابات بھی سوچ رکھے تھے اور ایک لمبا خاکہ بحث کا ذہن میں بنایا ہوا تھا حضرت کے اس تر ورداراور بالکل خلاف توقع جواب سے وہ ساری عمارت ہی گر گئی ۔۔۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے اس سیاہ کار نے اپنے دونوں ہاتھوں سے حضرت کا دست مبارک تھام لیا کہ پھر مجھے بیعت فرمالیں اور حضرت نے بھی بالکل بغیر کسی ادنیٰ تامل کے اپنے دونوں ہاتھوں سے میرے ہاتھ پکڑ کے فرمایا کہ:

"ہاں، ضرور!"

اور پھر بہت ہی توجہ واہتمام اور شفقت سے فرمایا کہ:

"پیارے! ایک بات بہت غور سے سنو! اصل مقصد نہ تو یہ بیعت ہے، نہ اس راہ کے ذکر واذکار، اور نہ یہ مدارس اور نہ خانقاہیں

اور کہیں تم ناراض نہ ہو جانا نہ یہ تبلیغ میں وقت لگانا۔ بلکہ کوئی مفتی مجھ پر فتویٰ نہ لگا دے نہ یہ نماز اصل ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج۔ یہ سب اصل مقصود نہیں ہیں ۔۔۔ پتہ ہے اصل کیا ہے؟

اور پھر سکوت پر مجھے گلے لگا کر فرمایا کہ:

"بس اصل یہ ہے کہ بندہ خدا سے لپٹ جائے۔ اسے راضی کرلے الخ"

---

[1] اور اس میں شک نہیں کہ یہ سب چیزیں جن کا مقصود بالذات نہ ہونا بتایا گیا ہے۔ یہ سب کی سب اصل مقصود کے حصول کے لئے وسائل و ذرائع عظیمہ ولابدیہ ہیں اور شریعت مطہرہ نے ان میں سے ہر ایک کا درجہ متعین کر دیا ہے کہ بعض ان میں سے فرض ہیں بعض واجب، بعض مستحب۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ اگر کوئی زندیق نماز، روزہ زکوٰۃ و حج جیسے ارکان مفروضہ کا انکار کرے تو وہ قطعاً کافر ہے۔ یہاں حضرت قدس سرہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ سب فرائض واعمال وغیرہ فی نفسہ ان کے شریعت میں جو درجے متعین ہیں ان کو تسلیم کرتے ہوئے بھی فی الاصل یہ مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود ان سب میں بھی رضاء باری تعالیٰ ہے اسی لئے بعض اوقات میں نماز پڑھنا گناہ ہے بعض اوقات واحوال میں روزے رکھنا گناہ ۔۔۔ وہکذا الخ سب ہی اعمال و مذکورہ اشیاء کا حال ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اصل مقصود ان سب کا وہی حق تعلق و رضاء باری کا حصول ہے جس کو تصوف کی اصطلاح میں حصول نسبت کہتے ہیں۔ اور اسی کے بارے میں امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کو اپنے مکتوب مبارک میں تحریر فرمایا ہے:

"اگر آپ غور فرمائیں گے تو آیت اور حدیث سے اسی کا مطلوب ہونا ثابت ہوگا اگرچہ یہ کلی مشکک ہے

اس کے بعد حضرت نے حسب معمول وہیں اسی بیٹھک میں اس سیاہ کار کو بیعت فرمالیا ۔ اور معمولات کا پرچہ بھی مرحمت فرمایا کہ اس کے مطابق عمل کروں اور وقتاً فوقتاً حضرت کو احوال کے بارے میں خط کے ذریعہ مطلع کرتا رہوں ۔

اس سفر میں تقریبًا ایک ہفتہ عشرہ ہی سہارنپور میں قیام رہا اور پھر حضرت کی اجازت سے پاکستان سے ہوتا ہوا مکہ معظمہ آگیا ۔ اور پھر آئندہ حج تک مکہ مکرمہ میں ہی رہا ۔ اس دوران ایک چلّہ بھی جماعت کے ساتھ ابہار وبیشہ وغیرہ میں لگایا ۔ اور تقریبًا ہر ماہ ایک عریضہ سہارنپور بھی احوال ومعمولات پر پابندی وغیرہ کے بارے میں لکھتا رہا ۔

بیعت کے بعد پہلی حاضری

حج کے بعد والد صاحب مدظلہ العالی نے طے فرمایا کہ محرم میں حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب ایک چلہ کے لئے پاکستان تشریف لے جارہے ہیں اور پھر وہاں سے بمبئی (گجرات) میں وقت لگاتے ہوئے دہلی جائیں گے ۔ تم بھی ان کے

اور اس میں بھی شک نہیں کہ ہمارے اکابر اور تمام محققین صوفیہ وعارفین کے نزدیک کسی قسم کی نسبت اور تعلق اور حال معتبر نہیں جو کہ شرعی احکام کی بجا آوری کے بغیر ہو اور نہ ہی اس سے رضاء باری حاصل ہوسکتی ہے کیونکہ رضاء باری کی میزان شریعت مطہرہ ہے ۔ اور جو حال یا وارد یا کشف یا کرامت یا تصوف کا کوئی بھی جزئیہ شریعت کی پابندی کے بغیر یا شریعت محمدیہ کے خلاف ہو تو وہ قطعًا مردود اور ناقابل التفات ہے ۔ لہٰذا حضرت کے ارشاد کا مطلب تھا کہ یہ بیعت اور اس کے لوازمات ذکر واشغال وغیرہ بھی اسی مقصود اصلی یعنی رضاء باری والی کیفیت جسے نسبت کہتے ہیں کے حصول ذریعہ ہے ۔

ساتھ ہی چلے جاؤ ۔ ایک دو چلّے جماعت میں لگ جاویں گے اور پھر حضرت شیخ کی خدمت میں چلے جانا اور رمضان شریف حضرت شیخ ہی کی خدمت میں گزار کر رمضان کے بعد لائلپور (فیصل آباد) آجانا ۔ چونکہ شوال کے آخیر میں شادی فیصل آباد میں تایاجان کے گھر طے ہوچکی تھی ، کہ اُدھر سے یہ سیاہ کار پہنچ جائے گا اور حجاز سے والد صاحب وچچاجان پہنچ جائیں گے ۔

لہٰذا اسی کے مطابق حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب کے ساتھ روانگی ہوئی ۔ پاکستان میں ایک چلّہ لگایا اور پاکستان والوں نے پورے ملک میں گھمایا پھر کراچی سے بمبئی آئے اور بمبئی وگجرات میں کچھ دن لگا کر دہلی پہنچے ۔ وہاں شہر دہلی اور میوات کے علاقہ میں کچھ دن لگا کر ا ور تقریبًا دو چلّوں کے بعد مجھے حضرت مولانا سعید احمد نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے ہاں چھوڑ دیا ۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور بہت ہی شفقت فرمائی ۔ تقریبًا ایک ہفتہ قیام کے بعد ذکر بارہ تسبیح اوپر تصنیف کے وقت میں بلا کر بذات خود تلقین فرمایا ۔

اور پھر کچھ مدت تقریبًا ایک ماہ یہ سیاہ کار چاشت کے وقت حضرت کے ہاں اوپر جا کر ذکر کیا کرتا اور حضرت کے سبق بخاری شریف میں بھی پورے اہتمام سے حضرت کے حکم سے شرکت کیا کرتا اور حضرت ہی کے حکم سے طحاوی شریف کے سبق میں بھی پابندی سے شریک ہوتا تھا جو کہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب کے پاس تھا ۔ اس کے علاوہ حضرت نے " فضائل صدقات " حصہ دوم کو بھی بار بار بہت اہتمام سے پڑھنے کے لئے فرمایا ۔

تقریبًا ایک ماہ بعد پتہ چلا کہ ذکر جہری تہجد کے وقت کرنا زیادہ بہتر و مؤثر ہے تو حضرت سے اس بارے میں عرض کیا تو حضرت نے اسے بہت پسند فرمایا ۔ لہٰذا اس سیاہ کار نے اس وقت سے تہجد کے بعد فجر سے قبل ذکر شروع کر دیا ۔ اور

رمضان شریف تک یہی معمول رہا۔

خلافت واجازت

اسی رمضان میں حضرت قدس سرہٗ نے اجازت بیعت سے نوازا۔

اجازت کے بعد ایک کیفیت یہ طاری ہوئی کہ مجھے علم دین بھی سیکھنا چاہئے۔ لہذا حضرت سے شوال میں اس کے بارے میں عرض کیا۔ حضرت نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب اور حضرت مولانا محمد عاقل صاحب دونوں سے فرمایا کہ میرا امتحان لیں اور استعداد دیکھ کر طے فرمادیں کہ آئندہ کیا کیا کتابیں پڑھوں۔ لہذا انہوں نے تقریباً آدھ گھنٹہ میرا امتحان لیا اور یہ تجویز فرمایا کہ فی الحال تو میں مکہ مکرمہ واپس جاکر ایک سال تک کنز الدقائق اور الفیہ ابن مالک اور صرف[1] کی ایک دو کوئی ابتدائی کتابیں پڑھ لوں پھر شعبان ہی میں سہارنپور آجاؤں۔

نکاح کے بعد حجاز واپسی

لہذا یہ سیاہ کار شوال کے آخیر میں فیصل آباد آیا، وہاں شادی ہوئی اور حج سے قبل مکہ مکرمہ آنا ہوا۔ جہاں حضرت شیخ قدس سرہٗ حج کے لئے مع قافلہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ حج سے فارغ ہوکر جاتے ہوئے حضرت تجویز فرماگئے کہ مدرسہ صولتیہ کے دیوان میں (جہاں حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی مثنوی شریف کا درس دیا کرتے تھے اور حضرت کا قیام بھی وہیں ہوا کرتا تھا) جب تک یہ سیاہ کار مکہ مکرمہ میں رہے، صبح فجر سے اشراق تک ذکر جہری کیا کرے۔ مدرسہ کے ذمہ داروں حضرت مولانا محمد سلیم صاحب اور مولانا شمیم صاحب نے اسے مدرسہ

---

[1] چونکہ اس سیاہ کار کی تعلیم سعودی مدارس میں ہوئی تھی اور یہاں صرف نہیں پڑھائی جاتی اس لئے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ پتہ چل جائے کہ صرف کیا ہے۔

کے لئے بھی باعث برکت سمجھ کر بہت خوشی سے قبول کیا۔ لہذا حضرت کے تشریف لے جانے کے بعد یہ سیاہ کار شعبان تک روزانہ دیوان میں ذکر جہری کرتا اور اشراق کے بعد مولانا امان اللہ صاحب افغانی رحمۃ اللہ علیہ مدرس حرم شریف کے حجرہ واقعہ رباط آغا الماس مِغلہ میں حاضر ہوتا اور الفیہ و کنز الدقائق اور صرف کی کتاب کا درس ہوتا جو تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ چلتا۔

مظاہر میں تعلیم

شعبان ۱۳۶۶ھ میں یہ سیاہ کار سہارنپور پہنچ گیا۔ وہاں حضرت مولانا یونس صاحب مدظلہ کی تجویز سے مولانا عبداللہ دہلوی سے ہدایہ اولین پڑھی۔ اور خود حضرت مولانا یونس صاحب مدظلہٗ (حال، شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور) سے مشکوٰۃ شریف پڑھنی شروع کی۔ مشکوٰۃ کا سبق شعبان، رمضان اور شوال میں بھی جاری رہا۔ بلکہ غالباً ذی القعدہ کے آخر میں جاکر مشکوٰۃ کی اجازت حضرت مولانا یونس صاحب نے مرحمت فرمائی۔ اس سبق میں یہ سیاہ کار تنہا ہی ہوتا تھا۔

اور شوال ۱۳۶۷ھ میں حسب قواعد باضابطہ دورۂ حدیث میں جامعۂ مظاہر علوم میں داخلہ لے لیا۔ قیام دار قدیم میں دفتر کے ساتھ والے کمرہ میں تھا اور کھانا سب اوقات کا حضرت شیخ قدس سرہٗ کے ہاں ہوتا تھا۔

امسال حضرت شیخ قدس سرہٗ نے بخاری شریف کا صرف حصہ اول ہی پڑھایا۔ اور دوسرا حصہ حضرت مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ (حال ناظم مظاہر علوم سہارنپور) نے پڑھایا۔ اور یہی حضرت شیخ قدس سرہٗ کا مظاہر علوم تدریس حدیث شریف کا آخری سال ہے۔

طحاوی حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ (ناظم صاحب) کے ہاں ہوئی اور ترمذی حضرت مفتی مظفر حسین صاحب کے ہاں اور ابوداؤد حضرت

مولانا محمد عاقل صاحب کے ہاں، اور بقیہ تمام کتب حدیث (مسلم، نسائی، ابن ماجہ، مؤطا مالک، مؤطا محمد) سب حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی کے ہاں ہوئیں۔ اور الحمد للہ اس سال مظاہر کے دورہ میں اوّل آیا۔

۱۳۶۸ھ کا رمضان بھی حضرت کی خدمت میں ہی کیا، اور پھر اس کے بعد کے سارے ہی رمضان الحمد للہ حضرت ہی کی خدمت میں کرنے کی توفیق ہوئی۔

پھر مکہ مکرمہ واپسی ہوگئی۔

تبلیغی اسفار

۱۳۶۹ھ میں امریکہ تبلیغی جماعت میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حکم سے تین چلّوں کے لئے جانا ہوا جو سفر حجاز، پاکستان اور پاکستان سے تھائی لینڈ، جاپان، ہنلولو، سانفرانسسکو (امریکہ کا مغربی کنارہ) امریکہ میں پورے چار ماہ قیام رہا۔ اس دوران کچھ دن کے لئے کینیڈا بھی جانا ہوا۔ پھر انگلینڈ میں چار روز رہ کر واپس مکہ مکرمہ جماعت آگئی۔ یہ سیاہ کار یہیں رہ گیا بقیہ جماعت پاکستان چلی گئی۔

تدریس اور حضرت کی کتب کی طباعت

۱۳ھ، حضرت کے حکم سے ایک گھنٹہ کا سبق (مشکوٰۃ شریف) مدرسہ صولتیہ میں شروع کی۔ پھر سال ختم ہونے سے قبل ہی "اوجز" کی طباعت کے سلسلہ میں مصر جانا پڑا، اور پھر کئی سال اوجز، بذل، لامع وغیرہ کتب شروح کی نشر کے ذیل میں لگ گئے۔

حتی الوسع حضرت قدس سرہٗ کی وفات تک حضرت کی صحبت و رفاقت بھی میسر آئی۔

اس دوران مختلف اوقات میں مختلف ملکوں میں تبلیغی اجتماعات و جماعتوں میں تھوڑے تھوڑے وقت کے لئے جانے کی فرصت بھی ملتی رہی۔ مگر

حضرت شیخ قدس سرہٗ کی حیات کے آخری تین چار سال میں تو حضرت کی صحبت و خدمت کی وجہ سے بالکل ہی کہیں جانا نہ ہوسکا۔

حضرت قدس سرہٗ کی وفات کے بعد ۱۴۰۳ھ کے شروع سے پھر الحمد للہ مدرسہ صولتیہ میں مشکوٰۃ شریف کا سبق شروع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حدیث شریف کی خدمت میں تا عمر لگائے رکھے۔ آمین

اس دوران حضرت کے حکم سے رسالہ "شریعت و طریقت کا تلازم" کی تعریب بھی کی۔

اولاد

اللہ تعالیٰ نے تین لڑکے عطا فرمائے۔ پہلا لڑکا جب پیدا ہوا تو اس کا نام میری دادی جان نے عبدالرؤف رکھا۔ چونکہ اس کی ولادت سے دو چار ماہ قبل ہی میرے محترم چچا ملک عبدالرؤف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جوانی کے ایام میں جدہ سے مدینہ منورہ جاتے ہوئے گاڑی کے حادثہ میں انتقال ہوگیا تھا اس کی ولادت کے دوران یہ سیاہ کار "اوجز" کی طباعت کے سلسلہ میں مصر میں تھا۔ گھر والوں نے ایک تار اس سیاہ کار کو دی۔ اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کو مدینہ منورہ میں اطلاع کی تو حضرت قدس سرہٗ نے اس سیاہ کار کو قاہرہ تار دی جس میں تحریر فرمایا:

"لڑکے کی مبارک باد۔ اللہ اسے ولی بنائے۔"

حالانکہ ایسے مواقع پر تار وغیرہ دینے کا حضرت کا دستور و مزاج نہیں تھا۔ حضرت نے ہی اس کا عقیقہ بھی کروایا۔ مکہ مکرمہ میں اس کے علاوہ عقیقہ ہوچکا تھا۔ اور الحمد للہ یہ قرآن شریف حفظ کر رہا ہے تین پارے ہوچکے ہیں۔

دوسرا بچہ بھی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوا جس کا نام والد صاحب نے عمر رکھا کہ انہوں نے امریکہ میں جب جماعت میں نکلے ہوئے تھے تو خواب دیکھا تھا کہ میرا لڑکا میرے ساتھ ہے اور وہ اسے عمر کہہ کر پکار رہے ہیں۔

تیسرا بچہ حضرت قدس سرہٗ کے انتقال کے پورے ایک ہفتہ بعد یعنی ۸/شعبان ۱۴۰۳ھ کی شب آدھی رات کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوا۔ اکثر گھر والوں کے ذہن میں یہی تھا کہ اس کا نام "زکریا" رکھا جائے گا مگر اس سیاہ کار پر طبعی طور پر حضرت کا ادب و احترام غالب آیا کہ بچے کو بار بار میں کیسے "زکریا" کہہ کر پکاروں گا۔ اور حضرت کی نسبت و تعلق کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری تھا۔ لہٰذا سوچا کہ حضرت کی صفات کثیرہ میں علم کی صفت نمایاں ہے اور حضرت کو صحابہ کرام سے دلی تعلق و محبت تھی۔ سوچا کہ صحابہ میں کون اس صفت علم میں ممتاز تھے؟ ایک دم ذہن میں حضرت معاذ بن جبل رضی ہی آئے۔ لہٰذا اس کا نام اس نسبت سے "معاذ" رکھا گیا۔

"سعودیہ" کے متعلق ایک افواہ کی تحقیق

اس سیاہ کار نے مکہ مکرمہ میں ہی ہوش سنبھالا جو کہ سعودی عرب کا ایک متبرک شہر ہے۔ اور سعودی حکومت اس وقت دنیا میں شرعی طور پہ واحد اسلامی حکومت ہے۔ جس کا دین اسلام اور مذہب سُنّی حنبلی ہے۔ یہاں حدود شرعیہ کا نفاذ ہے اور بیشتر انتظامی امور میں بھی شرعی احکام کا لحاظ کیا جاتا ہے۔ اور سربراہان مملکت ڈنکے کی چوٹ اس کے اسلامی حکومت ہونے کا نہ صرف اقرار ہی کرتے ہیں بلکہ ہر جگہ فخریہ انداز سے اسے بیان کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس کی دعوت بھی دیتے ہیں۔

یہاں قضاۃ اور تعلیم تمام محاکم و عدالتیں اور تمام مکاتب و مدارس و کالجوں وغیرہ میں فقہیات میں فقہ حنبلی پہ ہی عمل درآمد ہے۔ اور ذاتی طور پر ہر شخص کو مذاہب اربعہ معتمدہ میں سے کسی مذہب پر بھی عمل کرنے کی آزادی ہے۔ البتہ عمومی قانون تو ایک ہی مذہب کے مطابق ہو سکتا ہے، اور چونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب کٹر حنبلی تھے، جو کہ حکومت کے پیش رو ہیں، اس لئے عملاً قانوناً حنبلی مذہب

اختیار کیا گیا ہے۔

اسی طرح صحیح شرعی سلوک و تصوف کے بھی اصلاً شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے آل و احفاد اور علماء حنابلہ راسخین بالکل خلاف نہیں ہیں۔ ان حضرات کے پیش رو و اکابر شیخ الاسلام ابن تیمیہ الحنبلی الحرانی اور حافظ ابن القیم الحنبلی کی کتب و آراء اس بارے میں مشہور ہیں۔ خود سعودی حکومت نے اپنے خرچ پر شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتاویٰ چھپوائے ہیں، اس میں پوری دو جلدیں تصوف و سلوک ہی کے بارے میں ہیں، جس میں شرعی سلوک و تصوف کے بارے میں صاف اور واضح الفاظ میں تائید و حمایت بلکہ باطن کی اصلاح کو بعض لحاظ سے شرعاً ظاہر سے زیادہ ضروری اور اہم ثابت کیا گیا ہے۔

شیخ ابن القیم کی عظیم تصنیف "مدارج السالکین" تو ہے ہی تصوف کی مشہور کتاب "منازل السائرین" کی شرح، جس میں تصوف کے مختلف مقامات و احوال و اسرار و رموز سے متعلق ہی ابحاث لطیفہ ہیں۔

اور یہ کتابیں سعودی ادارے مفت بھی تقسیم کرتے ہیں) اور دار الافتاء کی طرف سے نیز وزارۃ الاعلام السعودیہ کی طرف سے تمام تجارتی کتب خانوں میں ان کی اور ان کے علاوہ دوسری ائمہ تصوف کی مشہور کتابیں جیسے امام غزالی کی "احیاء علوم الدین" امام قشیری کا "رسالہ قشیریہ" شیخ سہروردی کی "عوارف المعارف" اور امام ابوطالب مکی کی "قوت القلوب" وغیرہ سرعام ہر جگہ ہر شہر میں خرید و فروخت کی عمومی جازت ہے۔

اور ظاہر ہے کہ تصوف شرعی کے خلاف ہو بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ تصوف روح دین ہے۔ کہ جہاں بھی دین کا اہتمام ہوگا وہاں ظاہر ہے روح کا بھی فکر ہوگا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اس روح دین کے بارے میں بعض اصطلات وغیرہ پہ اعتراض ہو۔ اور یہ کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ اصطلاحات میں اختلاف تو دین کے ہر شعبہ میں ہے۔

یہ تو سعودی عرب کا حال تھا۔ اور چونکہ سعودی عرب ممالک عربیہ کا ایک اہم جزء ہے اس لئے مناسب ہے کہ یہاں مختصراً بالعموم عرب ملکوں کا دینی حال بھی عرض کر دیا جائے۔

چونکہ ایک زبان ایک معاشرت ایک دین ہونے کی وجہ سے سارے عرب ممالک ایک لحاظ سے ایک ہی علاقہ تصور کئے جاتے ہیں۔ اور عرب ممالک کل بیس [۲۰] ملک ہیں۔ اور اگر امارات عربیہ متحدہ میں سے ہر امارت کو علیحدہ شمار کیا جائے تو چھبیس [۲۶] ہو جاتے ہیں۔

لبنان چھوڑ کر یہ سب کے سب مسلم ممالک ہیں۔ گو ان کی حکومتوں کی طرف سے بالعموم کوئی دینی پابندی نہیں ہے اور اکثر ملک ان میں پہلے نو آبادیات رہ چکے ہیں اس لئے ان میں یورپی اقوام کے اثرات بھی کافی ہیں۔ مگر اس کے باوجود دیہاتوں اور چھوٹے شہروں میں بالعموم سارے ہی عرب ملکوں میں دینی فضا بہت اچھی ہے۔ بڑے شہروں میں مغربیت کا اثر ہے مگر الحمدللہ جہاں جہاں اچھے انداز سے دینی کوشش علماء و مشائخ کر رہے ہیں اس کے نتائج بھی بہت اچھے نکل رہے ہیں۔

عرب بالعموم دین کے معاملے میں بہت جذباتی ہوتے ہیں اور دین کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ماثور جملہ ان کے حق میں بالکل پورا اترتا نظر آتا ہے:

"العرب معدن الاسلام"

ان سب ہی ملکوں میں جگہ جگہ مراکز علمیہ قائم ہیں اور دینی مکاتب و مساجد بکثرت ہیں اور علماء، وعاظ و دعاۃ اور مشائخ اپنے اپنے انداز میں کام کر رہے ہیں۔

ایک بات ان سب عرب ملکوں میں مشترک ہے کہ صرف ایک یا دو علاقے چھوڑ کر بقیہ تمام کے تمام عرب ملکوں میں مشائخ صوفیہ کی لوگوں کے دلوں پہ حکومت ہے اور ہر جگہ ان کا غلغلہ ہے۔ اور سابقہ ایام میں ان حضرات کے اسلاف کی دینی و اصلاحی خدمات بھی ہر جگہ جانی پہچانی اور مسلّم ہیں۔ مگر نہایت افسوس ہے کہ ان حضرات صوفیہ میں بالعموم بدعات کا کم و بیش خوب رواج و شیوع ہے۔ جیسے کہ ہندوستان و پاکستان میں قدیم مشائخ کی بعض خانقاہوں کا حال ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا بدعت ان صوفیہ کا شعار بن گئی ہے۔ جس کی وجہ سے علماء دین ان بدعات کا رَدّ زور شور سے کرتے ہیں اور کرنا بھی چاہیئے۔

اور الحمدللہ عرب ملکوں میں ہر جگہ بکثرت ایسے مشائخ صوفیہ محققین پیدا ہو گئے ہیں جو اس بات کو واضح کر رہے ہیں کہ تصوف کا بدعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ تصوف اور بدعت کا فی الحقیقت کوئی جوڑ نہیں بلکہ بدعت روحِ تصوف کے بالکل منافی ہے۔ اور الحمدللہ عام طور پہ یہ بات لوگوں کے ذہن میں آ رہی ہے۔

اور بنظر غائر و تحقیق سے اگر دیکھا جائے تو ان بدعات کو ختم کرنے کا آسان اور حکمت آمیز راستہ یہی ہے کہ تصوف کو اپناتے ہوئے ان لوگوں کی اصلاح کی جائے، کیونکہ جب آپ تصوف ہی کے خلاف ہوں گے تو تصوف کو ماننے والے جو بھاری اکثریت میں ہیں کیسے آپ کی اصلاحی بات مانیں گے۔ نتیجۃً وہ آپ سے سخت متنفر ہوں گے۔ اور لڑائی جھگڑا پھیلے گا۔

البتہ سعودی عرب میں چونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب اور ان کے متبعین علماء نے رد بدعت کو نہایت شدت و اہمیت سے اپنایا۔ چونکہ شیخ محمد بن عبدالوہاب

کے زمانہ میں یہاں بدعات کا رواج ہی بہت زیادہ تھا۔ اسی طرح رد بھی ہوا۔ اور ہر مصلح کے متبعین میں عام طور پر سبھی قسم کے لوگ ہوتے ہیں، بعضوں میں حد سے بہت زیادہ شدت بھی آجاتی ہے اور بعض غلو میں آ کر کسی اور ہی راہ کی طرف نکل پڑتے ہیں۔ یہی حال یہاں بھی ہوا۔ کہ جب مبتدعین کی طرف سے یہ بات چلتی کہ وہ تصوف کو بھی مانتے ہیں بلکہ تصوف ان کی جان ہے اور وہ بدعت بھی کرتے ہیں تو شیخ کے بعض غالی متبعین نے سرے سے ایسے تصوف ہی کا انکار اور اس کی مخالفت شروع کر دی جس سے کہ بدعت کو شہ ملتی ہو۔ اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہو گئے جو کہنے لگے کہ تصوف ہی بُرا ہے۔ اس بارے میں انہوں نے تقریراً و تحریراً بیان بھی دیئے۔

مگر محققین اور علماء نے یہ رُخ اختیار نہ کیا۔ البتہ بدعات کی سرکوبی کو بہت اہمیت و شدت سے اختیار کیا جس سے عوام الناس میں سے جو دینی ذہن کے لوگ ہیں ان میں بہت سے لوگ اس پہلے طبقہ سے بھی متاثر ہو گئے جنہوں نے تصوف اور بدعت کو لازم و ملزوم سمجھ لیا۔ اور اس طبقہ کے بعض افراد سرکاری اہم عہدوں پر بھی فائز ہو گئے اور ظاہر ہے جب کوئی شخص کسی عہدہ پہ فائز ہوتا ہے تو اپنی آراء و نظریات کے پھیلانے میں اس عہدہ کو عام طور سے استعمال کرتا ہے۔ جس سے بعض سطحی نظر سے دیکھنے والے باہر کے لوگ بالعموم پورے ملک کے بارے میں ہی یہ اثر لے لیتے ہیں کہ ساری حکومت اور اس کی پالیسی و قانون ایسا ہی ہے۔ حالانکہ تحقیق و عمق کے ساتھ اگر قریب سے اندر آ کر دیکھا جائے تو یہی حقیقت نظر آئے گی جو اس سیاہ کار نے عرض کی اور صاف واضح ہو جائے گا کہ ہمارے اکابر حضرت گنگوہی و حضرت سہارنپوری و حضرت تھانوی و حضرت مدنی وغیرہ کا جو بنیادی طور پہ دین کے بارے میں مسلک و مشرب تھا اس کے بہت ہی قریب ان حضرات کا بھی ہے۔ یہ کٹر حنبلی ہیں۔ وہ کٹر حنفی ہیں۔ اتباع ہوئی، اجتہاد بدون علم و تفسیر بالرأی وغیرہ امور کے دونوں ہی

سخت خلاف۔ اور اس کے ساتھ ساتھ بدعات کے سخت دشمن۔ اور اسی طرح وہ بھی رد بدعات میں نہایت سرگرم۔ ان کے ہاں سنت کا ہر امر میں نہایت اہتمام، اسی طرح ان حضرات کے ہاں بھی سنت ہر چیز پہ مقدم۔ اصلاح باطن پہ بہت زور، اور وہاں اصلاح باطن ہی روحِ دین۔ اسی طرح فرق ضالہ قادیانیت، بہائیت، آغاخانیت، شیعیت کے سخت خلاف اور ان فتنوں کی سرکوبی کو عین جہاد دونوں کے اکابر کے ہاں تصور کیا جاتا ہے۔

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے ابتدائی قیامِ حجاز میں رابطۂ عالمِ اسلامی کی کفالت میں شاہ فیصل مرحوم کے امر سے اقامہ بنا اور سعودی عرب کے اکابر علماء کی تصدیق کے بعد یہ بنا اور اس میں حضرت کا مشغلہ "بث العلم" یعنی علم کا پھیلانا تحریر تھا۔ حالانکہ تمام علماء اس کو جانتے تھے کہ حضرت شیخ اپنے دور میں جیسے حدیث کے امام ہیں اسی طرح تصوف کے بھی شیخ المشائخ ہیں جن کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مریدین ہیں جو پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

پھر حضرت نے اپنی تصانیف "اوجز" و "لامع" وغیرہ سب ہی اکابر علماء و مشائخ سعودیہ کو ہدیہ بھیجیں اور ایک قاضی القضاۃ مدینہ منورہ کو چھوڑ کر سب ہی مشائخ و علماء نے بہت ہی خوشی سے ان کو قبول کیا۔ قاضی القضاۃ صاحب نے صراحتاً افسوس کے ساتھ یہ عذر کیا:

"میں قاضی ہونے کی وجہ سے کسی کا کوئی بھی ہدیہ قبول نہیں کرتا۔"

اس پہ حضرت بھی بہت خوش ہوئے تھے۔ اور ان کتابوں کے شروع میں ہی حضرت نے جہاں اپنے سلاسل حدیثیہ کا ذکر فرمایا ہے وہاں اپنا سلسلۂ تصوف اور چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی ہونا بھی صاف صاف تحریر فرمایا ہے۔ بعد میں بھی کسی نے کسی کتاب کو واپس نہیں کیا یا کوئی تنقید و تبصرہ کبھی کسی کا اس بارے میں سننے میں

نہیں آیا۔

پھر ہمیشہ حضرت کہیں بھی ہوں بیعت و ذکر جہری کی مجلس کا باقاعدہ بہت اہتمام سے سلسلہ قائم رہتا تھا اور سبھی کو اس کا علم تھا۔

اسی دوران حضرت کا تابعیہ (سعودی نیشنلٹی) بھی بنا اور اس موقعہ پر بھی سُنا ہے کہ علماء سے تصدیق کے بعد اس کا امر نافذ ہوا ہے۔

حضرت کے مرض الوفات اور اس سے پہلے جب کبھی طبیعت ناساز ہوئی تو بکثرت علماء سعودیہ عیادت کے لئے آتے رہتے۔

پھر حضرت کی وفات پر نماز جنازہ ہی نہیں بلکہ تدفین میں شرکت کرنے والوں میں اکثریت انہی سعودی علماء ہی کی تھی۔ مسجد نبوی کے تمام ائمہ، محاکم و عدالتوں کے اکثر قضاۃ، جامعہ اسلامیہ کے اکثر اساتذہ و طلباء پوری تدفین میں شریک رہے حالانکہ بہت ہی قلیل مدت میں تجہیز و تدفین عمل میں آگئی تھی۔

یہ حالات اس لئے کچھ تفصیل سے عرض کر دیئے کہ عام طور پہ لوگوں کے ذہنوں میں یہاں کے بارے میں اس کے خلاف مشہور ہے۔ جس کی مختلف وجوہ ہیں۔ اب یوں دن گزر رہے ہیں اصل حقیقت واضح ہوتی جا رہی ہے۔ اور پرانی سختی و بے جا تشدد تو تقریباً ختم ہی ہو گیا ہے۔ بلکہ اس کی وجہ سے بعض لوگوں میں تصوف کے بارے میں اتنا تساہل آگیا ہے کہ وہ اس کی وجہ سے بعض بدعات میں بھی تساہل کرنے لگے ہیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسا بھی نہیں ہونا چاہئے۔ جو حق ہے اور شریعت کے مطابق ہے وہ تصوف ہو یا کوئی بھی امر ہو اس کی ہمت افزائی اور تقویت کی کوشش ہونی چاہئے۔ اور جو باطل ہو بدعت ہو، شریعت کے خلاف ہو کوئی بھی امر ہو اس کی ہر صورت میں سرکوبی ہونی چاہئے۔ اور حق و باطل میں جو مغالطہ ہو یا غلط تشہیر کی گئی ہو یا خواہ مخواہ کسی اچھی چیز کو بدنام کیا گیا ہو تو علماء کے ذمہ شرعاً ضروری ہے کہ وہ

پانی کو پانی اور دودھ کو دودھ ثابت کریں۔

یہ آخری باتیں جو عرض کی ہیں یہ صرف سعودی عرب کے بارے میں ہی ہیں اور بقیہ بچیس ۲۵ عرب ممالک کا حال وہی ہے جو پہلے اوپر تفصیل سے عرض کر چکا ہوں۔

حضرتؒ کی پہلی زیارت

بچپن سے ہی الحمدللہ چونکہ تبلیغی جماعت سے تعلق ہے اور ہفتہ واری اجتماع کے لئے تقریباً نو ۹ سال کی عمر سے ہی جبکہ مکہ معظمہ کا اجتماع مسجد خیف منیٰ میں ہوا کرتا تھا یہ سیاہ کار والد صاحب اور ان کے دوستوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا۔ اور اسی وقت سے ان کے ساتھ کبھی تین دن کبھی دس دن اور پھر بعد میں چلہ و تین چلوں کے لئے مختلف اوقات میں نکلنا ہوا۔

اور چونکہ جماعت میں حضرت کی کتب فضائل ہی کی تعلیم ہوتی تھی اور خود گھر میں بھی تعلیم ہوتی تھی اس لئے جانا تو تقریباً نو سال کی عمر سے ہی ہو رہا ہے۔ البتہ پہلی مرتبہ زیارت اس وقت ہوئی جبکہ مکرم والد صاحب نے مدرسہ کی گرمیوں کی چھٹیوں میں (غالباً تبلیغی خواص کے مشورے سے) اس سیاہ کار کو مفتی زین الدین صاحب کے ساتھ مکہ مکرمہ سے پاکستان بھیجا کہ مفتی صاحب وہاں سے کسی جانے والے کے ساتھ سہارنپور حضرت شیخ کی خدمت میں بھیج دیں۔ اور یہ طے ہوا تھا کہ یہ سیاہ کار کم از کم ایک چلہ حضرت کی خدمت میں رہے گا۔

فیصل آباد (پاکستان)، سے مفتی صاحب نے مکرمی بھائی تاج القادری جو حضرت رائے پوری کے مریدین میں سے تھے اور رائے پور حضرت کی خدمت میں جا رہے تھے ان کے ساتھ کر دیا۔ اور چونکہ رائے پور جانے والے بالعموم حضرت شیخ کے ہاں حاضری دے کر آگے جاتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مجھے وہاں چھوڑ دیا۔ اور غالباً مفتی صاحب نے اس سیاہ کار کے بارے میں حضرت کے نام خط میں تفصیل

لکھی تھی۔

یہ اس وقت پہلی بار حضرت قدس سرہٗ کی زیارت ہوئی۔ اس وقت میں دو ہفتہ حضرت کی خدمت میں سہارنپور رہا اور اسی وقت سے حضرت سے قلبی تعلق ہو گیا مگر حضرت کے ہاں چونکہ حاضری کے اوقات متعین تھے، صبح چائے پھر دوپہر کا کھانا اور عصر کی چائے پھر عشاء کے بعد خدام کی مجلس جس میں یہ عاجز اس وقت سے ہی حاضر ہوتا تھا، بقیہ اوقات میں یا مہمان خانہ میں بیٹھ کر گزارتا تھا یا ادھر ادھر گھوم لیتا جس سے حضرت کو یہ اندازہ ہوا کہ وقت ضائع ہو رہا ہے لہٰذا دو ہفتہ کے بعد حضرت نے مجھے آمادہ کر کے رائے پور بھیج دیا کہ تم چلو اور میں بھی وہیں آ رہا ہوں۔ اور کسی جانے والے کے ساتھ رائے پور بھجوا دیا۔

وہاں پہنچنے کے غالباً ایک ہفتہ کے بعد حضرت شیخ بھی تشریف لے آئے۔ اور آنے کے غالباً دوسرے دن ہی جبکہ حضرت رائے پوری اور حضرت شیخ آمنے سامنے چارپائیوں پر تشریف فرما تھے اور بقیہ حضرات زمین پہ بیٹھے تھے۔ حضرت نے مجھے بلوایا اور آہستہ سے مجھے فرمایا کہ:

"ادھر جا کر حضرت (رائے پوری) سے بیعت ہو جاؤ۔"

یہ سیاہ کار حضرت رائے پوری قدس سرہٗ کی طرف چلا گیا تو حضرت شیخ نے عرض کیا:

"حضرت! اسے بیعت فرمالیں"

حضرت رائے پوری میری طرف متوجہ ہوئے اور سرگوشی کے انداز میں بہت آہستہ سے فرمایا:

"ادھر حضرت (شیخ) ہی سے جا کر بیعت ہو جاؤ۔"

یہ سیاہ کار چارپائیوں کے گرد ہوتا ہوا پھر حضرت شیخ کے پاس آ گیا اور عرض کیا کہ:

"حضرت فرماتے ہیں کہ آپ ہی سے بیعت ہو جاؤں۔"

تو حضرت نے ذرا ڈانٹ کر فرمایا کہ:

"نہیں، چلو وہیں۔ حضرت (رائے پوری) سے ہی بیعت ہونا ہے۔"

یہ سیاہ کار پھر چارپائیوں کا چکر کاٹتے ہوئے حضرت رائے پوری کے پاس آ گیا حضرت (رائے پوری) نے پھر آہستہ سے اور اصرار سے فرمایا:

"تم وہیں جاؤ، حضرت (شیخ) ہی بیعت فرمائیں گے۔"

میں پھر انہی قدموں حضرت شیخ کی طرف آنے لگا، مگر حضرت (شیخ) نے زور سے ڈانٹ کر فرمایا کہ:

"ادھر کیوں آ رہے ہو؟ وہیں حضرت (رائے پوری) کے پاس ہی رہو،
حضرت ہی سے بیعت ہونا ہے۔"

اور پھر حضرت رائے پوری سے سفارش کے انداز میں عرض کیا کہ:

"حضرت! آپ ہی بیعت فرمالیں۔"

اور پھر حضرت رائے پوری نے بیٹھنے کا حکم فرمایا اور اس سیاہ کار نے حضرت کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دے دیئے (غالباً حضرت مولانا عبدالمنان صاحب خادم خاص نے ہی میرے ہاتھ حضرت کے ہاتھوں میں دیئے) اور پھر حضرت رائے پوری قدس سرہٗ نے بیعت فرمالیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کا اس وقت ایک ہفتہ قیام رہا۔ اور پھر حضرت قدس سرہٗ کی معیت میں ہی سہارنپور واپس آ گیا۔ اور پھر غالباً ایک ہفتہ سہارنپور میں مزید قیام کیا اور پھر نظام الدین ہوتے ہوئے پاکستان واپس آ گیا۔ اور پھر وہاں سے مکہ مکرمہ روانہ ہو گیا۔

حضرت کی شفقتیں

سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا لکھوں؟ اسے انتہائی شفقت سے تعبیر کروں یا محبت سے یا دوستی سے، واستغفر اللہ

..... مگر اتنا ہے کہ جو پیری مریدی کے تعلق کے بارے میں عام تصوف و سلوک کی کتابیں پڑھنے کے بعد ایک مہیب و مخیف تصور پیدا ہوتا ہے اس کے بالکل برعکس معاملہ فرماتے تھے ۔ لیکن الحمد للہ حضرت کے اس معاملہ نے کبھی قلبی وقار و عظمت میں ذرہ برابر فرق نہ آنے دیا ۔ والحمد للہ ۔

اس سیاہ کار کے معمولات ہی کیا تھے ؟ بارہ تسبیح کا ذکر عنایت فرمایا تھا ۔ مختلف اوقات میں دو تین دفعہ اس کو بڑھانے کی خواہش کا اظہار کیا تو ہر دفعہ بے نیازی سے فرمادیا کہ :

"نہیں ، کیا ضرورت ہے ؟!"

حضرت ہمیشہ دوستی کم کرنے کی اہمیت اس سیاہ کار کو فرماتے رہے ۔

ایک دفعہ یہ سیاہ کار گاڑی چلا رہا تھا ، حضرت ساتھ بیٹھے تھے بقیہ ساتھی پیچھے تھے ۔ حضرت نے وقت کا پوچھا (یہ سیاہ کار اس زمانہ میں اہتمام سے گھڑی نہیں پہنتا تھا ، حضرت کو بھی اس کا علم تھا اور اسی کا گویا خیال فرما کر ذرا غصہ سے فرمایا :

"تم تو کہہ دو گے گھڑی نہیں ہے "

اور پھر غصہ ہی میں سکوت فرمایا ۔ جس کا اس سیاہ کار پر اثر ہوا ۔ پھر تھوڑی دیر بعد فرمایا :

"پیارے ! تم جیسے مشغول آدمی کو تو اہتمام سے ہر وقت گھڑی رکھنی چاہیئے ورنہ نظام نہیں قائم رہ سکتا "

نیز اس سیاہ کار کو خاص طور سے بار بار فرماتے تھے کہ :

"خواہ مخواہ ادھر ادھر کے کام اپنے ذمہ نہ لیا کرو ، ہر دلعزیز بننے کی کوشش نہ کیا کرو ، کسی کی خواہ مخواہ ضمانت نہ لیا کرو اور اپنے کام کم کرنے کی فکر کرو "

ایک دفعہ عصر کے بعد کی مجلس میں حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کے ملفوظات میں

ایک نصیحت حضرت کی اس طرح کی آئی کہ :

" سالک کو چاہیئے کہ اپنی دلجمعی کو قائم رکھنے کی فکر کرے اور خواہ مخواہ لوگوں کی ضمانت نہ لے ..... " وغیرہ ۔

تو حضرت نے کتاب رکوا کر خاص طور سے اس وصیت کو ایک پرچہ پر لکھوایا اور پھر مجلس کے بعد اس سیاہ کار کو وہ پرچہ دیا کہ :

" اسے روزانہ پڑھا کرو "

خلافت

شب ۲۷ ر رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ سہارنپور دارجدید کی مسجد کے معتکف میں تہجد کے وقت الحاج بھائی ابوالحسن صاحب کے ذریعہ بلایا ۔ یہ سیاہ کار بہت ڈرا ہوا تھا کہ ایک رات پہلے ہی حضرت ہلکے الفاظ میں ڈانٹ چکے تھے کہ رمضان شریف کا وقت اچھی طرح نہیں گزارا ۔ ڈرتا ڈرتا حاضر ہوا تو حضرت نے سبز عمامہ باندھا ہوا تھا ۔ پھر وہی عمامہ اس سیاہ کار کو پہنا دیا اور اجازت مرحمت فرمائی ۔ بعد میں خاص طور سے دوستی کم کرنے اور دنیا داروں کی صحبت سے بچنے کے لئے خاص طور سے فرمایا ۔

خانقاہی نظام کی تاکید

حضرت اقدس اپنے اکثر خلفاء و مجازین کے بارے میں نہ صرف متمنی تھے کہ وہ اپنی اپنی جگہ جم کر بیٹھیں اور خانقاہی نظام قائم کریں ۔ بلکہ بہت سوں کو باقاعدہ اس کا حکم بھی فرمایا ، اور شدت سے اصرار کر کے ان کی جگہ قائم کروایا ۔ اور آخری سالوں میں تو کثرت سے اس کا اظہار فرماتے تھے ۔

البتہ یہ سیاہ کار چونکہ حضرت کے ساتھ ہی ہوتا تھا ۔ اس لئے اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا ۔ ویسے فی الجملہ اپنے ساتھ رہنے والے دو چار سے ہمیشہ بہت ہی اہمیت سے فرماتے رہتے :

"پیارو! اب ہم تو چلے۔ بس تم لوگوں سے ہی کچھ امید ہے۔"

خصوصاً حضرت صوفی اقبال صاحب سے خاص طور پہ فرماتے کہ:

"صوفی جی! اب یہ کام تم ہی نے کرنا ہے، سلسلے کو چلاؤ۔ تواضع میں اگر کہیں سلسلہ ہی نہ ختم ہو جائے۔"

اسی طرح کے مختلف جملے فرماتے رہتے، اور آہیں بھی بھرتے رہتے۔

اسی طرح اپنے حجاز مقدس کے قیام کے دوران جب صاحبزادہ امجد حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہ العالی کے بارے میں یہ خبریں ملتیں کہ ان کے ہاں باقاعدہ ذکر کی مجلس وبیعت کا سلسلہ وغیرہ معمولات خانقاہیہ جاری ہیں تو ان کو تو بالعموم کچھ نہ لکھتے البتہ خدام کے سامنے بہت ہی خوشی کا اظہار فرماتے۔

اشاعت کتب کی خدمت

"لامع الدراری" جب ٹائپ پر چھپ کر آئی تو اس سیاہ کار اور مولانا اسماعیل بدات صاحب نے حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ "لامع" کو اصل قرار دیتے ہوئے اس میں جو مواد "الابواب والتراجم" کا رہ گیا ہے اور اسی طرح جو مواد تقریر بخاری اردو کا اس میں نہ ہو اس کو معرب کر کے ان کے مواقع پر بڑھا دیا جائے اور پھر اصل متن بخاری کے ساتھ اس کو چھپوایا جائے تاکہ یہ گویا بخاری شریف کی مکمل شرح ہو جائے اور یہ کہ اس کام کو یہ سیاہ کار، مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری و مولانا حبیب اللہ صاحب چھپارتی مل کر کرلیں۔ تو حضرت نے بہت پسند فرمایا اور اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

نیز وفات سے کچھ ماہ قبل مکہ مکرمہ میں اس سیاہ کار نے "ریاض الصالحین" کی کچھ حدیثیں پڑھ کر اجازت بھی لی اور اس کی مختصر شرح کی اجازت اور دعا کے لئے بھی عرض کیا۔ حضرت نے خوشی کا اظہار فرمایا اور دعا بھی فرمائی۔

اس سے قبل "شریعت و طریقت" کی تعریب بھی کروائی۔ اس کے علاوہ "الاعتدال فی مراتب الرجال" کی تعریب کی اجازت بھی حضرت سے لی ہوئی ہے۔ جو انشاء اللہ عنقریب مکمل ہو جائے گی۔

فرقِ باطلہ کی تردید

چونکہ یہ سیاہ کار ہمیشہ کوشش کرتا تھا کہ اکثر وقت حضرت ہی کی خدمت عالیہ میں گزرے اور حضرت کو بھی یہ پسند تھا۔ اس لئے اس کا موقع تو کبھی آیا نہیں کہ حضرت نے کسی خاص تحریک کے لئے فرمایا ہو۔ البتہ رد قادیانیت، ردِ رفض و تشیع و رد مودودیت کے میدانوں میں جو اکابر کام کر رہے ہیں ان کے ساتھ اس سیاہ کار کا خصوصی تعلق اور وقتاً فوقتاً مختلف قسم کا تعاون حضرت کے علم میں تھا، اور کبھی کوئی بات اہم یہ سیاہ کار بھی عرض کر دیتا تھا تو حضرت ہمیشہ بہت خوشی کا اظہار فرماتے۔

تبلیغ تو حضرت ہی کا کام ہے

تبلیغی کام تو گویا حضرت کا اپنا ہی کام تھا اور حضرت شاہ مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہٗ کے انتقال کے بعد تو عملاً باقاعدہ سرپرست ہو گئے تھے اور ہر وقت اس کے فروغ و تقویت اور اصلاح و فتنوں و مخالفتوں سے حفاظت کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرماتے۔ جہاں کہیں اس مبارک کام کی ادنیٰ مخالفت کان میں پڑتی تو اس کے ازالہ کی فکر فرماتے۔

اسی طرح اس کام میں لگنے والے مخصوص افراد سے خصوصی تعلق و محبت فرماتے اور اگر کبھی کوئی خلاف امری بات کا پتہ چلتا تو اپنے اس خصوصی تعلق کو کام میں لا کر مؤثر تنبیہ فرماتے۔

بیعت ہونے والوں کو خصوصیت سے معمولات کی پابندی کی عادت ڈالنے کے لئے خاص طور سے کچھ وقت جماعت میں لگانے کے لئے فرماتے۔

اس سیاہ کار کو تین چلّوں کے لئے امریکہ جانے کا حکم فرمایا، اور اس کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً مختلف اجتماعات و مواقع پر وقت لگانے کی اجازت مانگنے پر خوشی کا اظہار فرمایا اور ادعیہ سے نوازا۔

مکہ مکرّمہ میں مدرسہ کی بنیاد | مکہ مکرمہ میں گھر کے پاس ایک قطعۂ زمین حضرت والد صاحب مدظلہٗ نے مدرسہ کے لئے مخصوص فرما دیا تھا، حضرت قدس سرہٗ نے وہاں تشریف لاکر بنفسِ نفیس اس کی بنیاد رکھی اور اپنے دست مبارک سے اینٹ جمائی۔

الحمدللہ یہاں قرآن شریف حفظ و ناظرہ کی تعلیم اسی وقت سے جاری ہے۔

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب

مہاجر مدنی زید مجدہم

اسم گرامی | محمد اقبال ابن ڈاکٹر خلیل الرحمٰن مرحوم ہوشیارپوری۔

پتہ | معرفت پوسٹ بکس ۱۱۹۶ مدینہ منورہ، سعودی عرب۔

تاریخ پیدائش | سنہ ۱۹۲۶ء۔

مکتبی تعلیم | چونکہ ہمارا خاندان کوئی دینی اور علمی نہیں ہے، ایک متوسط درجہ کی دینداری ہے جس کی وجہ سے بچپن میں سرکاری اسکول میں داخل کیا گیا، اور تیسری جماعت کے دوران قرآن پاک ناظرہ پڑھانے کے لئے حسب رواج مسجد میں ایک مکتب کے سپرد ہوا۔ استاذ صاحب ایک باخدا درویش صفت عالم باعمل حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہٗ کے شاگرد اور مُرید حضرت مولانا قاری محمد ابراہیم صاحب قدس سرہٗ تھے، جو تعلیم کے ساتھ طلبہ میں دینی جذبات و دینی تربیت کے بڑے حریص تھے۔ چھوٹے بچوں کو تعلیم میں تعلیم الاسلام سے لیکر اردو، فارسی، عربی

کی ابتدائی تعلیم بھی دیتے اور اپنے عمل اور نصائح سے تربیت بھی فرماتے تھے ۔

غالباً دو تین ماہ بعد والدہ مرحومہ کی بیماری کی وجہ سے میں نے مسجد میں جانا چھوڑ دیا جس پر گھر والوں نے کوئی توجہ نہیں کی کہ وہ مسجد میں بٹھلانے کی رسم پوری کر چکے تھے کیونکہ میری سکول کی تعلیم کے متعلق کسی کو کوئی شکایت نہ تھی بلکہ سکول میں محنتی اور اچھے طلباء میں شمار تھا اس لئے دینی تعلیم سے محرومی کو گوارا کر لیا گیا ۔

عربی تعلیم کی ابتداء

اس کے تین سال بعد جبکہ چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا تو خود بخود قرآن پڑھنے اور دینی علم حاصل کرنے کا شوق ہوا اور بطور خود حضرت قاری صاحب کے پاس حاضر ہو کر پڑھنا شروع کیا ۔

اب انہوں نے پوری توجہ فرمائی اور اُردو کی دینی کتب بھی پڑھنے کے لئے دینا شروع کر دیں، جس سے مجھ پر دینی جذبات کا خوب غلبہ ہو گیا ۔ حتیٰ کہ میٹرک پاس کرنے کے بعد آگے تعلیم حاصل کرنے سے انکار کر دیا اور عالم دین بننے کیلئے حضرت مولانا علی میاں صاحب کی خدمت میں ندوۃ العلماء چلا گیا ۔ حضرت قاری صاحب کی طرح حضرت مولانا علی میاں صاحب نے بہت ہی خصوصی توجہات سے نوازا اور مجھے بھی ان کے ساتھ عشق کے درجہ میں محبت ہو گئی ۔ لیکن صحت پہلے سے کمزور تھی وہاں چند ماہ کے اندر سخت بیمار ہو گیا ۔

حضرت مولانا سے ابتدائی عربی کی کتابیں اور کچھ ترجمہ قرآن پاک اور ریاض الصالحین پڑھتا تھا کہ حضرت مولانا نے میرے اندر اعلیٰ دینی ماحول کی طلب پا کر مجھے دارالعلوم دیوبند چلے جانے کا مشورہ دیا اور حضرت شیخ الفقہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ کے نام اپنا سفارشی خط بھی دیا جس نے حضرت مولانا صاحب قدس سرہٗ کو بہت متوجہ کر دیا ، مگر بدقسمتی سے وہاں بھی بیمار

ہی رہتا تھا ۔ نور الانوار اور کنز الدقائق تک پہنچا تھا کہ بار بار بیمار ہو جانے کی وجہ سے تعلیم کا یہ سلسلہ ختم کرنا پڑا ۔

اب اکابر کی اُردو تصانیف کے پڑھنے کا مشغلہ رہا خصوصاً حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہم کی کتب خوب پڑھیں ۔ اب تک نماز روزے کے ساتھ ایک عام آدمی کی طرح پوری زندگی گزر چکی ، اب خاتمہ کا منتظر ہوں ۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور حُسن خاتمہ سے نواز دے ۔

نکاح

تیس سال کی عمر میں ایک عالم باعمل حضرت اقدس مدنی کے خادم حضرت مولانا غلام فرید صاحب کی لڑکی سے نکاح بھی ہو گیا تھا اولاد کوئی نہیں ہوئی ۔

ہوشیارپور

پاکستان بننے سے پہلے ہمارے وطن ہوشیارپور میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ ، حضرت رائے پوری، حضرت تھانویؒ کے خصوصی متعلقین و مریدین کی ایک بڑی جماعت تھی جن کے باہم سیاسی اختلافات کے باوجود آپس میں بہت گہرا تعلق تھا ۔ یہی میرا شب و روز کا ماحول تھا ۔ پاکستان بننے کے بعد یہ ماحول بھی ختم ہوا ۔

بچپن کی بیعت

اسکول میں پڑھنے کے دوران چونکہ اکابرین کی کتابیں پڑھتا تھا ۔ حضرت تھانویؒ سے بیعت کا شوق ہوا ۔ مکاتبت رہی لیکن کم سنی کی وجہ سے حاضری کی نوبت نہیں آئی کہ حضرت کا وصال ہو گیا ۔

سکول پڑھنے ہی کے زمانہ میں حضرت اقدس رائے پوریؒ جب ہوشیارپور تشریف لائے تو اُن کی زیارت اور دو روز اُن کی صحبت میں رہنا ہوا ۔

لیکن بیعت کا شوق چونکہ حضرت تھانویؒ سے تھا اس لئے حضرت کے

اجل خلفاء میں سے حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ سے بیعت کرلی کہ وہ ہوشیارپور کے قریب ہی شہر جالندھر میں قیام فرماتے تھے انہوں نے طالب علمی اور کم سنی کی وجہ سے کوئی ذکروشغل تو نہیں تعلیم کیا کچھ درود شریف اور باطنی اخلاقی اصلاح کی نصیحت فرمائی ۔ میں اس وقت غالباً بالغ بھی نہ ہوا تھا ۔

حضرت سے بیعت

اسی دوران رمضان المبارک میں مَیں اپنے قاری صاحب کے ساتھ مسجد میں معتکف تھا اور شمائل ترمذی کا ترجمہ خصائل نبوی کا مطالعہ کرتا تھا ۔ کہ مجھے خواب میں حضرت اقدس شیخ قدس سرہٗ کی زیارت ہوئی اور اُن سے دودھ کا پینا بھی یاد پڑتا ہے ۔ اس خواب کے بعد جبکہ شمائل ترمذی میں "باب مزاح النبی صلی اللہ علیہ وسلم" آیا تو ایک حدیث جس میں یا اباعمیر ما فعل النغیر آتا ہے کی شرح میں حضرت نے تحریر فرمایا:

"اس حدیث

بندہ کے دل پر ان دو سطروں کا غیر معمولی اثر ہوا اور محسوس ہوا کہ یہ بات کسی عاشق صادق کے دل سے نکلی ہے ۔ بندہ چونکہ بیعت سلوک کا مقصد محبت و اخلاص ہی کا حصول سمجھتا تھا اس لئے دل میں پختہ ارادہ ہوگیا کہ اس کتاب کے مصنف ہی کو اپنا آقا اور مرشد بنانا ہے ، اور یہ شوق دل و دماغ پر اس قدر مسلط ہوا کہ اپنا پہلا بیعت ہونا یاد ہی نہ رہا ۔

لیکن حضرت حکیم الامت تھانویؒ کی کتب کے مطالعہ سے اس بات کا خیال تھا کہ بیعت میں جلدی نہیں کرنی چاہیئے ، پہلے آمد ورفت و تعلقات قائم کرکے مناسبت پائی جانے کے بعد ہی بیعت کروں گا ۔ چنانچہ دیوبند کے

زمانۂ تعلیم میں کچھ عرصہ بغیر بیعت کے حضرت شیخؒ سے تعلق رہا ۔

پھر ۴۵ء میں ایک روز حضرت اقدس سے بیعت کی درخواست کی ۔ اس پر حضرت نے بہت حیرانی اور تعجب سے جواب دیا کہ :

"اس بات کا مجھ سے کیا واسطہ ، اس کے لئے میرے دو بزرگ حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ اور حضرت اقدس رائے پوریؒ موجود ہیں ۔ دیوبند تو تمہارا قیام ہے اور رائے پور بھی تم جاتے رہتے ہو ایک چاند ہے ایک سورج ہے جس طرف تمہارا خیال ہو ضرور بیعت ہو جاؤ ۔"

مگر احقر نے کئی دن اصرار کے بعد جب یہ عرض کیا کہ مجھے حضرت ہی سے بیعت ہونا ہے اگر حضرت کسی وجہ سے بیعت نہیں فرماتے تو بندہ کسی اور جگہ بیعت ہی نہیں ہوتا ۔ اس پر حضرت نے استخارہ کرنے کا حکم فرمایا ۔ بندہ تعمیل ارشاد کے بعد جب بیعت کے لئے حاضر ہوا تو اس وقت نہایت بشاشت اور ناقابل بیان خصوصی توجہ سے مدرسہ قدیم کی مسجد میں بیعت فرماکر ابتدائی معمولات مختصر تجویز فرما دیئے ۔

بیعت کے بعد کسب فیض

اور پھر حضرت کی طرف سے اور حضرت کے حکم و ہدایات کے مطابق حضرت شیخ الاسلام اور حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہما کی خدمات میں اخذ فیض کا شرف حاصل ہوتا رہا اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے تعلق ان حضرات اور دیگر مشائخ کی خصوصی توجہات کا ذریعہ بنتا رہا ۔

اب تو لکھتے ہوئے شرم آتی ہے تقسیم ملک کے وقت بندہ جب نظام الدین سے پاکستان آرہا تھا تو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب قدس سرہٗ نے بندہ کے ہمراہ پاکستانی تبلیغی احباب کو میری غیبت میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ :

"دیکھو اس کا بہت خیال رکھنا یہ تمام بزرگوں کا منظورِ نظر ہے"۔

حضرت کی خدمت میں حاضری سے پہلے حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا تو وصال ہو چکا تھا۔ اس وقت حضرت اقدس بیعت ہونے کی درخواست کرنے والوں کو عموماً حضرت مدنیؒ اور حضرت رائے پوریؒ ہی کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دیا کرتے تھے حالانکہ یہ دونوں حضرات سلسلہ کی شاخ امدادیہ خلیلیہ میں سے نہیں ہیں، اور تبلیغ سے شغف رکھنے والوں کو حضرت جی مولانا یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے رجوع کا مشورہ دیتے۔ یہ جذبۂ خیر خواہی اور اخلاص مشائخ زمانہ کے لئے قابل تقلید نمونہ ہے۔

پہلی زیارت

حضرتؒ سے پہلی ملاقات ۴۵-۱۹۴۴ء میں دوران قیام ندوہ ہوئی، اس وقت بندہ کی عمر تقریباً انیس ۱۹ سال اور حضرت اقدس کی عمر مبارک تقریباً اڑتالیس ۴۸ برس کی تھی۔ بندہ لکھنؤ سے وطن جاتے ہوئے ایک روز کے لئے بغرضِ زیارت سہارنپور ٹھہرا تھا۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب کا تعارفی خط بندہ کے پاس تھا، بندہ رات کو بے وقت پہنچا اس لئے اپنے ایک واقف طالب علم کے پاس قیام کیا اور صبح بوقت چائے مع طالب علم ساتھی کے خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس طالب علم کو ڈانٹا کہ تم نے میرے مہمان کو اتنی دیر سے کیوں ملایا؟ بندہ سے نظام پوچھا عرض کیا کہ صرف ایک روز ٹھہرنے کی گنجائش ہے، صبح کی گاڑی سے گھر جانا ضروری ہے۔ حضرت نے ایک صاحب کے ساتھ مدرسہ، کتب خانہ وغیرہ سب دکھلایا، اور کھانے، مجلس اور ملاقات کے اوقات بھی بتا دیئے۔

اصلاح چلتے چلاتے نہیں ہوتی

دوسرے روز اپنے خادمِ خاص مولوی نصیر الدین صاحب مرحوم کو

اہتمام سے حکم فرمایا کہ ان مولوی صاحب کو سب سے پہلے چائے سے فارغ کردو کیونکہ ان کی گاڑی کا وقت ہو رہا ہے۔ بندہ نے عرض کیا کہ ایک روز ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اس پر بڑے تعجب سے استفسار فرمایا کہ:

"کیا بات پیش آگئی؟ ملاقات ہوگئی، مدرسہ دیکھ لیا، اب کیوں ٹھہر رہے ہو جبکہ کل تو کہہ رہے تھے کہ ایک دن رہنا ہے۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا کہ یہ سہارنپوریہ مجھے یہاں سے بھگا رہا ہے، ٹھہرنے کی وجہ پوچھ رہا ہوں کہ اگر کوئی چیز وغیرہ خریدنا ہو تو میں حضور کی کوئی مدد کر سکوں؟"

عرض کیا کہ اور کوئی کام نہیں ہے، یہ سنا ہے کہ بزرگوں کی صحبت میں اصلاح ہوتی ہے۔ اس لئے ایک دن اور ٹھہر رہا ہوں۔ ہنس کر فرمایا:

"واہ! تم سمجھتے ہو کہ گھر جاتے ہوئے راستہ میں لگے ہاتھ اصلاح بھی کرواتا جاؤں میں اس خدمت کے لئے بھی حاضر ہوں مگر یہ کام چلتے چلاتے نہیں ہوتا، اچھا شوق سے ٹھہرو"۔

مرشد کے انتخاب میں وجہ ترجیح

بندہ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی کتابیں کثرت سے پڑھ چکا تھا۔ جن کی روشنی میں زیادہ سے زیادہ طبعی مناسبت اور حضرت کی توجہ مبارک سے بے اختیاری محبت محسوس کر کے مشائخ وقت میں سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو اپنا مربی و مرشد بنایا۔

حضرت میں منجملہ دیگر اوصاف کے بندہ کے اس وقت کے ناقص خیال میں ایک خصوصیت حضرت کی عمر شریف کا تھوڑا ہونا بھی تھا۔ اس وقت خیال تھا کہ بہت بوڑھا شیخ کیا تربیت و نگرانی کر سکتا ہے۔ اس خیال کا غلط ہونا خود حضرت شیخ کے بڑھاپے میں کام کرنے کو دیکھ کر ثابت ہوگیا۔

حضرت شیخؒ — شفیق مُربّی مُرشد

غیر ضروری سوالات پر لطیف تنبیہ !

بیعت کے بعد ابتدائی معمولات پر عمل کے ساتھ بندہ کو حضرت کی صحبت میں زیادہ سے زیادہ رہنے اور دوری کی حالت میں حضرت کی کتب کا مطالعہ اور کثرت سے مکاتبت رہی ، مگر اس مکاتبت میں بندہ کے اکثر اپنے عام حالات اور دُعا اور توجہ کی درخواست ہوتی تھی ۔ اصلاح باطن اور سلوک کے متعلق بہت کم سوالات ہوتے تھے ۔ جن کا مختصر اور شافی جواب حضرت مرحمت فرما دیتے ۔

اور تصوف کی لائن کی کوئی بات اپنے حال سے اونچی یا غیر متعلق پوچھی تو اس طرح کا جواب ہوتا تھا کہ :

" یہاں تک تو ابھی میں بھی نہیں پہونچا " ۔

حضرت کا اندازِ تربیت

معمولات کی پابندی کی اطلاع پر مسرت کا اظہار ہوتا اور سستی کی اطلاع پر تنبیہ ہوتی اور کسی اچھے حال کے اظہار پر کبھی سکوت اور کبھی معمولی مسرت کا اظہار ہوتا اور بدحالی اور مایوسی کے اظہار پر مسرت اور ہمت افزائی کا مضمون ہوتا ۔

حضرت کے ہاں معمولات اور ذکر کی پابندی اور اعمال کی نگرانی اور اہمیت تھی ، معاملات اور اخلاق کے معاملہ میں سخت گرفت تھی ، لیکن باطنی سطحی احوال کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی ۔ اصل تعلق باللہ اور محبت کے احوال اور ذکر سے وابستگی پر زور تھا ۔

ان سب باتوں کے متعلق تحریری ارشادات کم تھے ۔ حضرت کے مختصر زبانی فقروں اور چہرہ مبارک کے انداز سے جوابات ملتے اور فیضِ صحبت سے راہنمائی ہوتی ، اس لئے ان جذبات کو یاد کر کے تحریر میں لانا بندہ کی موجودہ بیماری کی حالت میں بہت مشکل ہے ۔

تقسیم ملک سے قبل کے خطوط ہندوستان رہ گئے اور مدینہ پاک کے قیام سے قبل حضرت کے دستِ مبارک کے لکھے ہوئے خطوط بعض وجوہ سے میرے پاس محفوظ نہیں رہے ، تلاش کرنے سے مل جائیں گے تو ارسال خدمت کردونگا ۔

ذوق معاملات

بندہ چونکہ کم سنی سے حاضری اور علم سے بے بہرہ اور کند ذہن بھی ہے ، اور حضرت کے مزاج مبارک میں نگرانی اور روک ٹوک اور ڈانٹ کی عادت نمایاں تھی جیسا کہ اپنوں سے مزاح ، خوش طبعی اور غیروں سے تسامح کرنا یہ اوصاف بھی نمایاں تھے ۔ جتنا جتنا بندہ کا تعلق بڑھتا گیا اور بندہ کی تالیف قلب کی ضرورت کم ہوتی گئی حضرت کی طرف سے محاسبہ بھی بڑھتا گیا ۔ اور آخری سالوں میں بندہ کی بیماریوں اور شاید کچھ محبت کی وجہ سے ابتدا کی طرح پھر تسامح اور دلداری کا معاملہ ہو گیا اس لئے بارہا فرماتے تھے کہ :

" تمہیں ہر وقت اور ہر قسم کی بات کرنے کی اجازت ہے تمہارے اوپر کوئی قانون نہیں " ۔

حتیٰ کہ میرے ایک عریضہ کے جواب میں گرامی نامہ مورخہ ۱۹ ر نومبر ۱۹۸۰ء میں تحریر فرمایا :

" ارے پاگل کب تک میری ناراضگی سے ڈرتا رہے گا ، تم ان لوگوں میں نہیں ہو جن سے ناراض ہوں " ۔

ڈانٹ کے واقعات یاد کر کے لکھنے کی اس وقت طاقت نہیں، چند واقعات پرانے لکھے ہوئے میرے رسالہ "عبرت آموز واقعات" سے سے نقل کر دیتا ہوں ۔

اسی طرح نمونہ کے طور پر ایک واقعہ دوسرے بھائی کا یہاں لکھتا ہوں :

ایک بار حضرت اقدس کے پرانے شاگرد اور تبلیغی جماعت کے کارکن جو ذکر و شغل کرتے تھے رمضان کا چلہ گزارنے حجاز تشریف لائے تو حضرت کے حرم شریف کے اوقات میں حضرت کے ساتھ رہنے کا ارشاد تھا ۔ وہ صاحب پہلے ہی دن جب حضرت نفلوں میں مشغول تھے تبلیغی جماعت کے حلقے میں چلے گئے ۔ واپس ہوئے تو حضرت نے حرم ہی میں دھیمی آواز سے بہت زوردار ڈانٹ پلائی اور اس تبلیغی حلقہ میں جانے کو ، جس کا حضرت کو بہت ہی اہتمام ہوتا تھا اور اس کو بہت اونچا کام فرماتے تھے ، مٹرگشت اور تفریح کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ۔

اس سخت ناراضگی کے واقعہ پر ان صاحب اور ہم لوگوں کو بھی تعجب ہوا ، لیکن حضرت کی عادت شریفہ معلوم تھی اس لئے بندہ کو خوشی اور امید بھی ہوئی کہ اب اس پر حضرت کی خصوصی توجہ پڑے گی کیونکہ اس ڈانٹ سے وہ خود متوجہ ہوگیا ہے چنانچہ اس سفر میں ان کو اجازت بیعت عطا فرمائی ۔

سخاوت

"اتباعِ سنّت" ص۷۸ سے نقل ہے :

"ایک مرتبہ حضرت اقدس کے پاس رقم آئی تو حرم شریف میں بیٹھے ہوئے جبکہ تنہا بندہ ہی قریب بیٹھا ہوا تھا پانچ ہزار ریال (پندرہ ہزار پاکستانی روپے) بندہ کو عنایت فرمائے ۔ اس وقت بندہ بعض اسفار میں

اخراجات کی وجہ سے کچھ مقروض تھا مگر اللہ کے فضل سے اس قرض کا کسی کو علم نہیں تھا حتیٰ کہ قرض دینے والے کو بھی علم نہ تھا ۔ کیونکہ اس زمانہ میں میرے پاس بہت سے حضرات کی امانتیں رہتی تھیں جن میں سے خرچ کرنے کی مجھے اجازت امانت رکھنے والوں کی طرف سے ہوتی تھی ۔ اس کے علاوہ کئی دفعہ بندہ کو بڑی بڑی رقمیں مرحمت فرمائیں ۔

تربیت

وساوس کا علاج

"وساوس" کے متعلق عام طور پر جواب دیا کرتے تھے کہ "عدمِ التفات ہی اس کا علاج ہے پرواہ نہ کرو"

ریا کا علاج

"ریا" کے متعلق شروع میں ایک دفعہ فرمایا کہ :

"سب لوگوں کے دل تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں اگر وہ نہ چاہیں تو دوسرا کیسے خوش ہو سکتا ہے ، بلکہ اگر ریا کاری کو اللہ تعالیٰ دوسرے پر ظاہر کر دے تو الٹا ہی اثر ہوگا ۔ اس کو سوچ کر نیت درست کر لیا کرو"۔

بعد میں ایک دفعہ ایسا تحریر فرمایا کہ :

"ریا وغیرہ کی فکر مت کرو ۔ انشاء اللہ یہ سب باتیں ختم ہو جائیں گی ذکر توجہ سے کیا کرو"۔

حبِّ جاہ و مال کا علاج

حب جاہ و مال کے متعلق ایسا فرماتے :

"کچھ بھی کرو مقدر میں کمی زیادتی نہیں ہوتی"۔

ان چیزوں سے متعلق قصے سنانے کا بھی حضرت کا عام معمول تھا ۔

تکبر اور متکبر کی اصلاح

اُمّ الامراض "تکبر" کے ازالہ کی تو بہت ہی فکر رہتی تھی۔ کسی حرکت و سکون میں اس کا اثر محسوس فرما کر اپنا رُخ اور آنکھ بدل لیتے تھے، تعلق والے کے لئے وہی کافی ہو جاتا۔ اس کے برعکس تواضع کی کیفیت محسوس فرما کر بہت ہی توجہ اور شفقت فرماتے۔

شکایات کے بارے میں معمول

کسی کی شکایت سننا جس کا منشا دوسرے کی توہین اور اپنی بڑائی ہو حضرت کو بہت ناگوار تھا جس کا اظہار مختلف طریقوں سے ہوتا تھا۔ کبھی بے التفاتی سے۔ کبھی اپنے اوپر لیتے کہ بھائی میرے اندر یہ سب کچھ ہے۔

اگرچہ مریدین اور متعلقین کے (متعلقین میں دنیا بھر کے دین کے سارے شعبوں میں کام کرنے والے شامل ہیں۔ گویا کہ حضرت اپنے کو سب کا ذمہ دار خیال فرماتے تھے) تفقدِ حالات کا خصوصی اہتمام تھا۔ اس بنا پر اچھے بُرے حالات کو خود بھی دریافت کرتے اور اخلاص سے جو کوئی شکایت سُناتا اس پر توجہ فرماتے۔ اس میں بات چھپانے والے صوفی مزاج سے حضرت کو زیادہ مناسبت نہیں تھی، حتٰی کہ قریب کے سالوں میں خود بندہ کو مجلسِ ذکر میں خالی بیٹھے ہوئے کو (کیونکہ بوجہ بیماری ذکر جہر نہیں کر سکتا تھا) اپنے پاس تخلیئے میں بلا لیتے اور فرماتے کہ "چلو بات سُنا دو" بلکہ بعض دفعہ یہاں تک فرما دیتے کہ "آؤ ہم غیبت ہی کر لیں"۔

حضرت کی کچھ نصائح غیبت اور تکبر اور عُجب سے متعلق رسالہ "الاعتدال" "اُمّ الامراض"، "آپ بیتی"، "شریعت و طریقت کا تلازم" میں درج ہیں۔ اور رأس الخطیئۃ یعنی حبّ دنیا کے ازالہ کے لئے حضرت کی پوری کتاب "فضائلِ صدقات" ہے۔

تلقین ذکر کے بارے میں معمول

ذکر کے بارے میں یہ ہے کہ حضرت اقدس نے سنہ ۴۷ء میں نظام الدین کے سہ ماہ قیام کے دوران ذکر بالجہر نفی اثبات کی صرف ایک تسبیح بہت اہتمام سے خود تلقین فرمائی۔ بعد میں نفی اثبات تین اور اسم ذات پانچ کر دیا۔ پھر پوری بارہ تسبیح کی اجازت فرما دی۔

حضرت کے حکم سے رائے پور حاضری ہوتی تھی۔ اس لئے وہاں قادری طریقہ پر ذکر کرنا بھی سیکھ لیا۔ لیکن اپنا معمول حضرت کا تلقین کردہ طریقہ چشتیہ ہی رہا۔

ایک مرتبہ مرکز تبلیغ (مسجد نور) مدینہ منورہ میں جبکہ حضرت کا قیام مرکز ہی میں تھا اور احقر خوب ذکر جہر کرتا تھا تو ذکر کے بعد سو گیا۔ خواب میں حضرت اقدس کو چارپائی پر لیٹے ہوئے دیکھا، مصافحہ کرنے کے لئے قریب ہوا تو دیکھا کہ اس چارپائی پر سید الکونین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں، بندہ ہیبت سے چارپائی کے پاس بیٹھ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بندہ پر کوئی توجہ فرمائی جس سے سارے جسم کا گوشت پھڑکنے لگا اور عجیب لذت محسوس ہوئی۔ اس میں آنکھ کھل گئی۔ اسی وقت حضرت سے خواب بیان کیا، فرمایا کہ یہ سُلطان الاذکار کی توجہ ہے۔

اس کے کچھ عرصہ بعد بندہ بیماریوں کی وجہ سے ذکر جہر کرنے کے قابل نہ رہا تو حضرت نے ذکر خفی تعلیم فرمایا۔ اسی دوران پاس انفاس اور مراقبہ معیت بھی تلقین فرمایا۔ بندہ کو ذکر خفی قلبی سے زیادہ محبت ہو گئی اور اس لائن کے ذکر کی کئی اقسام کی مشق ہو گئی۔ اس لئے حضرت نے نقشبندی اذکار کا

رسالہ "شجرۂ نقشبندیہ" احقر سے لکھوایا کہ حضرت چند سال پہلے اس
ذکر کے فروغ کی طرف بھی بہت متوجہ تھے، کیونکہ ذکر جہر کرنے میں بعض کو موانع
پیش آتے ہیں اور بعض کی طبیعت کو جہر سے مناسبت نہیں ہوتی۔

بندہ کو ذکر خفی کے اشتغال کے دوران سید الطائفہ حضرت حاجی
امداد اللہ صاحب قدس سرہٗ کی خواب میں دو دفعہ زیارت ہوئی۔ ایک
دفعہ اپنے کو ان کے پیچھے چلتے دیکھا اور ایک دفعہ ان سے مصافحہ کے لئے ہاتھ
بڑھائے تو حضرت نے بجائے مصافحہ کے میرا ہاتھ کھینچ کر مجھے اپنے سینہ سے لگالیا
اور اسی کی لذت میں آنکھ کھل گئی۔ خواب کی لذت جاگنے کے بعد دیر تک
قائم رہی۔

خلافت

احقر کو اجازت اور حضرت الحاج ڈاکٹر محمد اسماعیل
صاحب دامت برکاتہم کو اجازت سہارنپور میں شبِ
عید ۱۳۸۷ھ ہوئی۔

اس موقعہ پر ایک مصلّیٰ عنایت فرمایا تھا اور جو ہدایت فرمائی تھی وہ بھی
ڈاکٹر صاحب کو بلفظہٖ یاد ہے وہیں سے معلوم ہو جائے گا۔ البتہ اس سے
پہلے کا حال لکھتا ہوں۔

مدینہ منورہ سے ہمارے سہارنپور پہنچنے پر حضرت کی ہمارے اُوپر خاص
توجہ تھی، ملاقات پر سینہ مبارک سے لگا کر حضرت پر گریہ طاری ہوا۔ جب
کتاب کی مجلس میں "ارشاد الملوک" شروع ہوئی تو بندہ پر بھی بے اختیار
گریہ طاری ہوا حالانکہ کتاب کئی بار پہلے بھی پڑھ چکا تھا۔

اس پہلے ہفتہ حضرت نے حسب معمول مغرب بعد کی مجلس شروع ہونے
پر ٹھنڈا پانی نوش فرمایا اور بچے ہوئے پانی کے لئے خادم خاص بھائی ابوالحسن ظلہ

سے فرمایا کہ "یہ صوفی اقبال کو دے دو"۔ میں مجمع میں بیٹھا ہوا تھا جلدی
سے جھپٹ کر دو گھونٹ بھرے تو ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے بھی اشارہ کیا
تو حضرت نے فرمایا "لاؤ ان کو اور دے دیتے ہیں"۔ چنانچہ ان کو مستقل تبرک
کر کے عنایت فرمایا۔ وہ گھونٹ اندر جاتے ہی بندہ کی عجیب کیفیت ہوئی جو بیان
سے باہر ہے، ایسے معلوم ہوا گویا کہ کوئی زبردست روحانی چیز اندر داخل ہوئی۔
جس سے شدید گریہ طاری ہوا جس کو مجلس کی وجہ سے بہت کچھ ضبط کیا۔

حضرت نے اعتکاف کی جگہ بھی اپنے بالکل قریب اہتمام سے دلوائی۔

اس رمضان میں بندہ پر اپنی بدحالی پوری طرح واضح رہی اور دوسری طرف
حضرت کا خوف اور رعب بہت طاری رہا۔ حالانکہ بچپن ہی سے حضرت سے
قدیم تعلق رہا اور کوئی حجاب نہیں تھا۔

آخری عشرہ میں ایک دن خواب دیکھا کہ ایک بڑا ہال کمرہ انوار سے بھرا
ہوا ہے اس میں ایک بزرگ تشریف فرما ہیں گویا دین و دنیا دونوں کے
بادشاہ ہیں اکیلے تشریف فرما ہیں۔ بندہ کے دل میں وہ حضرت شیخ ہی ہیں
اگرچہ انوار کی کثرت میں چہرہ صاف دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مجھے کسی نے کہا کہ
"ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تھے وہ ان کو فرما گئے ہیں"۔ دل میں
خیال تھا کہ میرے متعلق فرمایا۔

بندہ نے رعب کی وجہ سے اس خواب کا ذکر حضرت سے نہیں کیا۔

اس کے بعد حضرت نے ہم دونوں کو بلا کر حضرت حاجی صاحب نور اللہ
مرقدہٗ کے وہ الفاظ جو انہوں نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کو بیعت کرنے کے
ساتویں دن روز فرما دیئے تھے کہ:

"مجھے جو کچھ دینا تھا دے دیا"۔

اس قصہ کو سُنانے کے بعد ہمیں ایسے فرمایا کہ "تم لوگوں نے وقت گزارا میرا تو اتنا ہی کام تھا۔ اب اس کو قائم رکھنا اور بڑھانا تمہارا کام ہے" اور ہمیں رخصت کر دیا۔

ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ حضرت کی بات کا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا کہ بزرگ تسلی دیا کرتے ہیں اور ہمت دلایا ہی کرتے ہیں۔

اس کے بعد مجلس عام میں ایک قصہ سُنایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کسی کو کوئی نعمت ملے تو حسد نہیں کرنا چاہئے۔ یہ بہت مہلک چیز ہے۔

اجازت کے بارے میں

اجازت بیعت کے متعلق فرمایا کہ "بعض آدمی کے متعلق مجھے اجازت دینے کا خیال ہی نہیں ہوتا لیکن میں اس پر مجبور کیا جاتا ہوں (یعنی داعیہ غیبی الہام مراد ہے) اور بعضوں کے متعلق میں چاہتا ہوں کہ اس کو اجازت دوں مگر اس امر کی مجھے اجازت نہیں ملتی"۔

احقر کو اجازت ملنے کے بعد خیال ہوا کہ شاید اس روز کی مذکورہ بالا تقریر ہم دونوں کو اجازت فرمانے کی وجہ سے کی ہو کیونکہ شاید غیر علماء میں پہلے ہم ہی تھے جن کو اجازت ملی۔

بقائے سلسلہ کی حرص

اس سلسلہ میں چونکہ حضرت کے مدینہ منورہ آنے کے بعد الحمد للہ قیام تو ساتھ ہی رہا اور میں خدام پارٹی میں شامل رہا اس لئے رمضان کے لئے جہاں حضرت تشریف لے گئے مجھے بھی ہمرکابی نصیب رہی۔ اس دوران میں جب حضرت کو بعض اپنے سے متعلق دوستوں کے احوال یا ان کے خطوط سُناتا تو حضرت فرماتے کہ:

"اس کو میری طرف سے یا اپنی طرف سے اجازت لکھ دو"۔

اور بعض کے متعلق فرمایا کہ:

"اس کو بیعت کی اجازت دے دو"۔

اس پر جب بندہ شرمندگی کا اظہار کرتا تو حضرت فرماتے کہ:

"بھائی اب یہ کام تم ہی لوگوں کو کرنا ہے، تم ہی دوستوں سے مجھے اس سلسلہ میں امید ہے"۔

چنانچہ ایک خط ۱۹۸۰ء بقلم مولوی شاہد صاحب از سہارنپور میں ایک صاحب کے متعلق تحریر فرمایا کہ:

"اگر وہ اجازت وخلافت کے اہل ہیں تو میری یا اپنی طرف سے ان کو اجازت دے دو۔ میرے پیارو! میں تو نبٹ گیا اب تو تم ہی کرو۔ اتنا ضرور عرض کروں گا کہ تواضع میں سلسلہ منقطع نہ ہو جائے۔ کاش! میں کسی قابل ہوتا تو تم لوگوں کی خوشامد نہ کرتا"۔

"..... کے حالات جو تم نے لکھے اللہ تعالیٰ ان کو ترقیات سے نوازے اور سلسلہ کے برکات سے نوازے میری طرف سے بیاماً ان کو اجازت دے دینا یا تم ہی دے دینا۔

اپنے اندر ایک بات جی خوش کرنے کی پا رہا ہوں اور مجھے ہمیشہ اس پر ناز رہا کہ بزرگوں کو مجھ سے ہمیشہ تعلق رہا خواہ وہ حسینی ہوں یا اشرفی۔ حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کا وعدہ تو تمہیں بھی یاد ہوگا میں اپنا خیال ..... کے متعلق لکھ چکا ہوں صوفی جی اب تو سلسلہ کو چلاؤ"۔

ذکر وشغل اور تربیت باطنی کی لائن کے خطوط کے جوابات کے متعلق حضرت اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "اس کا جواب تم لکھ دو" حتیٰ کہ اگر میں بیمار ہوتا تو خطوط

گھر بھیج دیتے ۔ عام خطوط کے جواب خود لکھ کر ڈاک میں ڈال دیتا لیکن اگر کوئی
مشکل مسئلہ یا کیفیت ہوتی تو اس کا جواب لکھ کر حضرت کو سنا دیتا ۔ حضرت ہمیشہ
تصویب اور خوشی کا اظہار فرماتے اور دعائیں دیتے ۔

اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ حضرت نے بندہ سے امتحاناً پوچھا کہ "فلاں
کے متعلق اجازت کا خیال رہا ابھی طے نہیں کیا تمہارا کیا اندازہ ہے" بندہ ہنس
پڑتا کہ حضرت مزاح فرما رہے ہیں ۔ پھر زور سے فرماتے کہ "تکلف نہ کرو کیونکہ
تمہارا ان سے جوڑ ہے اپنا خیال بتاؤ" کبھی بندہ عرض کرتا کہ کچھ عرصہ اور
دیکھ لیا جاوے ۔ فرماتے "ہاں میرا بھی یہی خیال ہے" لیکن بندہ سے استفسار
پر جب محسوس ہوتا کہ ارادہ مبارک پختہ ہے تو عرض کرتا کہ حضرت بہت اچھا ہے
انشاء اللہ مبارک ہے ۔

چنانچہ وصال کے بعد اپنی نہایت بدحالی و ناتوانی کی حالت میں جب میرے
بزرگ احباب نے مجھے پاکستان رمضان کرنے کا حکم فرمایا کہ میں محض حضرت
کی وصیت پر عمل کرنے کی اپنی سی کوشش کرنے کے خیال سے اس شرط پر
اپنے محترم بزرگ حضرت الحاج عبدالحفیظ صاحب سے عرض کیا کہ چونکہ حضرت
نور اللہ مرقدہٗ بھی سفر کا آخری فیصلہ روضۂ شریف سے اشارہ پر فرمایا کرتے تھے
اور اس میں آپ کے مکاشفات کو اہمیت دیتے تھے لہٰذا اگر میرے سفر سے
متعلق بھی وہاں سے کوئی اشارہ ہو جائے تو میں تیار ہوں ـــــ (حضرت
الحاج کے تمام مکاشفات کو حضرت قبول فرما کر اپنے روزنامچہ میں درج کرواتے تھے
اور وہ سب شریعت کے موافق ہوتے تھے جبکہ بعض دوسرے حضرات کے مکاشفات
کو صرف سُن لیتے درج نہ کرواتے اور اگر شریعت کے خلاف ہوتا تو تنبیہ فرماتے
یا تعبیر فرماتے ـــــ چنانچہ انہوں نے دوسرے روز اپنا مکاشفہ مبارک

بیان فرمایا جس کو حضرت کی اتباع میں حضرت کے جانشین صاحبزادہ
حضرت مولانا طلحہ صاحب دامت برکاتہم نے روزنامچہ میں درج کروایا اور
مجھے دعائیں دے کر پاکستان جانے کی اجازت فرما دی ۔

چنانچہ بندہ رمضان کا چلّہ کروانے کے نام سے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن
صاحب کی خانقاہ میں راولپنڈی حاضر ہوگیا ۔ وہاں جا کر وہاں کے لوگوں کی
محنت اور احوال و ترقیات دیکھ کر شرم سے پانی پانی ہوتا تھا اور اپنی یتیمی اور
تہی دستی و نااہلی خوب واضح ہوئی ۔ اس کا یقین ہوگیا کہ سب کچھ ہادیٔ مطلق
اور فیاض حقیقی جلّ شانہٗ کی طرف سے ہے ہما شما کا محض نام ہے لہٰذا مجھے یا
کسی کو بزرگوں کے ارشاد کی تعمیل میں پہلوتہی نہیں کرنی چاہئے ۔ شاید سچوں
کے طفیل میں اس جھوٹے کو بھی نواز دے ۔

تالیفات کا حکم

(نوٹ : ذیل میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کے
چند ارشادات جو حضرت صوفی صاحب کے رسائل
کے بارے میں ارشاد فرمائے بعینہٖ نقل کر کے حضرت صوفی صاحب کی کتب کی
فہرست مع کیفیت و تفصیل خود ان کی مرتب کردہ پیش کرتے ہیں تاکہ ناظرین خود
اندازہ فرمالیں کہ ع

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

ـــــ (مرتب) ۔

ارشادات حضرت شیخ قدس سرہٗ

حضرت قطب الاقطاب اپنی کتاب "فضائل تجارت" میں اس کو
تصنیف فرمانے کے بعد بیان کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ :

" آج ۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ شب چہارشنبہ مسجد نبوی میں اس کی بسم اللہ تو کرا دی اور اپنے مخلص دوست صوفی اقبال صاحب جن کی کئی تصانیف میرے ہی کہنے سے لکھی جاچکی ہیں اور شائع ہوچکی ہیں ان سے درخواست کی ہے کہ اپنے پورا کرنے کی تو امید نہیں ہے وہ پورا کردیں۔ مگر چچاجان کی توجہ سے خود ہی لکھوا دیا "

۲۔ رسالہ " اکابر کا تقویٰ " میں رسالہ کی اہمیت تحریر فرماکر تحریر فرماتے ہیں کہ :

" آج ۲۸ر ذیقعدہ ۹۷ھ مطابق ۹ر نومبر ۷۷ء کو مسجد نبوی میں یہ سطور لکھوا کر صوفی صاحب کے حوالہ کرتا ہوں کہ آئندہ اس کی تکمیل وہ فرمائیں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے کہ وہ بھی عرصہ سے بیماری میں میرے قریب قریب ہی چل رہے ہیں مگر چونکہ اس جذبہ میں میرے ساتھ ہیں اس لئے ان کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان سے اس کی تکمیل کرائے اور ان کے لئے اس کو صدقہ جاریہ بنائے۔ فقط

۳۔ رسالہ " ابتدائی اذکار و اشغال برائے متوسلین حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم " کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ :

" بہت ہی مناسب ہے بہت ہی جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ دونوں (مرتب اور ناشر بھائی یحییٰ صاحب) کو اپنے فضل وکرم سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ میں نے خود بھی اس کو سُن لیا بہت مناسب ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، لوگوں کو زیادہ سے زیادہ تمتع کی توفیق عطا فرمائے میں اپنے دوستوں کو خاص طور سے اس کتاب کو مطالعہ میں رکھنے کی تاکید کرتا ہوں اور جن لوگوں کو اس کتاب کے متعلق معلوم نہ ہو ان کو پتہ

بتا دیا جائے "۔ ۳۰ر دسمبر ۸۰ء "

۴۔ رسالہ " محبت " طبع اول کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ :

" اس ناکارہ نے صوفی اقبال صاحب کا رسالہ سُنا، ماشاء اللہ بہت اونچے مضامین کو بہت آسان طریقہ سے سمجھایا ہے "

۵۔ " شجرۂ نقشبندیہ مع طریقہ ذکر خفی بطریق تعلیم حضرت اقدس " اس رسالہ کے پہلے دو صفحے خود حضرت نے املاء کرا کر تکمیل کے لئے احقر کے سپرد کیا حضرت نے سُن کر اپنے خرچ سے چھپوایا۔ ختم ہونے پر دوبارہ چھپا۔

دیگر رسائل کے متعلق حضرت کی تصویب اور خود چھپوانا فہرست میں مختصر درج ہے۔ بعض کے متعلق حضرت اقدس کی تحریر اور دیگر حضرات علماء کے خطوط احقر کے پاس محفوظ اور احباب کے نام بھی خطوط ہیں۔

نوٹ : مندرجہ بالا تفصیل رسالہ صقالۃ القلوب کی وجہ سے تحریر کرنا پڑی کیونکہ اس میں ذکر کے طریقے لکھنے میں اختصار اور حضرت کی طرز کو اختیار کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو بعض حضرات کے لئے نئی چیز ہوگی۔ حضرت کے متوسلین کے لئے حضرت کے اعتماد اور تصویب کی ضرورت ہے۔ طریقوں کے متعلق رسالہ نمبر۲ اور ۴ میں حضرت کی تحریر کافی ہے۔ طریقوں میں اس قدر اختلاف ہے کہ ایک ہی سلسلہ کے مختلف مشائخ کے ہاں تھوڑا تھوڑا فرق ضرور ہے۔ بلکہ بعض اشغال اور طریقوں میں شدید اختلاف ہے۔ جو حقیقت اور ضرورت اور مصالح کی بناء پر باعث رحمت ہے۔

وہ رسائل جن کے مرتب کرنے اور طبع کرانے میں حضرت شیخؒ سے اجازت نہیں لی گئی، حسب ذیل ہیں :

نام رسائل	کیفیت
۱۔ عبرت آموز واقعات	مرتب نے پاکستان میں پہلی بار خود طبع کرایا۔ بعد میں ہند و پاک میں مختلف اداروں نے کئی دفعہ طبع کیا۔
۲۔ محبتیں (حصہ اول) یعنی محبوب العارفین	پہلی بار پاکستان میں باہتمام بھائی حافظ صغیر احمد صاحب مجاز حضرت شیخؒ نے بذریعہ ادارہ اسلامیات لاہور طبع کرائی اور اخراجات بھی خود ہی کئے۔ اب اس کا انگریزی، گجراتی ترجمہ زیر طبع ہے۔
۳۔ محبتیں (حصہ دوم) یعنی بہجۃ القلوب فی مبشرات النبی المحبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	پہلی بار لاہور میں باہتمام حافظ صغیر احمد صاحب نے بذریعہ ادارہ اسلامیات خود اخراجات کرکے طبع کرائی۔ بعد میں حضرت مولانا یوسف مجاز حضرت شیخ نے دار العلوم بری انگلینڈ سے دوبارہ طبع کرائی۔ انگریزی زیر طبع ہے۔

"وہ رسائل" جن کو حضرت کے حکم سے مرتب کیا گیا یا حضرت نے شکر پسند فرمایا اور طبع کرانے کا حکم دیا اور

طباعت کے اخراجات کا کل یا جز خود اپنے پاس سے عطا فرمایا اور ان رسائل کو متعدد بار زبانی اور تحریری ارشاد فرمایا کہ "یہ میری ہی کتب ہیں" اور حضرت کی مجالسِ عام میں سنائے گئے۔ ان کی فہرست مع کیفیت حسب ذیل ہے :

نام رسائل	کیفیت
۴۔ اکابر کا سلوک واحسان	پہلی بار مرتب نے پاکستان سے طبع کرایا پھر ہندوستان میں حضرت اقدس نے دوبارہ طبع کرایا۔
۵۔ اکابر کا تقویٰ	پہلی بار مرتب نے پاکستان میں طبع کرایا پھر پاک وہند میں کئی دفعہ طبع ہوا۔ کلی اخراجات حضرت نے عطا فرمائے۔
۶۔ اُمّ الامراض طبع ثانی	پہلی بار مرتب نے پاکستان میں طبع کرایا پھر پاک وہند میں کئی دفعہ طبع ہوا۔ کلی اخراجات حضرت نے عطا فرمائے۔
۷۔ فیضِ شیخ	پہلی بار مرتب نے پاکستان میں طبع کرایا اخراجات کی زیادہ رقم حضرت نے عطا کی پھر ہندوستان میں اشاعت العلوم نے طبع کیا اور پاکستان میں بطور خود کئی دفعہ طبع ہونا معلوم ہوا۔
۸۔ شجرۂ نقشبندیہ مع طریقہ ذکر خفی	پہلی بار مرتب نے پاکستان میں طبع کرایا اخراجات حضرت نے دیئے، پھر دوبارہ پاکستان میں بھائی عارفین نے اسلامک پبلیکیشنز سے طبع کرکے حضرت اقدس کی خدمت میں پیش کیا حضرت کے حکم سے مرتب کیا تھا۔
۹۔ آداب الحرمین	پاکستان میں مرتب نے طبع کرایا حضرت اقدس

	نے اخراجات میں مدد فرمائی ۔
۱۰۔ محبت طبع ثانی	پاکستان میں مرتب نے طبع کرایا حضرت کے مجاز مولانا یحییٰ مدنی نے کل اخراجات برداشت کیے۔
۱۱۔ ابتدائی اذکار واشغال	پاکستان میں مرتب نے طبع کرایا ۔حضرت کے مجاز مولانا یحییٰ مدنی نے کل اخراجات برداشت کئے (باجازت حضرت شیخ)
۱۲۔ صقالۃ القلوب	پاکستان میں مرتب نے طبع کرایا حضرت اقدس نے خصوصی طور پر مرتب کرنے کا امر فرمایا تھا، ایک مجاز نے اخراجات اپنے ذمہ لئے اور نام ظاہر کرنے کو منع کر دیا ۔
۱۳۔ نصیحت آموز خط	پاکستان میں احقر نے طبع کرایا ۔اس کو حضرت ہی نے مرتب کروایا اور مسودہ سُنکر فوراً طبع کرانے کا حکم فرمایا اخراجات میں بطور برکت شرکت فرمائی دیگر اخراجات دوسرے احباب نے دیئے ۔ طباعت کے بعد کچھ اشکالات کی بناء پر متعدد بار سُنا اور تقریری وتحریری پُرزور تائید فرمائی اور خود تقسیم بھی کروایا اور ضمیمہ کا اضافہ کروایا، جس میں ایک رویا صالحہ پر فرمایا کہ اس میں رسالہ کی پوری تائید ہوگئی ۔
۱۴۔ نصیحت آموز خط (انگریزی)	مدینہ منورہ میں حضرت کی اجازت سے

	انگریزی میں ترجمہ ہوا، پاکستان میں چھپا ۔
۱۵۔ دعوت وتبلیغ میں ذکر کی اہمیت	افریقہ کے سفر میں حضرت نے مرتب کرنے کا حکم فرمایا ، معہد اسلامی افریقہ نے طبع کیا، جو حضرت شیخ کے مجاز مولانا احمد میاں صاحب کے زیر اہتمام ہے ۔
۱۶۔ تبلیغ میں اعتکاف کی اہمیت میں حضرت کا اہم مکتوب	لندن کے سفر میں حضرت نے مرتب کرنے کا حکم فرمایا ،حضرت کے مجاز مولانا یوسف متالا نے طبع کرایا ۔
۱۷۔ تنقید وحق تنقید	حضرت کے مجاز مولانا یوسف لدھیانوی کا مضمون ہے جس کو کچھ اضافہ کے ساتھ دوبارہ طبع کرانے کا حضرت نے حکم فرمایا۔پاکستان میں حضرت کے اخراجات پر طبع ہوا ۔

۱۵۔ کہیں شراکت کا حکم نہیں فرمایا ۔ البتہ جیسے کہ ۱۴ سے ظاہر ہوگیا ۔ عوامی سطح کے آسان رسائل لکھتے رہنے کا حکم فرمایا ۔

اسی طرح ایک عالمی باطل تحریک "جماعت اسلامی" کے خلاف بعض اہل علم جن سے میرا خصوصی تعلق رہا ان کے نام خطوط لکھوائے تاکہ وہ اس باطل فرقہ کے استیصال کی طرف متوجہ ہوں جیسے کہ اپنا نجی خط " فتنۂ مودودیت " کے نام سے شائع ہونے پر مسرت فرمائی ۔ اور اس کے بہترین نتائج بھی سامنے آئے ۔

اسی طرح ایک دوسری عالمی تحریک جو بے حد مفید ضروری اور حق ہے ، اس میں جب اس کے چھ بنیادی نمبروں میں سے دو یعنی ۳ و ۵ میں جو تحریک کی رُوح ہے کی کمی محسوس کی تو بندہ سے تین رسالے " عبرت آموز خط "" دعوت وتبلیغ میں ذکر کی اہمیت " اور " اعتکاف کی اہمیت " کو لکھوا کر شائع کروایا ۔

ان رسالوں کی اشاعت کروانے کی وجہ جو رسالہ " اعتکاف کی اہمیت " میں جو اہم گرامی نامہ کے نام سے شائع ہوا کے صفحہ ۴۰ پر درج ہے۔[1]

تبلیغ کے سلسلہ میں بندہ سے حضرت نے جو رسائل لکھوائے اہل بصیرت کے نزدیک یہی کام میں بڑا تعاون ہے ۔ اگرچہ حضرت کے مقام کو نہ سمجھنے والوں اور کام کے ظاہر پر ہی نظر رکھنے والوں نے اس کو غلطی سے تبلیغ کی مخالفت سمجھا جس کا اظہار خود حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے والا نامہ میں ہے جو " نصیحت آموز خط " کے ضمیمہ میں خط کشیدہ سطور میں درج ہے ۔ اور اسی ضمیمہ میں جو رویا ءِ صالحہ حضرت کے دوسرے والا نامہ میں ہے اس پر حضرت ہی نے بندہ سے فرمایا کہ " اس میں تمہارے

---

[1] اس موضوع پر مولانا کفایت اللہ پالن پوری ، حضرت شیخ قدس سرہٗ اور صوفی اقبال صاحب ، تینوں حضرات کے مکتوبات آئندہ صفحات میں ملاحظہ ہوں ۱۲ حسین احمد نجیب

نصیحت آموز خط کی تائید ہوگئی ، اسی بناء پر اس کو ضمیمہ میں شامل کروایا "۔

اب جس بات کو قطب الاقطاب زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید کرنا کہہ رہے ہوں اس رسالہ کو مضر سمجھنا انتہائی ناواقفیت یا تجاہل کی بات ہے ۔

مکتوب گرامی اور اس کو شائع کروانے کی وجوہات

نقل خط مولانا کفایت اللہ پالنپوری مدظلہ العالی

سیّدی و مرشدی و مولائی دامت برکاتہم ۔

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔

آج دو رمضان کی رات میں سہارنپور حاضری ہوئی میرے ساتھ حاجی حبیب خان جنھوں نے حضرت والا کی خواہش معلوم ہونے پر " تربیت السالک " چند سال پیشتر طبع کروائی تھی ، صوبی خالد بوی بھی ہیں ، افریقہ کی بہت کوشش کی مگر نہ ہوا ۔ اگر عشرۂ آخیرہ کا رمضان مل جائے فبہا ، ورنہ آئندہ میں نے عشرہ آخیرہ کے اعتکاف کا وعدہ کرلیا ہے اور بھائی مولانا طلحہ صاحب کی خدمت میں ۱۵ ر رمضان تک قیام ہوگا ۔ دنوج میں حسب سابق اعتکاف اوّل ماہ سے اس لئے نہیں کیا جاسکا کہ وہاں ایک مُبلّغ نے یہ کہہ دیا کہ اعتکاف تبلیغ کے لئے مضر ہے اور جب اُس سے کسی نے سوال کیا تو کہنے لگے کہ اکابر تبلیغ فرماتے ہیں ۔ اس حال میں وہاں اعتکاف کرنے سے پارٹی بندی کا شدید خطرہ تھا ۔ اس خطرہ کی وجہ سے وہاں اعتکاف نہیں کیا گیا اور اس کے بجائے آئندہ میں عشرہ آخیرہ کے اعتکاف کا وعدہ کرلیا یعنی اگر افریقہ کا نظام نہ بنا ۔

میرا گمان ہے کہ جب حضرت والا ہمیشہ اعتکاف فرماتے ہیں تو اکابرِ نظام الدین اس کو تبلیغ کے لئے مضر کیسے سمجھ سکتے ہیں اور سُنا ہے کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ اگر لمبے سفر سے واپس ہوتے تو رائے پور حاضر ہوتے یا پھر تین دن کا اعتکاف فرماتے تھے۔ یہ سب شکایت کے طور پر نہیں لکھ رہا ہوں بلکہ پُرانی جگہ پر اعتکاف نہ کرنے کی وجہ تحریر کر رہا ہوں۔

آخر میں یہ عرض ہے کہ یہاں حاضری ہوگئی ہے اور معمولات ادا بھی نہیں ہو رہے ہیں لیکن حضرت والا کے نہ ہونے کی وجہ سے بہت پھیکا پھیکا لگتا ہے۔ آنند کے میزبان حاجی احمد بہت بہت سلام مسنون کہتے ہیں۔ اور دعاؤں کی درخواست کرتے ہیں کچھ پریشان زیادہ ہیں۔ دعاؤں کی درخواست ہے خادم زادہ رشید احمد قرآن پاک سُنا رہا ہے۔ اس کے لئے اور اہلیہ کے لئے اور دیگر بچوں کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔

ننگ آستانہ عالیہ

کفایت اللہ پالنپوری

جواب میں گرامی نامہ از حضرت اقدس کی نقل

مکرم و محترم مدفیوضکم !

بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ ۲۸ رمضان کو مجھے افریقہ میں مِلا۔ آپ مجھے بہت یاد آئے مگر افریقہ ساری دنیا سے الگ ملک ہے، معلوم ہوا کہ یہاں آنے میں بہت مشکلات ہیں، بہت سے احباب دو دو ماہ سے کوشش کر رہے تھے مگر نہ آسکے ان کے خطوط بھی بہت آئے بالخصوص قاری امیر حسن صاحب اور بہت سے آدمی۔ جس احمق مبلغ نے یہ کہا کہ اکابرِ تبلیغ اعتکاف کے مخالف ہیں بالکل غلط کہا

اور جھوٹ کہا۔ نظام الدین کی مسجد میں جو مرکز تبلیغ ہے اس میں ہر سال رمضان میں سینکڑوں معتکف ہوتے ہیں۔ چچا جان کے زمانہ میں، پھر مولانا محمد یوسف اور مولانا انعام الحسن صاحب کے دور میں اعتکاف کا ہمیشہ معمول رہا ہے۔ میرے یہاں ہمیشہ کئی سو آدمیوں کا مجمع رہتا ہے اور اس وقت اعتکاف ہی کی وجہ سے افریقہ آیا ہوا ہوں، ڈھائی ہزار کے قریب معتکف ہیں۔ اعتکاف مسنون ہے، اس کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ اگر آپ دنوج ہی میں شروع کر دیتے تو آپ کی وجہ سے وہاں بھی اعتکاف کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ یہ آپ نے صحیح سُنا کہ جب چچا جان نور اللہ مرقدہٗ میوات کے سفر سے واپس تشریف لاتے تو یا رائے پور۔ سہارنپور کو دو دن کے لئے جاتے یا پھر اپنی مسجد میں تین دن کا اعتکاف کرتے ان کے ملفوظات میں یہ بات چھپی ہوئی ہے۔

حاجی احمد صاحب سے بھی میرا سلام کہہ دیں آپ کے لئے اُن کے لئے دل سے دُعا کرتا ہوں۔ عزیز رشید احمد سلّمہٗ کے قرآن سنانے سے مسرت ہوئی، اللہ جلّ شانہٗ سہولت سے پورا کرائے۔ آپ کو اور اس کو مبارک فرمائے۔ آپ کے گھر والوں کے لئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ترقیات سے نوازے۔

اگر زندگی ہے تو محرّم میں ہندوستان کا ارادہ ہے۔ میری روانگی پرسوں کو یہاں سے ہے اور مدینہ طیبہ وسط ذی قعدہ تک پہنچنے کا ارادہ ہے۔

فقط والسّلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی

بقلم نجیب اللہ ۔ یکم اگست ۱۹۸۱ء

اسٹینگر جنوبی افریقہ

حضرت اقدس کے خط کو شائع کروانے اور اہمیت دینے کی وجوہات

(۱)

مولانا موصوف کی جگہ جہاں اعتکاف نہیں ہوسکا۔ وہاں قدیم سے اعتکاف کا سلسلہ قائم تھا مولانا کے مریدین اور مسترشدین ماہِ مبارک میں مولانا سے فیض یاب ہوتے تھے۔ اگر حضرت اقدس کا رمضان ملک کے اندر ہوتا تو یہ سب حضرات بھی مولانا کے ساتھ سہارنپور حاضری کی ہمت فرمالیتے تھے، مگر دوسرے ملک میں خصوصاً افریقہ جیسی جگہ سب کی حاضری ناممکن تھی جبکہ خود مولانا بھی پوری کوشش کے باوجود افریقہ نہیں پہنچ سکے، نصف سے زیادہ رمضان سفر میں گیا اور آخری عشرہ میں بھی نئی جگہ میں کرنا پڑا۔ پرانی جگہ پر جما ہوا خانقاہ کا کام برباد ہوا۔ یہ سب کچھ عام مبلّغ کے منع کرتے سے نہیں ہوسکتا تھا۔ اس کے ساتھ کچھ ذمہ دار اور با اثر لوگ بھی ہوں گے جن کو اس نے اکابرِ تبلیغ کا نام دیا۔ اور مولانا موصوف (جو خود بھی وہاں با اثر سنجیدہ فہیم مخلص تھے) کو ان کی بات نہ مان کر اعتکاف کرنے سے پارٹی بندی کا شدید خوف و خطرہ ہوگیا کہ مولانا خود بھی مارے مارے پھرے اور ان کے حلقہ کے غربا بھی محروم رہے۔

(۲)

حضرتِ اقدس کا جماعت سے شدید تعلق جو گذشتہ اوراق میں بیان ہوا

اس تعلق کی بنا پر اپنی جماعت کی طرف اعتکاف کی سُنّت اور خانقاہی اجتماعیت کی مخالفت منسوب ہونے سے حضرتؒ کو بہت رنج ہوا۔

(۳)

چونکہ جماعت میں ہر قسم کے لوگ شامل ہوسکتے ہیں اس لئے بعض ناواقفوں کی طرف سے اسی قسم کی کئی باتیں سُننے میں آتی رہتی ہیں۔ جن کو قابلِ توجہ نہیں سمجھا جاتا رہا یا انفرادی طور پر اصلاح کردی گئی۔ اور اکابرِ تبلیغ کا مسلک اور ان کا عمل بتا کر ان کے اتباع کی ترغیب دینا کافی ہوتا تھا۔ لیکن کچھ عرصے سے صورت حال ایسی ہوگئی ہے کہ لفظ اکابرِ تبلیغ کے مفہوم کی وضاحت ضروری ہوگئی ہے۔

دین کا کام اتنا اونچا، نازک اور ذمہ داری کا کام ہے کہ اصلاً انبیاء علیہم السلام اور ان کے بعد ان کے نائبین ہی کا کام ہے جو علماء ربانیین اور مشائخ حقہ ہیں۔ یہی حال تبلیغ کے مُبارک کام کا ہے کہ اس میں اصل اکابرِ تبلیغ حضرت دہلویؒ اور ان کے جانشین خلفاء اور اہلِ علم و فضل حضرات ہیں۔

دین کے کسی شعبہ میں جب ان علماء ربانیین کے علاوہ کسی نے بھی اپنے کو مستقل سمجھتے ہوئے اور ان سے بے نیازی اختیار کرتے ہوئے کام کیا اس نے کام کو خراب کیا اور بجائے ہدایت کے گمراہی پھیلائی خواہ وہ کتنا ہی ذہین اور قربانی دینے والا ہو بلکہ اس میں تنہا اخلاص بھی کافی نہیں ہوتا۔ البتہ بطور کارکن اور معاونین کے ہر شعبہ میں سینکڑوں آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے، ان کارکنوں میں بعض اچھی ذہنی صلاحیتوں والے اعلیٰ جذبات والے اور قابل قدر قربانیاں دینے والے بھی ہوتے ہیں جن کی وجہ سے کام فروغ پاتا ہے۔ اگر یہ حضرات علمائے ربانیین کے دست و بازو نہ بنیں تو کام کا پھیلاؤ عادتاً محال ہوتا ہے لیکن

ان حضرات کو صرف اپنے کام میں مہارت ہوتی ہے دین کے دوسرے شعبوں کا علم نہیں ہوتا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ آدمی کو جس چیز کا علم نہ ہو وہ اس چیز کا مخالف ہوتا ہے یا کم از کم اس کے دل میں اس کی اہمیت نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک عامی آدمی اگر کسی اُستاد کو دیکھے کہ بچے کو الحمد شریف یاد کر رہا ہے یا نماز کی ترکیب بتا رہا ہے تو وہ یہ سمجھے گا کہ استاد ایک دین کا کام کر رہا ہے، اگر وہی اُستاد کسی دوسرے بچے کو صرف و نحو کے قواعد رٹا رہا ہو تو وہ عامی شخص اُستاد کو پہلی نظر سے نہیں دیکھے گا اور نہ ہی اس کے اس کام کو اتنا اہم سمجھے گا بلکہ ممکن ہے اسے بہت ہی معمولی اور گھٹیا درجہ کی خدمت خیال کرے گا۔ اور یہی حال تبلیغ کے بعض سرگرم کارکن حضرات کا پایا جاتا ہے۔

ان سرگرم کارکنوں کی دین کے ہر شعبہ میں ضرورت ہوتی ہے چنانچہ انہیں حضرات کی بہترین دماغی صلاحیتوں، انتظامی اور تشکیلی خوبیوں، غیر ملکی زبانوں کی واقفیت اور ان کی جان و مال کی قربانیوں کو تبلیغ کے سارے عالم میں فروغ پانے کا بہت بڑا حصہ ہے۔ تمام بزرگانِ دین اور اکابر تبلیغ کو اس کا اعتراف ہے اور بجا طور پر ان کے قلوب میں ان کی وقعت ہے اور اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا لیکن دوسری حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ یہ حضرات علماء راسخین کی طرح دین کے جمیع علوم ظاہریہ و باطنیہ کی تکمیل کر کے پھر علماً و عملاً اس میں مہارت و بصیرت پیدا ہونے کے بعد کام میں نہیں لگے بلکہ علم کا عمومی اور ضروری حصہ جو اس مبارک کام کا موضوع ہے اسی کو انہوں نے حاصل کیا اسی کو دیکھا اسی سے اپنے اندر تبدیلی پائی اس سے زیادہ کی ضرورت اور اپنے اندر اس کی کمی محسوس نہیں کی۔ اور چونکہ ان کو اس کام کے بعض یا اکثر اجزاء میں مہارت اور تجربہ حاصل ہو جاتا ہے جس کو وہ لوگ یا ان کے مستفیدین یہ خیال کرتے ہیں کہ

یہ دین میں کامل ہو گئے۔ لہٰذا ان کا ہر قول ہر دینی امر میں حجت ہے حالانکہ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ یہ ایک خطرناک مغالطہ ہے۔

حالانکہ تمام دینی اُمور میں صحیح فیصلہ کہ کونسا عمل کتنا ضروری اور کس وقت کس دینی امر کو مقدم اور کس کا قدرے نقصان برداشت کرنا اور کس کا قطعاً کوئی نقصان برداشت نہ کرنا ان سارے امور کا تفصیلاً و اجمالاً فیصلہ صرف علماء ربانیین ہی کا حق ہے کہ یہ بات شرعاً و عقلاً واضح ہے۔

لیکن صورت حال یہ ہو کہ ان کارکنوں کو ایک مختصر و مخصوص دینی نصاب اور دین کے ایک ہی شعبہ اور دعوت کے ایک ہی طریق کار میں شب و روز محنت اور اسی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لینے سے دین کے اس حصہ سے شدید تعلق ہو گیا یہ شدت تعلق ان قابلِ قدر حضرات میں سے بعض کے لئے دین کے اس حصہ کے ماسوا سے بیزاری اور ان کے بُعد کا باعث ہو گیا۔ ایسی صورت میں ان حضرات سے کبھی کبھی جوش میں تبلیغ کے علاوہ دوسرے شرعی و دینی امور کے متعلق نازیبا الفاظ نکل جاتے ہیں اور تبلیغی کام کو نقصان پہنچانے والی حرکات سرزد ہو جاتی ہیں ان حضرات میں کچھ خام علماء بھی ہوتے ہیں جو اگرچہ کسی مدرسہ سے باقاعدہ فارغ التحصیل تو ہوتے ہیں مگر علمی استعداد کی کمی یا علمی شغلہ اختیار نہ کرنے کی وجہ سے بعد میں ان کے پاس صرف مدرسہ کی سند ہی رہ جاتی ہے چاہے تقریر وغیرہ میں مہارت حاصل کر کے عوام میں بڑے علماء شمار ہوتے ہوں۔

یہاں یہ بات بھی پیش نظر ہونی چاہئے کہ ماشاء اللہ کام کا پھیلاؤ اس وقت سارے عالم میں ہو گیا ہے اور الحمدللہ بڑھتا جا رہا ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ اس سارے وسیع کام کے لئے ذمہ دار اکابر تبلیغ تو چند ایک ہی ہیں معیاری کارکنوں کی بھی بہت کمی ہے اس لئے جو بھی آگے بڑھتا ہے اس کو قبول کرنا اور

ذمہ داریاں سپُرد کرنا پڑتی ہیں ۔ ان میں بعض حضرات کام میں سرگرمی دکھلاکر عوام
میں ایسی مرجعیت پیدا کرلیتے ہیں کہ عوام انھیں کو اکابرِ تبلیغ اصل ذمہ دار سمجھنے
لگ جاتے ہیں اور پھر انھیں کی بعض غلط باتوں اور ان کے خود ساختہ اصولوں کو
اکابر کے نام سے آگے پھیلاتے ہیں جو تبلیغ کے لئے نقصان دہ اور تبلیغ پر اعتراضات
کا باعث بنتا ہے ۔ اس لئے آج کل سب نئے پُرانوں کے لئے سلامتی اور ترقی
کا راستہ ، اپنے اصل اکابر کی اتباع اور قدیم اصولوں کو مضبوطی سے
اپنانے ہی میں ہے ۔

حضرتِ شیخ دامت برکاتہم اپنے رسالہ "تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے جوابات"
کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

"کام کرنے والے احباب سے باصرار درخواست ہے کہ حضرت
دہلویؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ملفوظات اور ارشادات
اور ہر دو کی سوانح عمریاں اور مکاتیب بہت اہتمام سے مطالعہ میں
رکھا کریں کہ کام کرنے والوں کے لئے یہ بہت قیمتی موتی ہیں اور ان
اصولوں کی پابندی کام میں اضافہ اور برکت کا سبب ہے ۔ اور جیساکہ
حضرت دہلویؒ نور اللہ مرقدہٗ نے بار بار فرمایا اور ملفوظات میں بھی
کئی جگہ آیا کہ ان اصولوں کی رعایت سے تو انشاء اللہ کام میں ترقی
کی امید ہے اور بے اصولی سے سخت خطرات کا اندیشہ ہے ۔"

چونکہ مندرجہ بالا امور جن کی تفصیل گذشتہ اوراق میں تحریر ہوئی ہے ،
ان کی ایک عمومی سی فضا بنتی جارہی ہے اور آئے دن اِدھر اُدھر سے کچھ نہ کچھ واقعات
سُننے اور دیکھنے میں آتے رہتے ہیں اور کام اب ماشاء اللہ اتنا پھیل گیا ہے کہ
مسئلہ اب چند افراد کا نہیں جن کو زبانی تنبیہ کافی ہوجاتی بلکہ عمومی ذھن

بدلنے کی ضرورت تھی جس کے لئے عمومی تحریر کی ضرورت ہوئی ، اور وہ بھی کسی
مؤثر شخصیت کے ذریعہ جو کہ اس مبارک کام کے بانی کے ابتدائی شریک کار اور
اس کے بنیادی اصول تیار کرنے میں مشیرِ خاص رہ چکے ہوں اور بانیٔ تبلیغ کے
وصال کے بعد سے لے کر تادمِ تحریر اس پورے کام کے سرپرست اور پشت پناہ
ہیں اور جن کے لئے موجودہ اکابرِ تبلیغ مثل بیٹوں کے ہیں اور شاگردانِ رشید اور
مسترشدین ہیں ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عقلِ سلیم عطا فرمائے اور اس مبارک کام کو اپنے اور
غیروں کے فتن سے بچاکر اور تمام رکاوٹوں کو دور فرماکر زیادہ سے زیادہ ترقی
و فروغ دے ۔ آمین یا ربّ العٰلمین ۔ وصلّی اللہ
تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیّدنا ومولٰینا محمّدٍ وآلہٖ
وسلّم

محمّد اقبال

۳ ر ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ

گرامی نامہ

قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی
نور اللہ مرقدہ

باسمہٖ سبحانہٗ

مکرم و محترم جناب الحاج بھائی صغیر صاحب ! بعد سلام مسنون ؛ میری طبیعت خراب ہی چل رہی ہے ۔ قسم قسم کے عوارضات ساتھ لگے ہوئے ہیں ۔ اللہ ہی میرے حال پر رحم فرمائے ۔ صوفی اقبال کے رسائل " ذکر کی اہمیت "، " اعتکاف کی اہمیت " اور " ایک نصیحت آموز ترغیبی خط " تمہیں بھیجا گیا ہے کہ پاکستان میں تینوں کو یکجا چھاپ دو ۔ تم اس سے پہلے بھی میرے کئی رسائل چھپوا چکے ہو ۔ میری وجہ سے تم دوستوں کو بڑی ہی تکلیفیں اٹھانی پڑتی ہیں ۔ اللہ جل شانہٗ تمہیں دونوں جہان میں اپنی شایانِ شان اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے ۔ مکارہ سے محفوظ فرمائے، دارین کی ترقیات سے نوازے ۔ آجکل میرے اوپر اس ذکر کی لائن کے فروغ کا بہت ہی فکر سوار ہو رہا ہے ۔ خدا کرے دینی مدارس اور دینی مراکز میں یہ عام ہو جائے اور زیادہ سے زیادہ ذاکرین پیدا ہو جائیں ۔ یہ ناکارہ دِل سے دُعا کرتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی اور اس سیہ کار اور میرے سب دوستوں کو ذکر کی تبرکات سے نوازے ۔

فقط والسلام

از کاتب سلام مسنون — حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب زید مجدہٗ

درخواست دُعاء — بقلم نجیب اللہ — ۷ / مارچ ۸۲ء

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب متالا زید مجدہم

مہتمم دار العلوم ، بری ، انگلینڈ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ

اما بعد !

نام | یوسف بن سلیمان بن قاسم ہے ، خاندانی لقب متالا ہے ۔

ولادت | ولادت محرم الحرام ۱۳۶۶ھ مطابق ۲۵ / نومبر ۱۹۴۶ء پیر کی شب میں ہوئی ۔

آبائی وطن اور خاندان | ہمارا خاندان وریٹھی ضلع سورت میں صدیوں سے مقیم ہے اور زراعت پیشہ ہے ۔ مگر ہمارے دادا محترم اور والد صاحب نے زمین بٹائی پر دے کر تجارت کا پیشہ اختیار کیا ۔ اور دادا مرحوم نے جنوبی افریقہ کا سفر کیا ۔ کئی سال وہاں مقیم رہے اور عرصۂ دراز کے بعد وطن واپس لوٹے اور چند روز بعد ہی ورٹھی میں انتقال فرمایا ۔

دادا صاحب نے اکلوتے بیٹے کو اولاد میں پیچھے چھوڑا۔ والد صاحب نے اپنی والدہ کی آغوش تربیت میں یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور جوانی کو پہنچ کر تجارت شروع کردی اور رتھورن کے ایک مخیر خاندان میں پہلا نکاح ہوا اور اللہ نے ایک لڑکا عطا فرمایا نام محمد علی تجویز فرمایا اور پہلی اہلیہ کا چند سال ہی میں انتقال ہوگیا تب دوسرا نکاح ہماری والدہ آمنہ بنت محمد بن اسمٰعیل ڈیسائی سے ہوا۔

ہمارے نانا کے آباء واجداد دریائے تاپتی کے کنارے پر کھلوڈ نامی قصبہ میں آباد تھے۔ وہاں اس خاندان کی زمین پر بنائی ہوئی کنارہ والی مسجد اب تک موجود ہے۔

کسی وجہ سے یہ خاندان نانی نرولی منتقل ہوگیا جو اس زمانہ میں تقریباً جنگل ہی تھا۔ یہاں زراعت کا پیشہ اختیار کیا اور دینی اعتبار سے نہ صرف گاؤں میں بلکہ اطراف میں یہ خاندان بالخصوص ہمارے نانا جان دینی حلقہ میں مشہور تھے اس لئے آپ ہی کا دولت کدہ یہاں آنے والے علماء و مشائخ کے لئے مہمان خانہ ہوتا تھا۔

والدہ محترمہ سے نکاح کے بعد والدہ کی دینداری کا اثر والد صاحب پر بھی آہستہ آہستہ پڑنا شروع ہوا یہاں تک کہ والد صاحب مولانا عبدالغفور بنگالی مہاجر مکی ؒ سے بیعت ہوگئے اور ذکر و شغل شروع کیا۔

ادھر نکاح کے بعد پانچ چھ سال تک کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ اسی اثناء میں موسیٰ سہاگ ؒ کے سلسلہ کے ایک بزرگ تشریف لائے، والد صاحب نے اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے والدہ کے لئے انگوٹھی دے کر ایک لڑکے کی بشارت دی اور ہونے والے لڑکے کے لئے علم و صلاح وغیرہ اوصاف سے متصف ہونے کی بشارت دی۔ سال بھر کے بعد وہ بزرگ دوبارہ تشریف لائے تو اس سے پہلے مولانا عبدالرحیم صاحب کا تولد ہوچکا تھا۔ انہیں دیکھ کر

مسرور ہوئے دعائیں دیں اور دوسری انگوٹھی دے کر ایک دوسرے لڑکے کی اسی طرح بشارت دی۔

والد صاحب نے جب سے ذکر و شغل شروع کیا تھا آہستہ آہستہ ان کی طبیعت پر ذکر کا اثر بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ والد صاحب پر جذبی کیفیت کا غلبہ ہونے لگا اور اسی کیفیت میں والدہ صاحبہ سے فرماتے کہ:

”میں نے ترک دنیا کا ارادہ کرلیا ہے آپ اپنے گھر چلی جاؤ۔“

خاندان کے بڑوں نے ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی، بالآخر انہوں نے طلاق نامہ پر دستخط کروالئے کہ کہیں یہ حالت جنون میں تبدیل ہوگئی تو بیوی عمر بھر کے لئے معلق رہ جائے گی۔ اور طلاق کی عدت وضع حمل تھی چنانچہ طلاق کے چند روز بعد ہی ننھیال نانی نرولی میں ہمارے نانا کے یہاں میری یکم محرم الحرام پیر کی شب میں ولادت ہوئی۔

جب عمر تقریباً آٹھ سال ہوئی تو جنوبی افریقہ میں ہماری خالہ گیارہ بچوں کو چھوڑ کر حالت زچگی میں انتقال کرگئیں۔ ان کی جگہ خالو نے والدہ سے نکاح کیا اور والدہ افریقہ چلی گئیں اور نانا نانی نے میری پرورش کی، چند سال بعد ان دونوں کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، ان کے بعد خالہ نے پرورش کی اور پرورش کا حق ادا کردیا۔ رحمہا اللہ رحمۃ واسعۃ۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم ناظرہ، اردو، حفظ وغیرہ مدرسہ ترغیب القرآن نانی نرولی میں حاصل کر کے ۱۹۶۱ء میں راندیر کے مشہور مدرسہ جامعہ حسینیہ میں داخلہ لیا اور فارسی اول سے لیکر ہدایہ اولین تک یہاں تعلیم حاصل کی۔

اس کے بعد مظاہر میں ۸۵ھ ۸۶ھ میں مشکوٰۃ میں داخلہ لیا، شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب سے مشکوٰۃ پڑھی، جلالین مولانا محمد عاقل صاحب سے پڑھی،

اور ہدایہ ثالث مولانا مفتی یحییٰ صاحب سے پڑھی ۔

دوسرے سال ۸۶ھ ۸۷ھ صحیح بخاری مکمل سیدی حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے ، مسلم، نسائی ، ابوداؤد، مؤطئین مولانا محمد یونس جونپوری سے ، ترمذی مفتی مظفر حسین صاحب سے اور طحاوی حضرت ناظم صاحب مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے پڑھی ۔

تعلق ارادت واصلاح

جامعہ حسینیہ راندیر تعلیم کے دوران اپنی اصلاح کی فکر ہوئی ۔ ایک بزرگ کی سورت تشریف آوری معلوم ہوئی تو ان سے بیعت واصلاحی تعلق قائم کرنے کی غرض سے سورت شہر میں مولانا اسمٰعیل بدات کے ساتھ ان کو بہت تلاش کیا مگر ان سے ملاقات نہ ہوسکی ۔ بالآخر مولانا احمد اداصاحب گودھروی کے مشورے سے بیعت کے لئے حضرت شیخؒ کو عریضہ لکھا ۔ اور حضرت نے داخل سلسلہ فرمالیا اور جوابی گرامی نامہ تحریر فرمایا ۔

مگر افسوس کہ مظاہر کے قیام کے دوران کچھ نقد رقم اور کئی سال کے حضرت کے گرامی نامے چوری ہوگئے ، جن میں یہ پہلا گرامی نامہ بھی تھا ۔ اللہ کرے کسی اہل کے پاس پہونچے ہوں اس لئے کہ ان میں اکثر خود حضرت کے دست مبارک کے لکھے ہوئے اشعار وغیرہ پر مشتمل تھے ۔ اس کے بعد کے سینکڑوں مکاتیب بحمداللہ محفوظ ہیں ۔

پہلی منامی زیارت

تعلق ارادت قائم ہونے کے بعد تعلیم کے ساتھ مختصر معمولات پر بالخصوص تلاوت ، تہجد ، اشراق ، چاشت ، اوابین پر پابندی سے عمل شروع کیا ۔

اسی دوران ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرت نوراللہ مرقدہٗ کا جسم مبارک

برہنہ ہے اور حضرت کے دست مبارک کو ایک طرف سے میں تھامے ہوا کھڑا ہوں حالانکہ اس وقت تک حضرت کی جسمانی آنکھوں سے زیارت نہیں ہوئی تھی ۔

مولانا عبدالرحیم صاحب نے اس کی تعبیر یہ دی کہ حضرت کی طرف سے سب سے تعلق منقطع ہوجائے گا اس وقت بھی تمہارے ساتھ تعلق باقی رہے گا ۔

پہلی زیارت

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی پہلی زیارت اس وقت ہوئی جب حضرت شیخؒ اور مولانا محمد یوسف صاحب امیر جماعت تبلیغ حج کے سفر پر تشریف لے جارہے تھے اور دہلی سے بمبئی فرنٹیر میل سے آنے والے تھے ۔ اطلاع پاکر عشاء کے بعد ہی سے ہزاروں کی تعداد میں زائرین سورت کے ریلوے اسٹیشن پر جمع ہونے شروع ہوگئے تھے ، جن میں جامعہ حسینیہ ، مدرسہ اشرفیہ راندیر اور مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے طلبہ واساتذہ کے علاوہ ہزاروں عوام سراپا اشتیاق زیارت بنکر شروع رات ہی سے وہاں پہونچ گئے تھے حالانکہ ریل کے ٹھہرنے کا وقت صرف تین منٹ تھا ۔

صبح چار بجکر کچھ منٹ پر فرنٹیر پہونچی اور مجمع دیکھ کر افسران نے تین منٹ کے بجائے پندرہ منٹ ٹھہرایا ، اور مولانا احمد اداصاحب گودھروی جو اس وقت حضرت کے اس سفر میں خادم تھے انہوں نے کھڑکی کھولی اور تشنگان زیارت کے لئے سامان سیرابی فراہم کیا ، مجمع کو بٹھادیا گیا تاکہ سب ہی زیارت سے مستفید ہوسکیں ، اللہ حافظ صالح کو حضرت نے کھڑکی کے قریب بلاکر ان سے مصافحہ فرمایا ۔ اور اس کے بعد مولانا محمد یوسف صاحب نے ریل کے دروازے پر کھڑے ہوکر بیان شروع کیا جو ریل کی روانگی تک جاری رہا ۔

جب ریل چلنے لگی تو دل ہلنے لگے اور آنسو بہنے لگے کہ چیخیں بلند ہوگئیں اور ہمارے مولانا اسمٰعیل صاحب اور ایک دوسرے صاحب غش کھاکر بیہوش ہوکر گرپڑے ۔

ماہ مبارک کی پہلی حاضری

اسی سال ۸۴ھ میں بھائی صاحب حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب دورۂ حدیث سے فراغت پاکر حضرت شیخ کی خدمت میں مستقل قیام کا عزم کئے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے بھی شعبان ورمضان کی چھٹیاں حضرت کی خدمت میں گزارنے کے لئے فرمایا۔ میرا خیال چھٹی کے ایام کے دوران مولانا شمس الدین صاحب سے ادب کی کچھ کتابیں پڑھنے کا تھا۔ ان کے فرمان بلکہ اصرار پر میں بھی سفر کے لئے تیار ہوگیا اور مولانا عبدالرحیم صاحب اور مولانا اسمٰعیل بدات صاحب اور مولانا غلام محمد ڈیسائی صاحب کے ہمراہ ـــ جو تینوں بعد میں حضرت کے نہایت قریبی خدام اور خلفاء مجازین سے ہوئے ـــ دہرہ دون ایکسپریس سے روانہ ہوئے۔ ساتھ کئی ایک اور طلبہ بھی تھے۔

ظہر کے وقت سہارنپور پہونچے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دوسرے ملک میں پہونچ گئے ہیں، بالخصوص سائیکل رکشہ پر سواری تو درکنار اس سے پہلے سُنا بھی نہیں تھا کہ اس طرح انسان بھی انسان کے لئے بوجہ مجبوری سواری بنتا ہے۔ بڑی مشکل سے رکشہ پر سواری کے لئے اپنے کو آمادہ کیا۔

جب حضرت کے دولت کدہ پر پہونچے تو مولانا نصیرالدین صاحبؒ نے سورتی مہمانوں کے نام سے مصافحہ کی اجازت کے لئے اندر آدمی بھیجا۔

چونکہ پہلی مرتبہ ریل کی کھڑکی سے چہرۂ انور کی زیارت ہوسکی تھی اس لئے کچے گھر جانے سے پہلے تصور قائم کیا تھا وہ واقع سے بالکل مختلف تھا۔ سونچا یہ تھا کہ حضرت مصلے پر بیٹھے مصروف عبادت ہوں گے ہم قدموں میں سر رکھ دیں گے اور حضرت دعائیں دیتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیر دیں گے۔ مگر کچے گھر میں قدم رکھتے ہی چوکھٹ سے آگے قدم بڑھانا مشکل ہوگیا اس لئے کہ نظریں چراکر دیکھا تو نگاہیں چکاچوند ہوگئیں آفتاب کی طرح پر جلال چہرہ جس میں نگاہوں کو خیرہ کرنے والی برق بار آنکھیں ـ سر کھلا ہوا،

آستینیں چڑھی ہوئیں۔ چہار زانو جلوہ افروز ہیں۔ ایک دوسرے کو آگے بڑھانے لگا اور اپنی باری پر مصافحہ کرکے ہر ایک دوسرے کی آڑ ڈھونڈنے لگا۔

حضرتؒ نے طلبہ کی جماعت دیکھ کر یہ پوچھے بغیر کہ کھانا کھایا یا نہیں؟ خادم سے فرمایا:

"نصیر سے کہو انھیں کھانا کھلادیں"

اس کے بعد وہاں کے چوبیس ۲۴ گھنٹے کے نظام سے منسلک ہوگئے۔

اس دوران ایک مرتبہ جب سردیوں کی وجہ سے دوپہر کا کھانا باہر مولانا نصیرالدین صاحب کے مدرسے کی ٹال میں ہورہا تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا:

"او سورتیو! تم میں کوئی اردو اچھا لکھنے والا ہے جس کی تحریر صاف ہو"

سب نے متفق اللسان ہوکر مولانا عبدالرحیم کا نام لیا۔ حضرت نے فرمایا:

"نمونہ کے لئے ایک سطر لکھ کر بتاؤ"

انہوں نے اپنی تحریر کا نمونہ پیش کیا۔ حضرتؒ نے ملاحظہ کرکے فرمایا:

"واہ! واہ! یہ ہمارے مولوی یعقوب گھر جارہے ہیں اب سے ان کی جگہ ڈاک تم لکھا کرو"

چنانچہ سالہا سال تک بھائی صاحب مستقل حضرتؒ کے کاتب رہے اور اخیر تک ہمیشہ ہر حاضری پر خصوصی اور راز کے خطوط حضرتؒ ان سے لکھواتے رہے۔

پہلا پورے ماہ کا اعتکاف

اسی سال ۸۴ھ میں حضرت نے پورے ماہ کے اعتکاف کا سلسلہ مدرسہ قدیم کی دفتر والی مسجد سے شروع کیا۔ مسجد معتکفین سے شروع ہی سے پُر ہوگئی۔ بہت سے حضرات باوجود ارادہ کے اعتکاف نہ کرسکے۔

اس سال کا نظام بعد والے باقاعدہ مرتب رمضانوں سے مختلف تھا حتیٰ کہ کل وقتی مستقل خادم ایک بھی نہیں تھا اس لئے کہ قدرے تکلیف کے ساتھ تنہا چھڑی کے سہارے حضرتؒ خود تنہا بھی چل لیتے تھے، بھائی ابوالحسن بعض اوقات میں ہوتے تھے خصوصاً دن بھر وہ اپنے دفتر چلے جاتے۔

سب سے پہلا تعارف

ایک دن اشراق کے وقت جب سب سوئے ہوئے تھے حضرتؒ چھڑی کے سہارے استنجاء کے لئے تشریف لے جارہے تھے میں نے بڑھ کر دست مبارک دوسری طرف سے تھام لیا اور استنجاء سے فراغت کے بعد وضوء کرانے لگا تب حضرتؒ نے پوچھا کہ:

"تم کون ہو، کہاں سے آئے ہو؟"

میں نے عرض کیا میں مولوی عبدالرحیم کا چھوٹا بھائی ہوں۔ یہ سُنکر بہت خوش ہوئے اتنے میں حافظ جی حال ناظم مدرسہ چھپٹل پور آگئے انہوں نے میرے ہاتھ سے لوٹا لیکر وضو مکمل کرایا۔

طویل نفلیں

اشراق کے وقت سے قبیل الزوال تک حضرتؒ مسجد کے صحن میں دھوپ میں طویل نفلوں میں مشغول رہتے جو اس قدر خشوع وخضوع کے ساتھ ہوتیں کہ بارہا دیکھا کہ مکھیاں آپ کی گردن اور رخسار پر شہد کی مکھیوں کے چھتے پر بیٹھنے کی طرح اس قدر چھا جاتیں کہ کھال مبارک کہیں سے نظر نہ آتی پھر بھی ذرا حس وحرکت نہ ہوتی البتہ کبھی کبھی وجد کی حالت میں آپ کا دایاں کندھا بڑی تیزی اور قوت سے حرکت کرتا۔

نوافل سے فراغت پر حضرتؒ وہیں پر ڈاک لکھواتے اور مہمان اپنے طور پر اٹھتے رہتے اور نوافل تلاوت میں مشغول رہتے۔

حضرت کا پارہ سنانا

اس کے بعد ظہر کی نماز کے بعد ذکر ہوتا اور عصر کے بعد مفتی یحییٰ صاحب اور حکیم الیاس صاحب حضرت کا قرآن سُنتے اور سارے مہمان مجلس کی ہیئت پر حلقہ بنا کر بیٹھے ہوتے اور وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ پر عمل کرتے اور قرآن پاک کی تلاوت کیسے کی جاتی ہے اسے سیکھتے کہ حضرت والا کا اثناء تلاوت کا حال دیدنی ہے نہ کہ شنیدنی، شروع سے اخیر تک مسلسل آنسو جاری رہتے، اور گریہ کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ آواز بند ہو جاتی، تھوڑی دیر روتے رہتے پھر شروع فرماتے پھر یہی حال ہوتا۔ اس کا اثر سامعین پر بھی پڑتا اور ان کی آنکھوں سے بھی آنسو برابر جاری رہتے۔

افطار سے قبیل تلاوت بند فرما کر حضرتؒ مراقب ہو جاتے۔

افطار اور کھانا

معتکفین اور غیر معتکفین کے لئے دفتر کی سہ دری میں دسترخوان بچھتا جو بعد میں مہمانوں کی کثرت کے بعد صحن میں بچھنے لگا تھا۔ اس کے بعد نماز مغرب اور سنن نوافل اوّابین سے فراغت کے بعد اسی طرح دونوں طرح کے الگ الگ دستر خوان بچھتے۔

افطار اور شام کے کھانے میں تو معتکفین اور غیر معتکفین کے کھانے میں کوئی نمایاں فرق نہ ہوتا تھا مگر سحر کے کھانے میں عام دسترخوان کے کھانوں کے علاوہ معتکفین کے لئے حضرتؒ کے گھر والوں کی طرف سے گھی میں چپڑی روٹی اور کوفتے مزید آتے تھے۔

شام کے کھانیکے بعد قبل العشاء والی مجلس اس سال نہیں ہوتی تھی جو بعد کے سالوں میں چوبیس ۲۴ گھنٹے کے نظام میں سب سے زیادہ اہم بن گئی تھی۔

تراویح کے بعد کی مجلس

پھر عشاء اور تراویح ہوتی۔ تراویح میں پورے ماہ مبارک میں ایک قرآن پاک پڑھا گیا تھا،

تراویح سمیت تمام نمازوں کی امامت مفتی مظفر حسین صاحب حال ناظم مدرسہ فرماتے تھے۔ سامع کوئی متعین تھے یا نہیں یہ تو یاد نہیں البتہ ہمیشہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ ہی لقمہ دیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب نے کسی غلطی پر ہوں .... کے ذریعہ غلطی پر ٹوکا اور پھر نئے سرے سے نیت باندھ لی۔

تراویح کے بعد مجلس میں نمکین میٹھی چیزیں تقسیم ہوتیں۔ ایک دو روز کے بعد حضرت نے فرمایا:

"اس وقت کوئی کتاب پڑھ لی جائے تو بہتر ہے، کونسی کتاب ہو؟"

اس پر حضرت نے مشورہ طلب فرمایا۔ غالباً مولانا منور حسین صاحب اور اکثر حضرات نے پیران پیرؒ کے مواعظ کا مشورہ دیا۔

شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب کی رائے یہ تھی کہ فضائل کی کتاب پڑھی جائے اور فرمایا:

"اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ ہیں۔ دوسرے یہ کہ خود مصنف کے سامنے اس کی کتاب پڑھی جائے تو اس کی بات ہی اور ہوتی اور ان کے لئے مسرت کا باعث ہوتا ہے۔"

یہ دونوں وجوہ فنافی الشیخ اور فنافی الرسول پر دال تھیں۔

غرض مشورہ کے بعد پیران پیر کے مواعظ مولانا سلمان صاحب کے ذریعہ منگواکر شروع کئے گئے۔ لیکن کچھ دن بعد ہی پھر فضائل کی کتاب پڑھی جانے لگی۔

مجلس سے فراغت کے بعد سب لوگ اپنے اپنے طور پر مشغول ہو جاتے اور جو سوجاتے انہیں سحری کے وقت جگا دیا جاتا۔ اور صبح صادق کے کچھ دیر بعد فجر کی جماعت ہوتی۔

عید الفطر

تقریباً یہی معمول رمضان کے اخیر تک رہا۔ اور تیسویں کی شب میں چاند کی اطلاع نہیں آئی، فجر کے بعد اطلاع آئی۔

اس اطلاع وشہادت کا اعتبار کر کے مفتی محمود صاحب گنگوہی نے جو حکیم صاحب والی مسجد میں معتکف تھے اعتکاف ختم کردیا۔ اور حضرت بھی کچے گھر آگئے اور فرمادیا:

"جانے والے مہمان آج حکیم جی کی مسجد میں عید کی نماز پڑھ لیں میں کل کو دارالطلبہ قدیم کی مسجد میں عید کی نماز پڑھوں گا۔"

اکثر مہمان عید کی نماز پڑھکر گھروں کو واپس ہوگئے۔

رمضان المبارک میں دوسری حاضری

اس سال تو مولانا عبدالرحیم صاحب زبردستی لائے تھے مگر سال بھر کے بعد پھر اگلے شعبان ۸۵ھ میں اپنی طرف سے نہ صرف شوق ورغبت کے ساتھ حاضری ہوئی بلکہ اس ارادہ اور تیاری کے ساتھ کہ اب مشکوٰۃ و دورہ کی تعلیم یہیں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے قدموں میں رہ کر مکمل کرنی ہے۔ اگرچہ ہمارے مشفق استاذ مولانا محمد سعید راندیری مدرسہ چھوڑ کر جانے پر بہت ناراض ہوئے کہ چھوٹے مدارس میں منتہی طلبہ کے جانے سے اثر پڑتا ہے۔

امسال مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے حضرت والا نے دارالطلبہ جدید کی مسجد میں اعتکاف فرمایا جس کے نظام الاوقات پر کتب رسائل لکھے جاچکے ہیں معروف ہیں۔

ذکر کی درخواست اور حضرت کی ناراضگی

ماہِ مبارک میں سارے ذاکرین کو ذکر کرتا ہوا دیکھ کر مجھے بھی شوق ہوا، مولانا عبدالرحیم صاحب کی وساطت سے حضرتؒ سے اجازتِ ذکر چاہی

حضرت نے فرمایا کہ:

"طالب علمی کے زمانہ میں ذکر شروع نہیں کرنا چاہیئے علم کا حرج ہوتا ہے"

(لیکن بعد میں طلبہ کے احوال کے پیش نظر حضرت منتہی طلبہ بلکہ مطلق طلبہ کے لئے ذکر کی تجویز پسند فرماتے تھے۔ جب ہمارے دارالعلوم کے طلبہ کے ذکر کا حال سنا تو حضرت نے تصویب فرمائی اور دعائیں دیں)

میں نے یہ سوچ کر کہ ذکر کے لئے اندرونی اہلیت شرط ہوگی جس کی مجھ میں کمی ہے اسے پورا کرنے کے لئے توبہ واستغفار، رونا پیٹنا شروع کیا۔ رو دھو کر دو تین روز بعد پھر دوبارہ ذکر کی اجازت چاہی۔

عصر کی نماز کا وضو کراتے ہوئے مولانا عبدالرحیم صاحب نے درخواست پیش خدمت کی۔ وضو سے فراغت کے بعد حضرت نے کمرہ سے مسجد میں قدم رکھا، فرمایا:

"پردہ ہٹادو۔"

اور کرخت لہجہ میں گرجتی ہوئی آواز میں ارشاد فرمایا کہ:

"کہاں ہے یوسف، عبدالرحیم کا بھائی؟ اس سے کہو کہ ابھی جو پہلی ریل ملتی ہو اس سے سورت چلا جائے، جو کہنا نہ مانے اس کے لئے یہاں جگہ نہیں ہے۔"

مولانا عبدالرحیم صاحب نے وہیں سے دیکھ کر بتایا کہ وہ سنتیں پڑھ رہا ہے۔

عبدالرحیم کا بھائی کہاں ہے؟

ماہ مبارک گزرنے کے بعد جب مہمان چلے گئے تو عصر کے بعد کی چائے کی مجلس میں پہلے ہی روز حضرت نے مجھے آواز دی اور فرمایا:

"کھڑے ہو جاؤ۔"

میں بڑے چبوترے پر اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا حضرت نے مولانا نصیر الدین صاحب سے خطاب کر کے فرمایا:

"ارے نصیر! یہ عبدالرحیم کا بھائی اب یہاں رہے گا اسے اچھی طرح دیکھ لے۔"

حضرت کا اشارہ چائے اور کھانے پینے میں خیال رکھنے کی طرف تھا۔ اس کے بعد سے دونوں وقت کا کھانا اور دونوں وقت کی چائے مستقل حضرت کے یہاں ہو گئی۔

جلال بھی جمال بھی

ایک دو روز کے بعد مغرب کی نماز کے بعد جب حضرت طویل نفلوں سے فارغ ہوئے۔ میں مسجد ہی میں مطالعہ میں مصروف تھا کہ حضرت نے یاد فرمایا۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ:

"آج عشاء کے بعد آجائیو۔"

عشاء کے بعد جب حضرت تشریف لے گئے مجھے جانے میں دیر ہو گئی یا بھول ہی گیا تھا کہ اچانک حضرت کے خادم بلانے آئے کہ حضرت بلا رہے ہیں۔ جیسے ہی کچے گھر کے حجرہ میں قدم رکھا، نہایت زور کی آواز میں ڈانٹ کر حضرت نے فرمایا:

"بھاگ جا، اب کیوں آیا ہے؟"

پہلی ڈانٹ دارالطلبہ کی مسجد میں خیر سے سنتوں کے دوران دور سے پڑی تھی، اس لئے تحمل ہو گیا تھا۔ مگر اب کے صرف قَابَ قَوْسَیْن کے فاصلہ سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ جلال کیسے برداشت ہوتا مگر نہ معلوم حضرت کی اندرونی شفقت کا اثر ظاہری مصنوعی ڈانٹ پر غالب رہا کہ مجھے ہنسی آگئی۔ اس پر حضرت بھی مسکرا دیئے اور تبسم کے ساتھ فرمایا:

"ابے! تجھے کہا تھا کہ عشاء کے بعد آجانا۔ لے یہ کھالے اور بھاگ جا۔"

پھر تو اس مجلس کی حاضری بھی مستقل ہو گئی اور اس میں ضابطہ کے حصہ کے علاوہ حضرت کے دست مبارک سے حضرت کے بقیہ تبرک سے ضرور حصہ لگتا اور کبھی یہ فرما کر بار بار ملتا کہ:

"ارے احمد حسین! تجھے تو ملا ہی نہیں۔"

کبھی فرماتے :

" مجھے تو ہر دفعہ میں تو ہی نظر آوے ہے "

اللہ تعالیٰ معاف فرماوے کہ بالکل ہی ان شفقتوں کی قدر نہ کی ۔

پھر ذکر والا خبط

ان ہی ابتدائی ایام کا قصہ ہے کہ طبیعت پر پھر ذکر کا شوق سوار ہوا ۔ اور یہی خیال کہ میں بہت گندا اور گنہگار ہوں یہ زبان ذکر کے قابل نہیں اس لئے اجازت نہیں مل رہی ۔ لیکن ڈانٹ کے بعد سے اب کہنے کی تو ہمت تھی نہیں ، ایک دن جب حضرت عشاء کے بعد طویل نوافل میں مشغول تھے ، میں حضرت کے پیچھے دور بیٹھکر رونے لگا ، دوزانو کھڑے اور سر بیچ میں کر کے اس طرح پر کہ کوئی سمجھے کہ اونگھ رہا ہے ، کسی کو بھی یہ معلوم نہ تھا کہ میں روتا ہوں وجہ تو کیا معلوم ہوتی ؟

ان دنوں حضرت فرائض اور وتر کھڑے ہو کر بقیہ سُنن و نوافل بیٹھکر ادا فرماتے تھے ۔ اس لئے حضرت جب نوافل سے فراغت کے بعد وتر کے لئے کھڑے ہونے لگے تو ایک طرف اور کسی خادم نے دوسری طرف میں نے حضرت کو سنبھالا دیا ۔ جب حضرت کھڑے ہو گئے تو میرے کان کے قریب ہونٹ کر کے فرماتے ہیں :

" میرے پیارے ! رویا نہیں کرتے ، جب تو فارغ ہو جائے تو
مجھ سے ذکر سیکھ لینا اور میں مرگیا تو عبدالرحیم سے سیکھ کر شروع کر دینا "

لیکن پھر فراغت سے کچھ پہلے ہی حضرت نے خود ہی ذکر تعلیم فرما کر شروع کروا دیا تھا ۔

کشف کا ایک اور واقعہ

اس طرح کے کشف کے واقعات تو وہاں تقریباً روزمرہ مشاہد ہوتے رہتے تھے منجملہ ان کے ایک مرتبہ انہی ابتدائی ایام میں حضرت شیخ نے مدارس میں رہ کر اسٹرائک کرنے والے بدعنوان طلبہ کے متعلق بہت ہی سخت الفاظ فرمائے ۔

مجھے اپنے بارے میں فکر ہوئی کہ کئی سال مدرسہ میں رہنے کی وجہ سے میری طرف سے یقیناً بدعنوانیاں ہوئی ہوں گی ۔ اس پر عصر کے بعد مجلس کے وقت میں نے مسجد کے کونے میں تنہا بیٹھ کر اللہ کے سامنے رونا شروع کیا ۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ خادم آیا کہ حضرت یاد فرما رہے ہیں ۔ میں حاضر ہوا تو حضرت چارپائی پر تشریف فرما تھے دونوں چبوتروں پر مہمان بیٹھے ہوئے تھے ، حضرت نے گردن ہلا کر قریب ہونے کا اشارہ فرمایا اور چپکے سے فرمایا :

" میرے پیارے ! رویا نہیں کرتے توان لوگوں میں سے نہیں ہے "

غرض اس طرح کے واقعات تو وہاں روز ہوا کرتے تھے ۔

ہمارے دوست چودھری شاہین صاحب نے اپنا واقعہ سُنایا کہ :

میں مفتی مقبول احمد صاحب کے ساتھ مدینہ طیبہ حاضر ہوا ۔ حضرت نے فرمایا کہ :

" رات عشاء کے بعد کھانے پر میرے یہاں آجایا کرو ، اور وقت ملے تو عصر کے بعد کتاب ہوتی ہے اس میں آجانا "

اور مفتی صاحب سے فرمایا :

" فجر کے بعد ذکر ہوتا ہے جی چاہے تو اس میں شرکت کرلیا کریں "

چنانچہ ہم عشاء کے بعد حاضر ہوتے رہے ۔

ایک مرتبہ راستہ میں تربوز دیکھ کر میں نے مفتی صاحب سے کہا کہ اسے خرید کر رکھ لیا جائے تو رات تک ٹھنڈا کھانے کے قابل ہو جائے گا مگر اذان ہو گئی اس لئے خرید نہ سکے ۔ حسب معمول عشاء کے بعد حضرت کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے میں فارغ ہو کر اٹھنے لگا ، حضرت نے فرمایا کہ :

" میں نے آپ کے لئے تربوز فریزر میں رکھوا رکھا ہے خوب ٹھنڈا ہو گا

ہوگا تشریف رکھئے ابھی آرہا ہے۔"

اسی طرح شاہین صاحب نے سنایا کہ:

جب حضرت دوسری مرتبہ انگلستان تشریف لائے تو میں زیارت کے ساتھ تین تمنائیں لیکر حاضر خدمت ہوا:

- ایک یہ کہ حضرت کی خدمت میں کچھ رقم پیش کرنا چاہتا ہوں۔
- دوسرے حضرت کو گلاسگو تشریف بری کی دعوت دینی تھی۔
- تیسرے جی چاہتا تھا کہ مسجد کے لئے حضرت کی طرف سے تبرکاً چندہ مل جاتا۔

مصافحہ کے ساتھ ہی تینوں باتوں کا جواب مل گیا۔ فرمایا کہ:

"میں نے یوسف سے وعدہ لیا تھا کہ میں کہیں اور جاؤں گا نہیں صرف ایک دن تبلیغی مرکز پر جاؤں گا۔ دوسرے یہ کہ وہاں کسی سے ہدیہ نہیں لوں گا، میں نے تو خود ہی تمہاری مسجد کے لئے کچھ پیش کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔"

یہ فرماکر ایک سو پونڈ مرحمت فرمائے۔

ہنگامی سفرِ حج

اسی سال ۸۶ھ میں حضرت کا سفرِ حج ہوا جو پہلے ملتوی ہوگیا تھا اچانک اس کے اسباب و محرکات حضرت کے اندرونی جذب و عشق کے نتیجہ میں پیدا ہوگئے۔ حضرت کی ان باطنی کیفیات کا کچھ اندازہ مندرجہ ذیل مکتوب کے اشعار اور اقتباسات سے ہوگا۔ یہ مکتوب گرامی حضرت نے حجاز مقدس میں اپنے ایک عزیز کے نام اسی سفر کے بارے میں تحریر فرمایا تھا۔ مکتوب کی ابتداء چند اشعار سے ہوتی ہے ؎

مِنّی السّلام علیٰ من لست انساہ
ولا یملّ لسانی قطّ ذکرہٗ

إن غاب عنی فان القلب مسکنہٗ
ومن یکن بفوادی کیف أنساہٗ

وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

التفاتِ یار تھا ایک خوابِ آغازِ وفا
سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوں کی تعبیریں کہیں

بے زبانی ترجمانِ شوق بے حد ہو تو ہو!
ورنہ پیشِ یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

تیری بے اعتنائی کو آخر یہ کیا خیال آیا
کہ میری پرسشِ احوال کو بچشم اشکبار آئیں

آپ کا ۲۶ جنوری کا دیا ہوا تار ۲۸ جنوری کو ملا، اس نے معاً طبیعت میں ہیجان پیدا کر دیا، گذشتہ مناظر ایک ایک ہو کر دل میں اور آنکھوں میں گھومنے لگے ؎

تمہاری بزم کے منظر جو یاد آتے ہیں
نظر کے سامنے تصویر کھنچ جاتے ہیں

اندھیر ہوتی ہے دنیا کبھی نگاہوں میں
کبھی مژہ پہ ستارے جھلملاتے ہیں

آگے کچھ مضمون تحریر فرمانے کے بعد چند اشعار اور تحریر فرمائے ہیں ؎

کاش مجھ کو بھی نیند آجائے   آنکھ لگنے لگی ستاروں کی
فصلِ گل سے کہو کہ لوٹ آئے   اب میرا آشیاں چمن میں نہیں
پھول ڈھونڈے تو خار ہاتھ آئے   اُف رے سعیِ تلاش کا انجام

آگے تحریر ہے:

"یہ ناکارہ اس سوچ میں پڑ گیا ہے کہ مشائخ سلوک کا متفقہ ارشاد ہے کہ بے طلب اگر کوئی چیز ملے اور اس کو کوئی رد کر دے تو طلب پر بھی نہیں ملتی اس سے بہت ہی ڈر لگ رہا ہے کہ آپ کا یہ کرم اور میری یہ تقصیر کہیں دائمی حرمان کا سبب نہ بن جاوے اس کے ساتھ آپ بھی سمجھیں کہ مدینہ پاک کی حاضری کا اگر انداز پیدا ہو جائے اور اس کے اسباب بے طلب مہیا ہونے لگیں تو طبیعت پر کیا گزرے گی ؎

اذا ذکرتك والشوق یقتلنی — وارقتنی احزان واوجاع

وصار کل قلوبا فیك دامیة — للسقم فیها والآلام اسراع

ہوا ٹھنڈی جو آتی ہے نکل کر ان کے کوچے سے

نکل جاتی ہیں سرد آہیں مرے ٹوٹے ہوئے دل سے

بہر حال اب تو کالمیت فی ید الغاسل بن رہا ہوں اور اس کا منتظر ہوں کہ اگر شعبان میں اس سیاہ کار کا نام عشاق کی فہرست میں آچکا ہو، تب تو انشاء اللہ حاضری ہے ہی اس لئے کہ اسباب بھی مسبب الاسباب کے قبضہ میں ہیں اور اگر میری بداعمالیاں غالب ہیں تو میں اور آپ دونوں لاکھ کوشش کریں کچھ نہیں کر سکتے نفس وشیطان بھی حیلے اور مکائد جو مانع حاضری ہے ایک ایک کر کے سامنے لاتے ہیں جن میں اہم مسئلہ تو مدرسہ کی بخاری شریف کا ہے، ایک صاحب جو دوسرے مدرسہ میں حدیث کے مدرس ہیں وہ صرف بخاری شریف کی وجہ سے اپنے مدرسہ سے یہ درخواست دے کر آئے ہیں کہ اگر رخصت منظور نہ ہوں تو یہی استعفاء ہے اور بھی متعدد احباب یہ سمجھ کر کہ یہ چراغ سحر ہے دوسرے مدارس سے آئے ہیں، ایک میرے مخلص

جو اپنے مدرسے میں بڑے ہی محبوب تھے وہاں کے اکابر کو ناراض کر کے آئے ہیں (اس سے مراد یہ سیاہ کار ہے)

اس کے ساتھ لامع ایسے موقع پر پہونچ گئی ہے کہ اس کے ختم ہونے کی میری بھی تمنا ہے کہ قریب پہونچ گئی ہے۔"

اس خط کے اخیر میں یہ شعر بھی ہے ؎

شب تاریک وبیم موج وگردابے چنیں حائل

کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

تیرے رونے نے مجھے کھینچ لیا

۷ ذیقعدہ ۱۳۸۶ھ کو چونکہ حضرت کا اچانک سفر حج ہوا کہ دہلی حاجیوں کو الوداع کرنے تشریف لے گئے تھے۔ ہمیں الوداع فرما کر خود ہی وہاں سے آگے شریک قافلہ ہو گئے۔ اس لئے دہلی مطار پر اچانک جدائی کا دل پر سخت صدمہ ہوا اور اتنا رویا کہ حضرت کے سامنے چیخیں نکل گئیں، جس کے متعلق حضرت نے واپسی کے بعد فرمایا کہ:

"مطار پر تیرے رونے نے مجھے کھینچ لیا۔"

اور وہاں سے گرامی نامہ سے بھی نوازا۔ اور واپسی کے بعد ایک لنگی مرحمت فرمائی جس میں ایک پرچہ میں چند سطور تحریر تھیں کہ:

"اسی میں میں نے عمرہ کیا ہے اور یہ زمزم میں بھگوئی گئی ہے اس لئے خیال رکھنا کہ یہ ناپاک نہ ہو۔"

اور اس سفر سے واپسی پر جب حضرت کار کے ذریعہ دہلی سے سہارنپور پہونچے تو سینکڑوں کا مجمع ایک دم مصافحہ کے لئے آگے بڑھا، حضرت نے فرمایا کہ:

"اس وقت کسی سے مصافحہ نہیں ہوگا مسجد میں جائیں وہاں مصافحہ ہوگا۔"

جب کچے گھر میں پہونچے تو فرمایا کہ: "پہلے تجھے مل لوں۔"

یہ فرماکر معانقہ فرمایا۔ اور جب مسجد سے واپسی میں حضرت کا ناک کا کپڑا وہاں سے اٹھتے ہوئے گرگیا جو میں نے اٹھاکر جیب میں رکھ لیا اور کچھ گھر پہنچ کر حضرت کے مطالبہ پر میں مسکرا دیا تو حضرت نے فرمایا کہ:

"ارے! حرمین کے سارے آنسو اسی میں ہیں۔"

غرض حضرت کے زیر سایہ رہ کر مشکوٰۃ ۸۵ھ و ۸۶ھ میں اور دورۂ حدیث ۸۶ھ و ۸۷ھ میں مظاہر میں پڑھا۔ بعض مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ:

"اس سال میرا بخاری کسی کے حوالہ کر دینے کا ارادہ تھا مگر تیری وجہ سے پڑھا رہا ہوں۔"

غالباً اسی لئے دوسرے سال حضرت نے ایک جلد پڑھائی اور دوسری جلد مفتی مظفر حسین صاحب نے پڑھائی اور اس کے بعد سے دونوں جلدیں حضرت مولانا یونس صاحب کے یہاں کر دی گئیں۔

اس دوسالہ مدت میں اوقات اسباق کے علاوہ تقریباً تمام تر وقت حضرت کی خدمت میں گزارتا۔ درس بخاری سے فارغ ہوکر عصر کے بعد مسجد کلثومیہ ہی میں ختم خواجگان میں شرکت فرماکر حضرت واپس تشریف لاتے اکثر اوقات پیشاب کے تقاضہ کی وجہ سے گاڑی (وہیل چیئر) بہت تیز بھاگتے ہوئے لانا پڑتی۔ راستہ میں پچاسوں بچے روزانہ حضرت کو سلام کرنے کے لئے منتظر رہتے، زور سے چیختے "اباجی السلام علیکم، شیخ ابا السلام علیکم" عجیب منظر ہوتا۔ اس وقت حضرت روتے ہوئے یہ شعر پڑھتے ؎

مرا اک کھیل خلقت نے بنایا ÷ تماشے کو بھی تو میسر نہ آیا

اور یہ دعا پڑھتے:

اللّٰھُمَّ احْرُسْنِی بِعَیْنِكَ الَّتِی لَا تَنَامُ

غلبۂ خوف پر نصیحت

انہی ایام تعلیم میں اس ناچیز پر خوف الٰہی کا شدید غلبہ ہوا کہ ہر وقت روتا رہتا تھا۔ مولانا عبدالرحیم صاحب مجھے حضرت کی خدمت میں لے گئے اور صورت حال عرض کی۔ حضرتؒ نے فرمایا:

"خوف ورجاء میں سے کسی کا غلبہ نہ ہونا چاہئے دونوں کے غلبہ سے نقصان ہوتا ہے خوف کے ساتھ امید بھی کامل رکھنی چاہئے جیساکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کل قیامت کے دن یہ اعلان ہوجائے کہ سارے انسان جنت میں، صرف ایک شخص دوزخ میں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اپنے متعلق خوف ہے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں گا اور اگر یہ اعلان ہو کہ سارے انسان دوزخ میں صرف ایک جنت میں جائے گا تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں گا۔"

اللہ کی نعمتوں کی قدر

انہی دنوں ایک مرتبہ حضرت مغرب کی نماز کے لئے تشریف لے جارہے تھے، حضرت کے مکان کے برابر میں جہاں شیخ عالم کا مکان ہے وہاں خالی میدان ہے جہاں کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا تھا۔ خدام نے تربوز کاٹ کر چھلکے وہاں پھینکے ہوئے تھے حضرت کو ان چھلکوں میں کچھ سرخی نظر آئی، دوچار ٹکڑے اٹھواکر دیکھے تو سب میں تھوڑی تھوڑی سرخی پائی غصہ میں فرمایا:

"کون تھا اس طرح کاٹنے والا؟"

ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

"ان سب کو لے جاکر دھوکر سرخ حصہ کاٹ لو۔"

اور رات کو عشاء کے بعد کی مجلس میں سب سے پہلے اسی میں سے خود کھایا اور فرمایا کہ:

"یہ کوڑے پر سے اٹھا کر اس میں سے کاٹا گیا ہے جس کا جی چاہے اسے کھائے، میں تو آج اسی کو کھاؤں گا۔"

نکاح کے لئے انگلستان کا سفر

دورہ سے فراغت کے بعد ارادہ تو حضرت کی خدمت میں پڑ جانے کا تھا مگر گھر والوں نے رشتہ انگلستان میں طے کر دیا جو قریبی عزیزوں میں سے تھے اور یہاں مقیم تھے اور رمضان کے بعد سفر طے ہوگیا۔ اس لئے میں نے حضرت سے درخواست کی کہ یہ آخری رمضان (۸۷ھ) یہاں گزار لوں۔ اس لئے کہ پچھلا رمضان بھی وہاں نہیں گزار سکا تھا ـــــ حضرت کے یہاں دار جدید میں پنجوقتہ نماز کی امامت اور تراویح میں دو پارہ سنانا تجویز ہوا تھا اور تین چار روز سنانے کے بعد بیمار ہوگیا اور حضرت نے گھر بھیج دیا تھا اس لئے میں نے سفر سے قبل آخری رمضان گزارنے کی درخواست کی ـــــ مگر حضرت نے حکماً یہ فرما کر سورت بھیج دیا کہ:

"جاکر والدین کی خدمت کرو۔"

چنانچہ تین چار ماہ بعد والد صاحب رحلت فرما گئے اور میں جون ۶۸ھ کے شروع میں انگلستان روانہ ہوگیا۔

یہاں پہونچنے کے پانچ چھ ہفتہ کے بعد نکاح ہوگیا۔ حضرت نے نکاح کے دوسرے دن سہارنپور میں ولیمہ کی عظیم دعوت فرمائی اور مدعوین کی فہرست بھی مجھے ارسال فرمائی۔

بس کے ذریعہ ہندوستان کا سفر اور حادثہ

یہاں انگلستان آئے ہوئے صرف چار ماہ ہوئے تھے کہ ایک تبلیغی جماعت چھوٹی بس (وین) کے ذریعہ ہندوستان بڑودہ کے اجتماع میں جارہی تھی، اس خیال سے کہ حضرت کے یہاں ماہ مبارک (۸۸ھ) گزر جائے گا میں

بھی شریک سفر ہوگیا۔

راستہ میں ایران میں حادثہ پیش آیا دو ساتھی شہید ہوگئے بقیہ زخمی ہوئے، میرا بھی بازو ٹوٹ گیا۔ سب سے پہلے حضرت کو تار کیا۔ حضرت نے ہندوستانی وزارتِ خارجہ کے ذریعہ تہران میں متعین بھارتی سفیر کو عیادت وامداد کے لئے میانہ کے ہسپتال میں بھجوادیا۔ اسی طرح پاکستان سے حضرت نے زاہدان کے راستہ سے دو تبلیغی ساتھیوں کو معاونت کے لئے بھیجا۔ اور میرے سہارنپور پہونچنے تک حضرت برابر متفکر رہے۔

مولانا عبدالرحیم صاحب نے سُنایا کہ تار کے ملنے کے بعد حضرت تفصیلی احوال کے لئے بہت متفکر تھے۔ ایک دن فرمایا کہ:

"آج میں نے دیکھا ہے کہ یوسف کا خط آیا ہے۔"

تھوڑی دیر کے بعد ہی ڈاک میں میرا تفصیلی عریضہ پہونچ گیا۔

قرض کی ادائیگی میں تاخیر پر تنبیہ

انگلستان کے سفر کے موقع پر ٹکٹ وغیرہ کے لئے اپنے احباب و بزرگوں سے قرض لیا تھا جن میں مفتی محمود صاحب گنگوہی بھی تھے اور حضرت مفتی صاحب کا قرض میرے ذمہ باقی تھا اب تک ادا نہیں کرسکا تھا۔

حادثہ کے بعد ٹوٹے ہوئے بازو کو لیکر جب سہارنپور میں مدرسہ قدیم کی مسجد کے دروازے پر مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی تو مصافحہ کے ساتھ عیادت و اظہار افسوس کے بجائے مفتی صاحب نے فرمایا:

"پہلے تو ادا نہیں کئے اور پھر آگئے۔"

یہ جملہ سن کر اس وقت بہت ہی رنج وندامت ہوئی اور ایسے پٹھانی تقاضے پر اور ایسا انداز اختیار کرنے پر تعجب بھی ہوا مگر بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت شیخ نے مفتی صاحب

سے فرمایا تھا کہ:

" سلام مصافحہ کے ساتھ ہی یوں کہنا کہ پہلے تو ادا نہیں کئے اور پھر آلئے"۔

محبت و شریعت

شوال میں انگلستان واپسی ہوگئی اور چند ماہ بعد حضرت کا ۵ صفر ۸۹ھ کو عمرہ کا سفر ہوا۔

جن دنوں حضرت بمبئی میں مقیم تھے میں نے ایک خواب دیکھا کہ حضرت مجلس میں تشریف فرما ہیں اور ایک صاحب نہایت عمدہ آواز سے یہ نعت پڑھ رہے ہیں ۔

با حسن عقیدت جس میں بیاں سرکار کی سیرت ہوتی ہے

اس بزم کے ذرے ذرے پر اللہ کی رحمت ہوتی ہے

اک سمت محبت ہوتی ہے اک سمت شریعت ہوتی ہے

حضرت پر یہ سنکر گریہ طاری ہے اور زار و قطار رو رہے ہیں ۔

حضرت نے وہاں پہنچنے کے بعد حاضری کی اجازت مرحمت فرمائی اور یہاں سے ہم چار ساتھی عمرہ کے لئے روانہ ہوئے وہاں چھ سات ماہ گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی اور طائف، ینبوع، خیبر اور جدہ وغیرہ مقامات پر تبلیغی مشوروں میں حضرت تشریف لے گئے اس لئے ان مقامات کی بھی زیارت ہوگئی ۔

بچھو کے ڈنک کے لئے لعاب دہن

مدینہ طیبہ میں حضرت کا شب کا قیام مسجد نور میں رہتا تھا اور دن میں مدرسہ شرعیہ میں حضرت تشریف رکھتے تھے ۔

ایک شب مسجد نور کے مہمان خانہ سے باہر کھلے میدان میں حضرت کی چارپائی کے قریب ریت پر بستر بچھا کر میں سو رہا تھا کہ بچھو نے کاٹا، آنکھ کھلی تو انگلی کے ساتھ لٹک رہا تھا، ہاتھ جھٹکا تو دور جا کر گرا، تکلیف اور جلن بہت زیادہ تھی، اس خیال سے کہ حضرت کی نیند خراب ہوگی ہاتھ پکڑ کر بیٹھا رہا ۔ جب حضرت تہجد

کے لئے بیدار ہوئے تب عرض کیا ۔ حضرت وضو فرما کر تشریف لائے اور کچھ پڑھ کر لعاب دہن ڈنک کی جگہ لگا دیا، ساتھ ہی تکلیف کافور ہوگئی ذرا بھی اثر نہ رہا ۔

حضرت کا انگوٹھا کار کے دروازے میں!

غالباً اسی سفر میں ایک مرتبہ حضرت مسجد نبوی سے نماز کے بعد مسجد نور تشریف لے جا رہے تھے حضرت کو وین میں سوار کرا دیا گیا اور حضرت ابھی ٹھیک سے بیٹھنے کے لئے دروازہ کی ونگ تھامے ہوئے تھے کہ باہر سے کسی نے پوری قوت سے دروازہ بند کر دیا، جلدی سے دروازہ کھول کر دیکھا گیا تو انگوٹھا ناخن سمیت بالکل سیاہ ہو چکا تھا ۔

اس وقت جو تکلیف حضرت کو ہو رہی ہوگی اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا مگر حضرت نے اس کی بھی تحقیق نہیں فرمائی کہ اس طرح لاپرواہی اور غفلت سے دروازہ بند کرنے والا کون تھا؟ اور بلا تحقیق بھی حضرت نے نہ غصہ میں کوئی حکم فرمایا نہ شدید تکلیف کا اظہار کیا (اللہ اکبر) حالانکہ کئی روز تک اس کا باقاعدہ علاج کرانا پڑا ۔

حرمین میں عمرہ اور اعتکاف

حضرت کے ساتھ حرمین میں ۸۹ھ کا رمضان گزارا اور پندرہ دن حضرت نے مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور روزانہ ایک عمرہ فرماتے اور آخری پندرہ دن مدینہ طیبہ میں قیام رہا ۔ اور آخری عشرہ کا حضرت نے اعتکاف فرمایا ۔

اعتکاف کے دوران ایک شب تراویح وغیرہ سے فراغت کے بعد حضرت نے اپنے معتکف میں مجھے اور مولانا اسمٰعیل بدات صاحب مدنی کو طلب فرمایا اور اجازتِ بیعت عطا فرمائی اور دونوں کو اپنے دست مبارک سے مشلح پہنایا ۔

مولانا اسمٰعیل صاحب نے ایک شب قبل خواب دیکھا تھا کہ ایک بہت بڑا مجمع ہے ہم دونوں کا نام پکارا گیا اور دونوں کو بلا کر قتل کر دیا گیا ۔

پیا مٹا اجازت

بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت نے مولانا عبد الرحیم صاحب اور صوفی صاحب سے فرمایا تھا کہ :

"اگر میں مرجاؤں تو میری طرف سے پیا مٹا طلحہ اور یوسف کو اجازت دے دینا"

والدہ کی ناراضگی کے سبب حج کا التواء

حجاز کے قیام کے دوران والدہ محترمہ اور خسر صاحب کی طرف سے بہت سخت خطوط پہونچتے رہے کیونکہ شادی کے بعد میں نے مختصر مدت میں ہند و حجاز کے دو طویل المدت سفر کر لئے تھے ۔ اس لئے حضرت نے رمضان المبارک کے بعد مجھے انگلستان واپس بھیجدیا اور والدہ کے نام گرامی نامہ میں حضرت نے لکھوایا کہ :

"اشہر حرام شروع ہونے کے بعد اب حج کئے بغیر یوسف کے لئے
یہاں سے نکلنا مکروہ ہے مگر تمہاری ناراضگی اور حکم کی وجہ سے اسے
واپس بھیج رہا ہوں خدا کرے آئندہ اس کا یہ حج ہو جائے"

جو کام تمہارے حوالہ کیا گیا ہے اس میں لگو

شوال میں سفر حجاز سے واپسی کے چند ہفتوں بعد ہمارے یہاں زکریا مسجد بولٹن میں ایک حادثہ پیش آیا کہ چند غنڈوں نے رات کو مسجد میں گھس کر توڑ پھوڑ کی اور نقد وغیرہ بھی چوری کر کے لے گئے اور قرآن پاک، تولئے، قالین وغیرہ کو اکٹھا کر کے آگ لگادی ۔

آئندہ کی حفاظت کی خاطر میں نے چند نوجوانوں پر مشتمل ایک جماعت بنائی جس میں کچھ بے احتیاطی کا پہلو بھی تھا اس لئے حضرت نے شدید ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے متعدد گرامی ناموں میں تنبیہ فرمائی ۔ ایک گرامی نامہ میں

تحریر فرمایا :

"مجاہد اعظم مولینا یوسف صاحب ! میں نے تم کو بار بار تاکید کی کہ "ارشاد" و "اکمال" کو اہتمام سے مطالعہ میں رکھو مگر تم کو اس کی فراغت نہ ہوئی کہ کم از کم ایک نظر اکمال ص۱۳۸ کو دیکھ لو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائے حضرت سید احمد شہید بریلوی نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت شیخ الہندؒ جیسا نہ تو تم میں اور نہ مجھ میں اخلاص ہو سکتا ہے اور نہ ان جیسے اعوان اور جان نثار مل سکتے ہیں، ان حضرات کی مساعی سے مایوس ہو کر ان کے چھوٹوں نے ذکر و شغل کی لائن پر زور دیا ہے کہ وہ درجہ حاصل نہ ہو تو دوسرا ہی حاصل ہو۔

باقی تم زیادہ ہمت والے ہو اور نوجوان ہو ، اپنا تو ضعف کا زمانہ ہے اعضاء جواب چکے ہیں ۔ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے اٹھتا ہو وہ اگر تم جیسوں کی حرص کرے تو کوا چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھول گیا"

تنبیہ کی خاطر غصہ میں ایک دوسرے گرامی نامہ کی ابتداء ہی اس طرح ہے :

"حضرت مجاہد اعظم منقطع عن الدنیا وعن اہل الدنیا متبتّل الی اللہ و الی اولیائہ حضرت شیخ المشائخ مرجع الخلائق حضرت مولینا حافظ قاری محمد یوسف متالا صاحب اعلی اللہ مراتبہٗ"

آگے تحریر ہے کہ:

"تم نے اس وقت میں جو اپنے علمی سلوک کی تبتّل الی اللہ انقطاع عن الدنیا کے کارنامے تواضع وانکساری سے اعمال جلیلہ آرا چلانا، لکڑی کاٹنا، مزدوروں کے ساتھ کام کرنا وغیرہ مشاغل عالیہ لکھے ہیں، کاش ! اس ناکارہ کو ان کی کم از کم تمہاری ہی نسبت سے قدر ہو جاتی ۔

میں تمہارے خطوط سے جس چیز کا متلاشی ہوں وہ استحضار، ذکر،

مراقبہ وغیرہ اور اس کے ثمرات ہوں ۔ اللہ تعالیٰ میری تمناؤں کو پورا فرمائے ۔"

نیز ایک گرامی نامہ میں فرماتے ہیں :

" جتنا ہو سکے تبتّل الی اللہ میں کوشش کرتے رہیو ۔ میں نے تمہیں پہلے بھی لکھا اور مولوی ہاشم کو بھی کہ روزانہ دو گھنٹے ہو سکے تو بہت ہی اچھا ورنہ کم سے کم ایک گھنٹہ یکسوئی سے اوراد و وظائف کے لئے ضرور نکال لیجیو ۔ نسبت بہت جلدی چلی جاتی ہے ، اگر کوئی طِب پڑھنے والا اس کا مشغلہ نہ رکھے تو بھول جاتا ہے ۔"

یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے

جمادی الثانیہ ۱۴۰۳ھ میں آپ کے زیر نظر اس کتاب کی ترتیب کے لئے مولانا یوسف لدھیانوی دار العلوم تشریف لائے تھے اور یہ راقم السطور مولانا یوسف صاحب کو حضرت کے مکاتیب جو میرے نام ہیں سنا رہا تھا ، اسی میں حضرت کا ایک مکتوب سنایا جو میرے ایک عریضہ کے جواب میں تھا جس میں میں نے حضرت کو اطلاع دی تھی کہ مسجد کے حادثے والے چور پکڑے گئے ۔ جواباً حضرت نے تحریر فرمایا کہ :

" مجرموں کا پکڑا جانا موجب خیر تو ضرور ہے اللہ کا شکر ہے لیکن موجب مسرت نہیں ایسے امور بہت باریک ہوتے ہیں ایسی چیزوں پر مسرت ہونا اپنے لئے خطرناک ہوتا ہے ۔"

یہ سُنکر مولانا یوسف صاحب پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی ، اسی حالتِ وجد میں ایک جملہ بار بار کہے جا رہے تھے کہ :

" یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے ۔"

لطیفہ

سنہ ۹۰ھ کا رمضان بھی سہارنپور گزارنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ تیئیس ۲۳ رمضان المبارک کو بچی کی ولادت کی اطلاع کا مجھے تار ملا ، حضرت نے فوراً برقیہ بھجوایا :

" خدیجہ نام مبارک ہو ۔"

اور مجھ سے فرمایا کہ :

" بچی کا تولد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی علامت ہے ۔"

عید الفطر کی شب میں حضرت نے مہمانوں میں مٹھائی تقسیم فرمائی ۔

غالباً اسی رمضان کا قصہ ہے کہ دوسرے عشرہ میں حضرت مولانا ابو الحسن علی میاں صاحب وغیرہ حضرات بھی تشریف لائے ہوئے تھے ۔ مغرب کے بعد مجلس ہو رہی تھی ، مسجد سہ دری صحن تک مہمانوں سے پُر تھی ۔ مجھے کسی نے حوض پر یوں کہا کہ حضرت تجھے یاد فرما رہے تھے ۔ میں جلدی سے حاضر خدمت ہوا ۔ ابھی مجمع کے منتہیٰ پر کھڑا ہی تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ :

" او یوسف !"

میں نے عرض کیا " جی "۔ اس پر سارا مجمع میری طرف متوجہ ہو کر بے تحاشا ہنسنے لگا ۔ مشائخ سمیت اکابر و اصاغر سب کا ہنسی میں بُرا حال اور خود حضرت بھی ہنس رہے تھے ۔ میں حیران تھا کہ کیا ماجرا ہے ؟ اتنے میں حضرت نے سرِ مبارک سے قریب آنے کا اشارہ فرمایا ، میں حاضر ہوا تو فرمایا :

" میں نے فلاں کام کے لئے تجھے یاد کیا تھا ۔"

یہ فرما کر پھر حضرت جی مولانا یوسف ؒ کا قصہ سُنانا شروع کر دیا ۔ تب میں سمجھا کہ یہ تو قصہ کے درمیان میں حضرت جی کے متعلق " او یوسف ! " فرمایا تھا ، مجھے خطاب نہیں تھا ۔

حج میں رفاقت

رمضان سہارنپور گزار کر شوال میں انگلستان واپسی ہوئی اور میرے ذمہ پچھلے سال کا حج باقی تھا اس لئے حضرت کا دوسرے تیسرے ہفتے ہی گرامی نامہ وصول ہوا کہ :

"تم ۲۷ر جنوری یا اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کی تاریخ کرالو ہم لوگوں کی بمبئی کراچی ۲۶ر جنوری کی ہوئی ہے اور کراچی سے ۲۷ر کو ملے یا ۲۸ر کو "

اس گرامی نامہ کے بعد میں بھی ذیقعدہ ۹۰ھ میں حجاز مقدس حاضر ہوگیا۔

غالباً حج سے چند دن پہلے ہی کا قصہ ہے کہ مدرسہ صولتیہ میں حضرت کی قیام گاہ پر ایک شامی عالم آئے اور زیارت و ملاقات کر کے اللہ کا شکر ادا کر کے کہنے لگے کہ :

"آج سے تیرہ سال قبل "لامع" کی پہلی جلد دیکھی تھی اس وقت سے میں برابر دعا کر رہا تھا کہ یا اللہ ! اس کتاب کے مصنف سے میری ملاقات کرادے۔ الحمدللہ آج میری دعاء پوری ہوئی "

حضرت نے یہ حج معلم مکی مرزوقی کے ساتھ کیا تھا۔ حج کے دوران حضرت کے ایک ایک قول و عمل سے سُنّت کی نشاندہی ہوتی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف عرفہ کی حالت میں دودھ نوش فرمایا تھا تو حضرت نے اس سنت کی ادائیگی کے لئے پہلے سے دودھ ساتھ لینے کا اہتمام فرمایا جتنا لوگ پانی وغیرہ ضروریات کا اہتمام کرتے ہیں اور پھر عرفات میں اسے نوش فرمایا۔

چونکہ میرا یہ پہلا حج تھا، یہ یاد نہ رہا کہ منیٰ میں احرام کھلنے کے بعد کپڑوں کی ضرورت پڑے گی اس لئے کپڑے ساتھ نہیں لئے تھے۔ سب نے حلق کروا کر کپڑے بدل لئے۔ حضرت نے مجھ سے احرام میں رہنے کی وجہ پوچھی، میں نے عرض کیا کہ کپڑے لانا یاد نہ رہا۔ حضرت کو اس طرح بلا ضرورت ان کپڑوں میں دیکھنا کب گوارا تھا، فوراً مولٰینا

عبدالحفیظ صاحب سے فرمایا کہ :

" یہاں بازار میں سِلے ہوئے تیار کپڑے ملتے ہوں گے میرے حساب میں خرید کر اُسے دے دیں "

چنانچہ فوراً کپڑے خریدے گئے۔

البتہ رمضان ۹۱ھ میں مولانا عبدالرحیم صاحب افریقہ سے یہاں پہونچنے والے تھے ان کے انتظار میں سہارنپور حاضری نہ ہوسکی۔ اسی رمضان میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ :

"تم بہت ہی یاد آئے بالخصوص فجر کی نمازیں"

ایک خواب اور اس کی تعبیر

ایک سال ناغہ کے بعد رمضان ۹۲ھ میں سہارنپور حاضری ہوئی۔

حاضری کی اجازت کے لئے ایک عریضہ میں نے لکھا تھا۔ حضرت نے یہاں کی ضرورتوں کی بناء پر ممانعت فرمائی۔ اس کے جواب میں میں نے ادلال اور ناز کے انداز میں عریضہ لکھا کہ :

"کئی سال سے افریقہ میں بھائی بہن والدہ بلا رہے ہیں جن میں سے پانچ بھائی بہنوں کو جن سب کی عمریں پندرہ سال سے زائد ہی ہیں اب تک میں نے ان کو دیکھا بھی نہیں، اس لئے کہ ان کی ولادت والدہ کے افریقہ جانے کے بعد ہوئی، حضرت کی وجہ سے اب تک میں وہاں نہیں جاسکا، اور حضرت سے حاضری کی اجازت مانگتا ہوں تو فرما دیتے ہیں "نہیں"۔"

اس عریضہ کے جواب سے پہلے میں حاضر خدمت ہوگیا۔ پہلے معانقہ ہی پر فرمایا کہ :

"میں نے تیرا خط باہر مردوں میں اور اندر مستورات میں بھی سب کو پڑھوایا "

اس رمضان میں مولوی ہاشم سورتی مدرس دار العلوم رامپور نے ایک عجیب خواب دیکھا کہ حضرت شیخ دار الطلبہ جدید کے صدر دروازے پر انتہائی جلال اور غصہ میں کھڑے ہیں اور دست مبارک میں بہت سارے پاسپورٹ ہیں اور فرما رہے ہیں کہ:

" میں جس کو چاہوں یہاں اندر آنے دوں اور جسے چاہوں روک دوں میں نے یوسف کو لندن سے بلا لیا .... مولینا .... سے بھی کہا اگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہوئے "۔

خواب سُنکر میں نے انہیں باصرار تعبیر پوچھنے کے لئے حضرت کی خدمت میں بھیجا خواب سُنکر حضرت نے فرمایا:

" اللہ تعالیٰ اس کے لئے مبارک فرمائے "۔

مغرب کے بعد کی نفلوں سے فارغ ہوکر جس وقت حضرت چائے پیتے تھے وہ وقت میری اور مولانا عبد الرحیم صاحب دونوں بھائیوں کی حاضری کا مخصوص وقت تھا، اس وقت حضرت کا تبرک نصیب ہوتا۔ اس وقت میں نے جرأت کر کے پوچھ ہی لیا کہ مولوی ہاشم کے خواب کی تعبیر کیا ہے؟

حضرت نے فرمایا کہ:

" ظاہر ہے کہ تم سے محبت بہت زیادہ ہے، اس سے یہی مراد ہے "۔

میں نے پوچھا دوسرے جزو کی کیا تعبیر ہے؟ تو فرمایا:

" ان ......کی مودودیت کی وجہ سے طبیعت ان سے ہٹی ہوئی ہے "۔

میں نے عرض کیا مودودیت کے بارے میں حضرت کا مزاج اور مسلک انہیں معلوم ہے پھر بھی وہ اسے کیوں نہیں چھوڑتے؟ حضرت نے فرمایا:

" بات یہ ہے کہ انسان کا ابتدائی زمانہ جس ماحول میں گزرا کرتا ہے اس ماحول کا اثر بڑی دیر میں نکلا کرے ہے اور بعض دفعہ اثر نہیں نکلتا "۔

اس کے بعد حضرت نے اپنے ابتدائی دور کے بعض واقعات سنائے۔

نازپروریاں

عید کے دن ہجوم میں حضرت سے رخصت ہوکر گجرات روانگی ہوئی۔ روانگی کے وقت معانقہ نہ ہوسکنے اور حضرت کی طرف سے زادِ راہ نہ ملنے سے طبیعت پر اثر ہوا اور بخار ہوکر طبیعت خراب ہوگئی۔ گھر پہنچکر اس کا شکوہ حضرت کو لکھا۔ حضرت نے تحریر فرمایا:

" مجھے معانقہ سے محروم کرنے کا خیال تو سوچنے سے بھی یاد نہیں آیا، یہ تو اب بھی عقل میں نہیں آتا کہ تمہاری طرف سے رغبت کا اظہار ہوا ہو میں نے انکار کیا ہو یہ ممکن ہے کہ تم نے اس کی ضرورت نہ سمجھی ہو تو میں نے بھی پیش قدمی نہ کی ہو۔ زادِ راہ کی محرومی بالکل صحیح ہے اور میرا پختہ ارادہ بھی تھا مگر چونکہ مجھے یہ معلوم تھا کہ ۲۴ گھنٹہ نظام الدین قیام رہے گا اور وہاں کھانے کے وقت پہنچنا معلوم تھا اس لئے میں نے اس کا اہتمام نہیں کیا۔ اللہ کرے کہ تمہارا بخار جاتا رہا ہو "۔

دار العلوم

اس رمضان المبارک سنہ ۹۲ھ کے بعد جب حضرت حجاز تشریف لے گئے تو ۷۳ء میں دار العلوم کی موجودہ عمارت کے خریدنے کی اجازت کے لئے میں نے حضرت کو ایک عریضہ حجاز لکھا۔ اس کے بعد تار بھیجا۔ بارہ مئی کو حضرت نے تار سے جواب دیا:

" جی ہاں! ہسپتال خرید لیجئے "۔

اور گرامی نامہ میں دعاؤں کے ساتھ بشارت بھی تحریر فرمائی کہ:

" انشاء اللہ تمہارے مدرسہ کی ضروریات اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ جلد پوری ہوجائیں گی "۔

دینی کاموں میں قوت کیسے آئے؟

دارالعلوم کے متعلق ایک دوسرے گرامی نامہ میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

"قاری یوسف! تمہارے مدرسہ کا فکر مجھے بھی انشاء اللہ تم سے کم نہیں ہوگا، دل سے دعائیں بھی کر رہا ہوں۔

مگر میرے پیارے! ان مشاغل عالیہ میں لگ کر ہماری لائن کو خیرباد نہ کہہ دینا، دینی کاموں میں قوت روحانیت سے ہوتی ہے، معمولات کی پابندی اور کم سے کم آدھ گھنٹہ یکسوئی کا رکھنا بہت ضروری ہے۔"

اسی طرح ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

"مگر یوسف پیارے! ؎

ہے یہی شرط وفاداری کہ بے چون وچرا
وہ مجھے چاہے نہ چاہے میں اسے چاہا کروں

مجھے تو تمہارے دارالعلوم نے ایسا پاگل بنا رکھا ہے کہ ہر وقت اسی کا خیال اور سوچ وبچار اسی کا رہتا ہے۔ تم تو ماشاء اللہ ع

متی تلق من تھوی دع الدنیا وامھلھا

کے مرتبہ پر فائز ہوا اور تمہارے خدام تم سے بھی بیس گز آگے، یہ تو پیارے! جو اپنے بڑوں کے ساتھ جیسا سلوک کرتا ہے چھوٹے اس کے ساتھ یہی کرتے ہیں، منتظر رہو!!"

دو بادشاہوں کے درمیان مصالحت

یہ بہت مفصل گرامی نامہ دارالعلوم کے متعلق ہدایات پر مشتمل ہے۔

اسی کے ساتھ ایک ہی لفافہ میں حضرتؒ نے ایک اور گرامی نامہ کی نقل بھی ارسال فرمائی تھی جو ایک دوسرے خادم کے نام تھا

دلچسپ ہونے کے باعث حضرت نے مجھے بھیجا تھا۔

اس کا شان ورود یہ تھا کہ حضرت کے دو خادموں میں ناچاقی کے بعد تحریری مصالحت ہوئی۔ اس تحریری مصالحت سے حضرت نے لطف لیا اور انہیں تحریر فرمایا کہ:

"صلح نامہ کے متعلق تو میں اپنی رائے پہلے لکھوا چکا ہوں وہ خط پہلے پہونچ گیا ہوگا اس کو مصر، حجاز، ہندوستان میں تین جگہ رجسٹری کرانا ہے۔ اور اصل مبارک تحریر جو ایک کی دوسرے کے پاس ہے اس کو کثرت سے اپنے اعزہ واحباب میں وصیت کردیں کہ آپ کے کفن میں رکھ دیں۔

آج کے مبارک فقرے کے متعلق میری بہت غور کے بعد یہ رائے قائم ہوئی کہ اسے سنہرے ٹائپ میں بڑے کاغذ پر پمفلٹ کی صورت میں پچاس ساٹھ ہزار طبع کرواکر دو تین ہزار تو آپ مصر میں رکھ لیں اسے مجامع میں تقسیم کردیں اور پانچسو کے قریب یوسف متالا کو بھیج دیں کہ وہ بھی آپ کے جہاد اکبر سے واقف ہے اور ایک ہزار ---- کے پاس بھیج دیں کہ سب جگہ تقسیم ہوجائے اور دس بارہ ہزار میرے پاس بھیج دیں کہ میں ہندو پاک کے مدرسوں میں بھیج دوں کہ وہ اپنے رجسٹروں میں چسپاں کردیں اور ...... کے مدرسہ میں جملہ مدرسین وطلبہ پر تقسیم کرادیں۔ مولوی نصیر یہ بھی بھیجدوں کہ وہ اردو ترجمہ سنہری لیتھو پر شائع کراکر جملہ دیہات وبلاد میں تقسیم کرادیں اور جب وہ صلح نامہ منسوخ ہوجائے تو اس کی تردید بھی ایسے ہی انداز سے ہونی چاہئے کہ تلافی ہوجائے۔

یہاں تک لکھا تھا کہ تکبیر ہوگئی۔ اس صلح اعظم کی خوشی میں نماز تو مجھ سے کیا پڑھی جاتی، نماز پڑھتے ہی گاڑی سے اپنے مستقر پر آیا۔ راستہ میں ایک بات اور قلب میں القاء ہوئی کہ پچاس ہزار تو کافی نہیں ہوں گے

ایک لاکھ طبع کرادیں ان میں سے پچاس ہزار میں مولوی انعام کے پاس رکھوادوں گا ان کی جماعت پوری دنیا میں پھیل رہی ہے ہر جماعت کو دس بارہ دے دیں کہ ساری دنیا کو خبر ہو جائے کہ روس امریکہ میں صلح ہوگئی اور لڑائی کرانے والوں کا پتہ چل گیا اب ہفت اقلیم میں کوئی جنگ وجدل نہ ہوگی۔"

اس کے اخیر میں تحریر فرمایا ہے:

"میرے اس خط میں دونوں بادشاہوں کے خلاف طبع کوئی بات پیش آئی ہو تو مجھے معافی مانگنے میں کوئی انکار نہیں۔"

عرب اسرائیل جنگ

سنہ ۹۳ھ (سنہ ۷۳ء) کا رمضان المبارک حضرت نے حرمین میں گزارا۔ مجھے چونکہ خالہ اور اہلیہ کے ساتھ حج پر جانا تھا اس لئے رمضان میں حاضری نہ ہوسکی۔

اس رمضان المبارک میں عرب اور اسرائیل کی جنگ ہوئی جس کا میرے نام حضرت کے ایک گرامی نامہ میں تذکرہ یوں ہے کہ:

"اس جنگ کی خبروں نے بہت پریشان کیا کہ یہ ناکارہ بھی اعتکاف کے زمانہ میں بہت اہتمام سے روزانہ خبریں سنتا تھا، مولانا یوسف بنوری اور مولوی اسعد مدنی دونوں معتکف میرے دائیں بائیں تھے دونوں دن بھر کی خبریں رات کو مجھے بہت تفصیل سے سناتے تھے، مولانا بنوری نے کہا کہ ختم بخاری کا خیال ہو رہا ہے۔ میں نے کہا بھلا اعتکاف میں اتنا بڑا مجمع کہاں ملے گا؟ انہوں نے کہا کہ تم سے تعلق رکھنے والے دو سو سے زائد علماء ہیں۔ چنانچہ ختم بخاری ہوا اور اللہ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے ظہر کے بعد فراغت ہوگئی صرف دو گھنٹہ میں، اور مولانا بنوری صاحب نے بہت زوردار مبارکباد دی۔ یہ وہ دن تھا جس دن جنگ

بندی کا اعلان ہوا۔ دعاؤں کا اہتمام اعتکاف کے زمانے میں تو ختم یٰس تراویح کے بعد اور اس کے بعد سے عصر کے بعد مدرسہ شرعیہ میں میرے حجرہ میں ہو رہا ہے۔

تمہارے دوست کا خواب ظاہر ہے کسی تعبیر کا محتاج نہیں اعتکاف کے زمانے میں متعدد خواب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سننے میں آئے۔

ایک شخص نے خواب لکھا تھا کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرما کر گھوڑے پر سوار ہو کر میدان جنگ میں تشریف لے گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی برکات سے امید افزا خبریں سنی جا رہی تھیں۔"

جاہل اناڑن نے پکانا سیکھا ہے یا نہیں؟

جنگ کے خاتمہ کے بعد ذی القعدہ سنہ ۹۳ھ میں اہلیہ اور بچی اور خالہ کے ہمراہ حج کے لئے روانگی ہوئی۔

خیال تھا کہ حضرت بھی امسال حج کریں گے مگر ضعف کی بنا پر حضرت حج کے ایام میں مدینہ طیبہ ہی میں اقامت پذیر رہے اس لئے حج سے فراغت پر مدینہ طیبہ حاضری ہوئی اور اواخر محرم تک وہیں قیام رہا۔

اہلیہ نے اپنے بھائی محمد کے ذریعہ حضرت کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ شام کا کھانا میں پکا کر بھیجا کروں گی۔ حضرت نے منع فرمایا کہ:

"تم سفر میں ہو۔"

اس کا اہلیہ پر اثر ہوا اور وہ رونے لگی، تب میں نے حضرت کی خدمت عرض کیا تو حضرت نے صرف چاولوں کی اجازت دی۔ دو تین دن بعد اہلیہ کو معلوم ہوا کہ

حضرت مرچ نہیں کھاتے اس لئے اس نے حضرت کے لئے الگ بے مرچ کے چاول (بریانی) بناکر بھیجے۔ حضرت نے ازراہ اصلاح وتنبیہ اس میں سے ایک لقمہ بھی نہیں کھایا کہ:

”سفر میں اس قدر تکلیف کیوں کی، دو قسم کے الگ الگ چاول پکائے جب اجازت ایک کی تھی؟!“

اسی طرح چاول کھاتے ہوئے اس میں دارچینی دیکھ کر حضرت نے فرمایا:

”اُس جاہل اناڑن نے کبھی کسی سے کھانا پکانا بھی سیکھا ہے یا نہیں؟ کہ اتنی مہنگی دارچینی چاولوں میں ڈال کر بیٹھی۔“

میں نے عرض کیا کہ حضرت ہمارے یہاں چاول سالن وغیرہ میں پڑتی ہے۔ حضرت نے فرمایا:

”تم رئیسوں کی باتوں کی ہم غریبوں کو کیا خبر؟ اور پتہ بھی کیسے چلے کہ لندن سے اتنا بڑا رئیس آیا ہوا ہے۔“

زیب وزینت سے نفرت

اسی طرح خدیجہ کے بدن پر چمکتا ہوا لباس دیکھ کر عزیز محمد سے فرمایا کہ:

”اپنی بہن سے کہنا کہ ایسے کپڑے پہنا کر میرے پاس نہ بھیجا کرے جو پہننا ہو لندن جاکر پہنائے مجھے شروع سے کبھی بھی اچھے کپڑے اپنے جسم پر بھی اور دوسروں کے جسم پر بھی اچھے نہیں لگے۔“

مصر ولبنان کا سفر

موسمِ حج کے بعد ”اوجز المسالک“ کی ٹائپ پر طباعت کے لئے بیروت کا سفر ہوا تقریباً وسط شعبان میں فراغت ہوئی۔ اس وقت تک حضرت مدینہ طیبہ سے سہارنپور تشریف لے جاچکے تھے۔ تو وہاں سے حضرت کا گرامی نامہ پہونچا کہ:

”تمہارے متعلق تو پہلے سے میری رائے یہ تھی کہ تم جلد از جلد لندن پہونچ جاؤ اور سہارنپور کا ارادہ نہ کرو اس لئے کہ مجھے تمہارے دارالعلوم کا تم سے زیادہ فکر ہو رہا ہے اس لئے کہ ابھی ابتدائی زمانہ ہے اس کی بنیاد کو مستحکم کرنے کی بہت ضرورت ہے، کام چالو ہو جائے تعلیم جاری ہو جائے تب تو غیبت میں کچھ مضائقہ نہیں۔“

اس لئے طباعت سے فراغت پر لندن واپسی ہوگئی اور ۹۴ھ کے رمضان میں سہارنپور حاضری نہ ہوسکی اور اواخر ذیقعدہ ۹۴ھ میں حضرت حجاز واپس تشریف لے گئے۔

حجاز کی ہنگامی حاضری

تقریباً اس کے چار ماہ بعد ربیع الاول ۹۵ھ کے دوسرے عشرہ میں حرمین شریفین کے محافظ ملک فیصل مرحوم کی شہادت ہوئی جس سے سارا عالم اسلام ہل گیا۔

اسلام دشمن قوتوں کی سازشوں اور اسلام کے خلاف منصوبوں کی فوری طور پر حضرت کو اطلاع کے لئے ربیع الاول میں چند روز کے لئے مدینہ طیبہ حاضر ہوا تفاصیل سُنکر حضرت کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا اور حضرت نے میری اور دوستوں کی حفاظت کے لئے یہ تعویذ اور عمل بتایا:

۶۸۷۵ ااا ح ∦ ااااھ

کھیعص کفایتنا حم عسق حمایتنا
فسیکفیکہم اللہ وھو السمیع العلیم وصلی اللہ
تبارک وتعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا
ومولانا محمد وآلہ وصحبہ وبارک وسلم برحمتک
یا ارحم الراحمین الحنان المنان
اللہ اکبر الاکبر اللہ اکبر الاکبر اللہ اکبر الاکبر

اس تعویذ کو داہنے بازو پر باندھ لیا جائے۔

اور ہر نماز کے بعد اول آخر درود شریف اس کے بعد بسم اللہ سمیت لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ کی سورت سات مرتبہ پڑھ کر یہ دعا سات مرتبہ پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ احْرُسْنِیْ بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ. وَاکْنُفْنِیْ بِرُکْنِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَارْحَمْنِیْ بِقُدْرَتِکَ عَلَیَّ. فَلَا اَھْلِکُ وَاَنْتَ رَجَائِیْ فَکَمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ اَنْعَمْتَ بِھَا عَلَیَّ قَلَّ لَکَ بِھَا شُکْرِیْ وَکَمْ مِّنْ بَلِیَّۃٍ اِبْتَلَیْتَنِیْ بِھَا قَلَّ لَکَ بِھَا صَبْرِیْ فَیَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ نِعْمَتِہٖ شُکْرِیْ فَلَمْ یَحْرِمْنِیْ وَیَا مَنْ قَلَّ عِنْدَ بَلِیَّتِہٖ صَبْرِیْ فَلَمْ یَخْذُلْنِیْ وَیَا مَنْ رَاٰنِیْ عَلَی الْخَطَایَا فَلَمْ یَفْضَحْنِیْ یَا ذَا الْمَعْرُوْفِ الَّذِیْ لَا یَنْقَضِیْ اَبَدًا وَّیَا ذَا النَّعْمَاءِ الَّتِیْ لَا تُحْصٰی اَبَدًا اَسْئَلُکَ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبِکَ اَدْرَاُ فِیْ نُحُوْرِ الْاَعْدَاءِ وَالْجَبَابِرَۃِ

پھر آخر میں درود شریف سات مرتبہ پڑھا جائے۔ فرمایا کہ:

" ہر نماز کے بعد اہتمام سے پڑھا کریں نہایت مفید ہوگا مگر طمانینت سے جلدی جلدی نہیں"

اور فرمایا کہ:

" چلتے پھرتے کثرت سے یہ پڑھا کریں:

" یَا غَایَتِیْ عِنْدَ کُلِّ کُرْبَۃٍ وَّمَعَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ شِدَّۃٍ وَّمُوْنِسِیْ عِنْدَ کُلِّ وَحْشَۃٍ وَّمُوْجِبِیْ عِنْدَ کُلِّ دَعْوَۃٍ وَّرِدْ حِیْنَ تَنْقَطِعُ حِیْلَتِیْ۔

نیز یہ بھی فرمایا کہ:

" اگر کسی موقع پر مخالفین میں پھنس جاویں تو:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ کثرت سے پڑھا کریں"

مگر حضرت نے اس سفر سے واپسی کے بعد دو تین گرامی ناموں میں یکسوئی کے ساتھ ذکر و تعلیم میں لگنے کی تلقین فرمائی۔ سب سے پہلے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

" تمہاری آمد و رفت ایسی ہوئی کہ کئی دفعہ میں واقعی یہ سوچ چکا ہوں کہ تم واقعی آئے تھے یا میں نے خواب دیکھا ہے، دو وجہ سے میں تمہارے مزید قیام کو نہ کہہ سکا، اول تو تمہاری وہاں کی غیبت مجھے بہت ہی چبھ رہی تھی دار العلوم کے علاوہ تمہارے اپنے ذہانت کے مشاغل جن کے متعلق میں نے پہلے بھی بارہا کہا کہ پیارے بہت سے منتشر کاموں میں کام نہیں ہوا کرتا یکسوئی کے ساتھ ایک کام میں لگے رہو۔

دوسرے میں تحریر فرمایا:

" مگر پیارے! ذکر و شغل ہو، تعلیم و تدریس ہو، تبلیغ یا کوئی دینی شعبہ ہو انہماک سے ایک ہی کام ہو سکتا ہے اگر کئی کاموں میں لگ جائے تو جب تک جامعیت کاملہ نہ پیدا ہو جائے اس کے بغیر کاموں میں انتشار رہتا ہے۔ میری یہ باتیں اس وقت تو شاید پسند آویں مگر میرے مرنے کے بعد ضرور یاد کرو گے"

تیسرے ہفتہ کے تیسرے گرامی نامہ میں فرمایا کہ:

"اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں بہت سی خوبیاں ودیعت رکھی ہیں مگر نظر بد سے بچانے کے واسطے ایک ضد کی عادت بھی رکھ دی۔ اللہ تعالیٰ ہی تمہاری خوبیوں سے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ متمتع فرمائے۔

یہ تو میں تمہیں بارہا لکھ چکا کہ اپنے کو بہت زیادہ مشہور نہ بناؤ کلمۃ الخیر اور مفید مشوروں سے تو انکار نہیں۔ ۲۴ گھنٹہ میں کم ازکم ایک گھنٹہ اپنے معمولات اور اکابر کے حالات، مکتوبات اور ملفوظات کے لئے ضرور نکال رکھو۔"

ایک اور مکتوب میں فرماتے ہیں:

"مکرر کہوں گا کہ اپنے اوپر کوئی ذمہ داری نہ لیں، جہاں تک مشوروں کا تعلق ہو اس میں خود شرکت بھی کریں اہتمام بھی کریں، دینی وجہ کے علاوہ سیاسی تقاضا بھی یہی ہے دارالعلوم کے ساتھ اس کو اپنے اوپر نمایاں نہ کریں، ہمارے مدارس ہمیشہ سیاست سے اس لئے الگ ہے کہ مدارس کے لئے وہ لائن نقصان دہ ہوتی ہے ورنہ دارالعلوم کو نقصان پہونچے گا۔"

اس سفر عمرہ سے ربیع الثانی ۹۵ھ کے آخری عشرہ میں واپسی ہوئی اور چند ہفتے بعد حضرت کا گرامی نامہ موصول ہوا کہ:

"۶/ اگست ۲۸/ رجب کو جدہ سے روانگی کا ارادہ ہے اور آخر ذیقعدہ میں واپسی کا تمہارے دوست یعقوب کو بھی اطلاع کر دی تھی، اگر خط لکھو تو مولوی یوسف کو بھی مطلع کر دینا۔ تمہارے متعلق میرا مشورہ تو یہی ہے کہ تم لندن میں قیام کرو اس کے باوجود ممانعت آنے کی

نہیں ہے۔"

مگر دوسرے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ:

"یہاں آنے کے متعلق میری رائے نہیں ہے کیونکہ تمہارے مدرسے کی ابتدا رہے اگر ابتدار میں کوئی خرابی ہو تو دقت ہوگی۔ قاری سلیمان میری روانگی سے دو دن پہلے پہونچ گئے وہ مجھے تقاضا کر گئے تھے کہ میں حکماً تمہیں منع کروں کہ تم رمضان میں نہ آؤ۔ میں نے کہہ دیا کہ حکم کی مجھے عادت نہیں البتہ مشورہ دے دوں گا۔"

ہزاروں روپے کی عیدی

ان ارشادات عالیہ کی بنا پر سہارنپور رمضان ۹۵ھ میں حاضری نہ ہوسکی۔ البتہ حج کے بعد ماہِ صفر ۹۶ھ میں مدینہ طیبہ حاضری ہوئی اور ایک ماہ حضرت کی خدمت میں رہ کر ہندوستان جانا ہوا۔ اوائل رجب ۹۶ھ میں حضرت بھی ہندوستان تشریف لے آئے۔ اور شعبان کے آخر میں سہارنپور اہلیہ بچی سمیت حاضری ہوگئی اور تین سال مسلسل ناغہ کے بعد یہ رمضان حضرت کی خدمت میں گزارا اور حضرت کی طرف سے عطیات ہمیشہ ملتے ہی تھے اس مرتبہ حضرت نے بچی اور اہلیہ کے لئے پانچسو روپے اور مجھے پانچسو روپے بطور عیدی مرحمت فرمائے۔

مگر سہارنپور سے روانگی کے وقت مصافحہ کے وقت رُخ انور دوسری طرف پھرا ہوا پایا حالانکہ روانگی پر معانقہ میں کبھی حضرت بھی رو دیا کرتے تھے اس لئے اس لئے اس کے شکوے کا عریضہ لکھا جس کا حضرت نے یہ جواب تحریر فرمایا:

؎ "آپ ہی ذرا اپنے جور وجفا کو دیکھو ؎ ہم جو عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

تم نے لکھا ہے کہ مصافحہ کے وقت تیرا رخ دوسری طرف تھا تم کو وہ منظر یاد ہوگا کہ میں کس ہجوم میں اس وقت پھنس رہا تھا مجھے تو تمہارا

مصافحہ کرنا بھی یاد نہیں ، ایک طرف شادی کا ہنگامہ دوسری طرف کلفتوں کا ہجوم "۔

۹۷ھ کے رمضان کے لئے ہندوستان تشریف بری کا نظام تحریر فرما کر حضرت نے حاضری کا حکم فرمایا کہ :

" خدا کرے تمہارا بھی رمضان میں آنا ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہو اگرچہ دارالعلوم کی وجہ سے تمہاری غیبت بالکل پسند نہیں کرتا مگر ماہ مبارک کی وجہ سے کوئی بہترین نظام کرکے آجاؤ "۔

اس لئے بحمد اللہ حاضری ہوگئی ۔

کسی کی طرف سے فدیہ کی صورت

رمضان ۹۸ھ کے چند ماہ قبل سے حضرت کی طبیعت بہت زیادہ علیل رہنے لگی اس لئے مدینہ پاک ہی میں رمضان کا فیصلہ فرمالیا تھا ۔ اس شدت علالت کی اطلاع پر میں نے عیادت کے مضمون میں یہ لکھا کہ

" اگر حضرت کی عمر مقدر ختم ہو چکی ہو تو اللہ تعالیٰ فدیہ میں قبول فرما کر مجھے اٹھالے اور میری زندگی حضرت کو عطا فرمادے "۔

جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ :

" فدیہ کے طور پر کوئی کسی کی طرف سے قبول نہیں کیا جاتا یہ سلسلہ تو انبیاءؑ کے یہاں بھی نہ چل سکا اب تو میرے فدیہ کی اور تمہاری سعادت کی صورت یہ ہے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے اندرونی کام میں گہرائی میں پڑو ایک دو گھنٹہ جس طرح بھی ہو سارے علائق سے علیحدہ ہو کر مالک کی یاد میں مشغولی رکھو اسی میں اپنے اوراد ہوں اسی میں معمولات جو کر سکتے ہو ۔ یہ تم جیسوں کے واسطے ہے جو دوسرے کاموں میں (دینی علمی)

مشغول ہیں کہ دو گھنٹے نہایت یکسوئی کے بیک وقت نکال سکو تو بہت اچھا ہے ورنہ ایک ایک گھنٹہ کرکے دو وقت میں "۔

ماہ مبارک اور سلسلۂ علالت

امسال میں چند طلبہ کے ہمراہ حاضر خدمت ہوا حسب تجویز یہ ماہ مبارک سارا ہی مدینہ طیبہ میں گزارا بلکہ حضرت پنجوقتہ نمازیں اور تراویح بھی حجرہ ہی میں ادا فرماتے رہے ۔ کبھی وتروں کے وقت چند منٹ کے لئے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے اور کبھی فجر کی نماز حرم میں جماعت سے ہوتی ۔

ان دنوں شدت علالت سے سب ہی خدام متفکر تھے ۔ ایک مرتبہ میں نے صوفی جی وغیرہ سے عرض کیا کہ آپ اطمینان رکھیں ان شاء اللہ حضرت تین چار سال تک تو ضرور زندہ رہیں گے ۔ انہوں نے پوچھا کیوں ؟ میں نے کہا کہ مجدد کے شرائط میں سے جامعیت وغیرہ کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کا ذاتی فیض بلاواسطہ دونوں صدیوں میں عالمگیر عام ہو تب اُسے منصبِ تجدید ملتا ہے اس لئے دوسری صدی کی کچھ مدت تک حضرت ضرور زندہ رہیں گے اور ساتھ ہی میں نے کہا کہ مودودی صدی کے اختتام سے قبل ضرور مرجائے گا اس لئے کہ اسے اور اس کی جماعت کو تجدید اور مجددیت کا دعویٰ ہے ۔ بحمد اللہ دونوں باتیں پوری ہوئیں ۔

۷ر شوال ۹۸ھ کو میری واپسی کے بعد حضرت کی علالت کا یہ سلسلہ جو کئی ماہ سے چل رہا تھا بڑھتا ہی چلا گیا ، یہاں تک کہ ۹۸ھ کے موسم حج کے ایام میں طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی ، چند دن بیہوشی کا سلسلہ بھی چلا مگر ایک ڈاکٹر نے معائنہ کے بعد بتایا کہ فلاں رگ کا دورانِ خون بند ہے یہ بیہوشی اس کا اثر ہے ان کے علاج سے بحمد اللہ نفع ہو گیا مگر پھر بھی طبیعت کمزور رہنے لگی ۔

اس لئے درمیان سال میں جمادی الثانیہ میں ، میں حاضر خدمت ہوا کہ حضرت

کی صحت اگر ٹھیک ہوئی تو چند روز وہاں حاضری دے کر افریقہ کے سفر پر چلا جاؤں گا۔

پہلا سفر انگلستان

علالت کی وجہ سے جب ۹۹ھ کے رمضان کا مشورہ ہوا تو حضرت کی علالت کی وجہ سے سفر کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔ بعضوں کی رائے سہارنپور کی تھی اور بعضوں کی رائے شدت سے اس کے خلاف تھی ـــ کہ مدینہ طیبہ ہی میں قیام رہے ـــ یہاں تک کہ نظام الدین کے مرکزی حضرات حضرت جی مدظلہم العالی کے ہمراہ مدینہ طیبہ پہونچے تو حضرت نے ان سے مشورہ طلب فرمایا۔ ان حضرات نے مشورہ کرکے نہ جانے کا مشورہ دیا، لیکن حضرت بار بار سفر کا تذکرہ فرماتے رہتے۔

میں نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ:

"حضرت! اگر اس مرتبہ حضرت کا سہارنپور سفر ہو تو بجائے کراچی کے لندن کے راستہ سے وہاں مختصر قیام فرماکر آگے تشریف لے جاویں۔"

پہلے بھی بارہا زبانی بھی اور عرائض میں بھی یہ درخواست کی تھی مگر ان سب کی قبولیت کے لئے یہ گھڑی مقدر تھی۔ حضرت یہ جملہ سنکر جوش میں بلا کسی کے سہارے ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا:

"تم نے کیا کہا؟ پھر کہو۔"

میں نے سارا جملہ دہرایا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا:

"ابوالحسن! یوسف کہتا ہے کہ لندن بھی راستہ میں ہے۔"

غرض اسی مجلس میں طے فرماکر میرے انکار کے باوجود حضرت نے اپنے اور چار خادموں کے ٹکٹ کے دام مجھے عنایت فرمادیئے اور فرمایا:

"کسی کو تجھے ٹکٹ دینے کی اجازت نہیں، جو جائے اپنے ٹکٹ پر جائے

اور میری وہاں تیرے ساتھ دو شرطیں ہیں:

ایک یہ کہ میں وہاں کسی سے ہدیہ نہیں لوں گا۔

دوسری یہ کہ وہاں کہیں جاؤں گا نہیں اور جو کہے گا تو انکار تجھے کرنا ہوگا البتہ تبلیغی مرکز پر ایک دن جاؤں گا۔"

سفر کے سلسلہ میں کشفی و منامی ارشادات نبوی علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کی بنا پر ہی ڈھارس تھی کہ نظام اوپر سے بنایا گیا ہے اس لئے فکر کی کوئی بات نہیں ورنہ ضعف بیحد تھا، کہ مدینہ طیبہ سے بدر تک ہی میں نیم بے ہوشی کی سی کیفیت ہوگئی۔

مگر عمرہ کے بعد جدہ سے آگے جیسے جیسے سفر طے ہوتا گیا صحت بحال ہوتی گئی حتی کہ دارالعلوم پہونچکر ایک دو روز میں پچھلے سالوں والی ہمت و قوت اور بشاشت لوٹ آئی۔

حضرت کے اس استفسار پر کہ میں وہاں کیا کروں گا؟ میں نے عرض کیا تھا کہ حضرت کے رمضان المبارک کے ۲۴ گھنٹوں کے نظام کا اعلان کردیں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ روزانہ ہزاروں آدمیوں سے مصافحہ ختم، اور مغرب کے بعد کی مجالس وغیرہ میں برابر بشاشت کے ساتھ حضرت شرکت فرماتے۔

مجمع

روزانہ دو تین ہزار کا مجمع ہوتا اور جمعہ ہفتہ اتوار کو یہ بڑھ کر سات آٹھ ہزار تک پہونچ جاتا، بالخصوص جس دن ایک مجلس میں بہ نکاح ہوئے اس دن آٹھ دس ہزار کا مجمع تھا اور جس دن روانگی تھی دارالعلوم کی عمارت کے علاوہ ہر راستہ اور در والنے پر مہمان سوئے ہوئے تھے اس دن سب سے زیادہ مجمع تھا۔

چند عجیب مناظر

*

ایک تو روانگی کی شب میں عشاء کے بعد حضرت نے مشکوۃ کی جب بسم اللہ کروائی جو اس مدرسے میں حدیث کی ابتداء تھی ۔ حضرت کا قیام پہلے ایک ہفتہ تجویز تھا اس لئے اتنے ہی دن کے لئے خیمہ کرایہ پر لیا گیا تھا کمپنی والوں کو یہاں سے خیمہ لے جاکر کہیں اور نصب کرنا تھا اس لئے وہ مدت تین دن سے زیادہ نہ بڑھا سکے ۔ اور اس طرح آخری اہم دنوں میں برساتی ملک اور برسات کے موسم میں فکر ہوگئی کہ نمازوں اور مجالس وغیرہ کا کیا بنے گا ، مگر اللہ کا شکر کہ ابتداء حدیث کی تقریب کے موقع پر آخری شب آسمان کے سایہ تلے حضرت کا سٹیج تھا اطراف میں مجمع گھاس پہ بیٹھا تھا اور کھلی فضاء میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپ کر فضا گرم رکھے ہوئے ہیں ۔ یہی حال فجر کی نماز کا رہا ۔

**

مغرب کی نماز کے بعد سے عشاء تک جو خاموش مجلس رہتی اس میں ایک ایک ہزار مرتبہ درود شریف کی حضرت کی طرف سے ہدایت تھی ۔ خاموش فضاء میں محبین چپکے چپکے دل کو دل سے ملا کر کسب فیض کرتے مگر آنکھوں سے آنسو بہنے پر راز فاش ہو جاتے ؎

دل را بدل رہے است ؛ کراماً کاتبین راہم خبر نیست

مجلس کے ختم پر حفظ قرآن شروع کرنے والوں کی بسم اللہ اور اس کے بعد دعا ہوتی ۔

***

اسی طرح ہزاروں آدمی روزانہ جب مصافحہ سے مشرف ہوتے اس وقت ان کی فریفتگی اور شیفتگی اور محبت اور مصافحہ پر ان کی خوشی اور مسرت اور بعضوں

کی زبان سے جو کلمات اس وقت نکلتے تھے وہ جعلت القبول فی الارض کا شاہد عدل ہوتے تھے ۔

****

اسی طرح جمعیۃ علماء برطانیہ کے ارکان عمومی وخصوصی ایک مرتبہ وقت لیکر حاضر خدمت ہوئے اور علامہ خالد محمود صاحب نے عام دستور کے مطابق ایک استقبالیہ مضمون جو وہ لکھ کر لائے تھے پڑھا جس میں حضرت کی آمد پر خوشی کا اظہار اور اس تشریف آوری پر جو عظیم فوائد مرتب ہوئے اور ہوں گے اس کا بیان تھا ، اسے سُنکر حضرت ہر جملہ پر ایک مختصر سے کلمے کے ساتھ اس کا جواب دیتے چلے جاتے تھے مثلاً مسرت کے اظہار پر :

" یہ آپ کی مدتوں کی محبت ہے ورنہ مجھے اپنا حال معلوم ہے "۔

اور دعائیہ جملوں پر :

" آمین ! "

اور ہونے والے فوائد کے بیان پر :

" اللہ کرے ایسا ہو "

اور حضرت کے متعلق تعریفی کلمات پر :

" یہ سب جھوٹ اور لغو ہے "

باطنی برکات کے علاوہ ظاہری برکات بھی خوب تھیں ۔ حضرت کی طرف سے ممانعت کے باوجود عشاقان ومحبین انواع واقسام کے کھانوں سے مدنی مہمانوں کے لئے دستر خوان کو سجاتے ۔

اسی طرح عمومی دستر خوان کے لئے حضرت کی آمد سے پہلے تخمینہ یہ تھا کہ حضرت کا چھ دن کا قیام ہوگا اور عام دنوں میں چھ سات سو کا مجمع ہوگا اور بقیہ دنوں میں اتوار وغیرہ

کو ڈیڑھ دو ہزار ہوگا مگر حضرت کے یہاں قیام کے دن دوگنے ہوگئے اور زائرین کا اندازہ تو بالکل ہی غلط نکلا کہ عام دنوں میں دو تین ہزار ہوتا مگر پھر بھی مذکورہ بالا حساب سے پکانے کے لئے جتنے چاول، گھی وغیرہ چیزیں خریدی گئیں تھیں اس میں بہت برکت ہوئی اور کافی سامان بچ گیا اور عموماً پکا ہوا کھانا کافی ہوجاتا اگرچہ سینکڑوں ہزاروں اس سے زیادہ ہوجاتے جتنوں کے لئے پکایا گیا تھا۔

سائل کو پانچ ہزار کا عطیہ

یہاں لندن سے حضرت کے ساتھ دہلی اہلیہ وبچی کو لیکر جانا ہوا اور سنہ ۹۹ھ ماہ مبارک آخری ایام میں میری اپنی طبیعت اس قدر خراب ہوگئی کہ عید کی شب میں چارپائی سے اٹھ کر استنجاء کے لئے جانا مشکل ہوگیا۔ حضرت نے بھائی ابوالحسن کو پیشاب دانی دے کر حکم فرمایا کہ:

"جب تک وہ ایک مرتبہ اس میں پیشاب نہ کرے اور تم خود نہ پھینکو واپس نہ آنا۔"

ان کی ہر وقت حضرت کو جو ضرورت رہتی تھی وہ معلوم تھی، بہت اصرار اور خوشامد پر حضرت کے حکم کی وجہ سے وہ نہ گئے، بالآخر یہ گستاخی کرنی پڑی تب وہ گئے اور پیشاب دانی چھوڑ گئے۔ پھر بھی رات کے وقت بخار کی حالت میں کپڑے بستر سب کچھ پیشاب سے ناپاک ہوگیا۔ ڈاکٹری حکیمی علاج سے جب افاقہ نہ ہوا تو اسی حالت میں سورت کا سفر کیا کہ وہاں علاج کی سہولت رہے گی۔ وہاں سب کچھ ٹیسٹ کروانے کے بعد پتہ چلا کہ مرض کوئی نہیں تب ایک عریضہ حضرت کی خدمت میں لکھا کہ:

"مرض کا سبب حضرت کی شفقتوں میں کمی کا غم ہے منجملہ ان کے یہ ہے کہ اس رمضان میں حضرت کی طرف سے کسی قسم کا مالی عطیہ نہیں ملا

حالانکہ اس سے قبل مختلف ناموں سے ملتے تھے۔"

اس کے جواب میں حضرت نے تحریر فرمایا:

" ؎ نزاکت نازنینوں کی بنائے سے نہیں بنتی
خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے "

اور اخیر میں تحریر ہے کہ:

"میں اس فکر میں تھا کہ رقم کس طرح بھیجوں، عبدالحفیظ نے کہا کہ یہ رقم مجھے دے دیجئے میں مکہ جاکر بھیجدوں گا۔ چنانچہ ایک ہندی رقم مبلغ پانچ ہزار کی اس کو دے رہا ہوں اب آپ بقیہ مطالبات مدینہ منورہ کے پتہ پر لکھ دیں۔"

فیصل آباد کے سفر کی رفاقت

۱۷ رشعبان سنہ ۱۴۰۰ھ کو حضرت جدہ سے فیصل آباد کے لئے جب تشریف لے گئے تو یہ سیہ کار بھی ساتھ تھا اور اس سفر کی رفاقت کی سعادت حاصل کرنے کے لئے ہی چند روز قبل خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا تھا اور حضرت والا کے ساتھ رمضان کے بعد نظام الدین پہنچکر واپسی کی اجازت چاہی۔

انگلستان کا دوسرا سفر

ہماری خواہش تھی کہ حضرت کا ایک رمضان المبارک یہاں گزر جائے مگر آخری کئی سالوں سے حضرت کا معمول رمضان المبارک میں مع خدام کے اعتکاف کا تھا اور دارالعلوم میں مستقل مسجد نہ ہونے کی وجہ سے اس سعادت سے محرومی رہی، اور فیصل آباد کے بعد سنہ ۱۴۰۱ھ کا رمضان المبارک سے کئی مہینے پہلے جنوبی افریقہ کا سفر طے ہوگیا تھا اس لئے یہ سیہ کار بھی شروع شعبان میں مدینہ طیبہ حاضر ہوگیا تھا اور حضرت کی معذوریوں کی بنا پر ذاتی ضروریات کے خاطر خواہ انتظام کے لئے احقر اور مولانا اسمٰعیل بدات

صاحب حضرت کے قافلہ سے تین دن پہلے روانہ ہوگئے تھے تاکہ حضرت کی قیام گاہ وغیرہ کو حضرت کی ضرورت کے موافق طے کیا جائے۔ وہاں سے پھر حضرت کے ہمراہ اسٹینگر پہونچے۔

اور جنوبی افریقہ کے رمضان کے بعد "معہد الرشید الاسلامی جیپاٹا" چند روز قیام کے بعد حضرت ۲۵ راگست ۱۹۸۱ء، ۲۴ رشوال ۱۴۰۱ھ کو علی الصباح حضرت لندن تشریف لائے، وہاں سے خصوصی طیارہ کے ذریعہ مع پچاس سے زائد نفر کے مانچسٹر کے مطار پر اتر کر دوپہر دو بجے دار العلوم پہونچے۔ اسٹینگر ہی میں حضرت نے فرمایا تھا کہ:

"یوسف! میں نے تیرے یہاں کے لئے ۲۵ دن طے کر لئے

جب زامبیا کے دو تین دن بڑھائے گئے تب حضرت نے فرمایا:

"دیکھ، تیرے یہاں سے اتنے کم ہوں گے"۔

حضرت کی علالت

مگر اس سفر میں پہلے کے برخلاف طبیعت گرتی چلی گئی۔ شاید اس کی ایک وجہ اس ضعف و پیری میں ہزاروں میل کے مختلف ملکوں کے سفر کے علاوہ جنوبی افریقہ کا اندرونی سفر تھا جو حضرت کی شرط کے خلاف برتی کروایا گیا۔ میزبان مولانا یوسف تتلی صاحب کے نام گرامی نامہ میں نمبر ۴ یہ بھی تھا کہ:

"میں بہت بیمار ہوں ایک دن کو میرے یہاں اور ایک دن کو میرے یہاں کے آپ خود ذمہ دار ہیں میرے بس کا پھرنا نہیں"۔

اس کے بالکل ہی خلاف ۳ رشوال کو اسٹینگر سے روانگی کے بعد پندرہ دن میں ایک درجن سے زائد جگہوں پر کہیں ایک دن ایک رات کے لئے کہیں صبح کہیں شام حضرت کو لے جایا گیا، کہیں جہاز سے اور کہیں کار سے سفر ہوا۔ اسی وجہ سے

یہاں پہونچکر طبیعت دن بدن مسلسل گرتی ہی رہی۔

قبولیتِ عامہ

اس لئے پچھلے سفر کی طرح پابندی سے روزانہ کی مجالس میں شرکت حضرت تو نہیں فرما سکے مگر مجمع پچھلے سفر سے کہیں زیادہ تھا اور وہ اپنے کام میں برابر مشغول رہتا تھا، مجھے ایک قریبی عزیز کا جملہ بڑا ہی پیارا لگا انہوں نے کہا کہ ہزاروں کی تعداد میں آنے والی مخلوق خدا کو یقین ہے کہ حضرت بیان نہیں فرماتے، نہ یہ یقین ہے کہ مصافحہ بلکہ زیارت بھی ہو سکے گی یا نہیں، پھر بھی یہ کھنچکر آتے ہیں کیا اللہ کی شان ہے۔

فیض بے پایاں و نمایاں

اب کی مرتبہ کے معمولات مجالسِ ذکر، ختم خواجگان بیان، بیعت، نکاح وغیرہ سب ہی کے مناظر عجیب تھے اور اکثر و بیشتر حضرت کی گردن مبارکہ جھکی رہتی اور استغراق میں رہتے مگر ہر آن ..... مجمع کی طرف پوری طرح باطن سے متوجہ رہتے تھے، اسی لئے اکثر اوقات مجالس کے وقت مختلف جہات سے وجد و کیف کی حالت میں چیخ و پکار کرنے والوں کی آواز بلند ہوکر ایک شور مچ جاتا جو عامۃً حضرت کی مجالس میں پہلے نہیں دیکھا گیا۔ بلکہ مصافحہ کے وقت بھی، جو اس ضعف میں حضرت کے ظاہری جسم کے لئے باعثِ اذیت تھا اس لئے کسی کسی دن ہی ہوتا تھا اس میں، توجہ کا یہ عالم تھا کہ حضرت کی تشریف بری کے بعد ایک بڑے تاجر نے مجھے بتایا کہ:

"میں بیعت تو فلاں بزرگ سے ہوں مگر عجیب بات میرے ساتھ یہ ہوئی کہ حضرت سے مصافحہ کے وقت گویا میرے جسم میں زبردست کرنٹ لگ کر آگ لگ گئی قریب تھا کہ میں چیخ اٹھتا بڑی مشکل سے ضبط کیا۔ اب بھی سوچنے پر وہی کیفیت پاتا ہوں"۔

غرض یہ فیضان عام تھا، ہر طالب صادق کو نواز دیا جاتا، خصوصاً جس دن ختم بخاری شریف تھا۔ اس دن تو حضرت کی توجہات کی برکت سے مجمع کیا دار العلوم کے

درودیوار اور سبزہ زار کے سبزے اور پتے پر ایک عجیب کیف نمایاں نظر آرہا تھا اور عجیب سماں بندھا ہوا تھا ، اسی لئے حضرت کی تشریف بری سے پہلے ہی نعت و وعظ وغیرہ کے دوران رونے کی آواز اور جذباتی نعروں سے فضا گونجنے لگی تھی اور حضرت ظاہر و باطن سے پوری طرح متوجہ تھے دار العلوم پر ایک نظم پڑھی جارہی تھی اس میں جب یہ مصرع پڑھا گیا ؏

جہاں پر نمایاں دعا شیخ کی ہے

تو حضرت نے فرمایا :

" ارے مجھے کیوں ذلیل کرے ہے"

دوسرا مصرع یوں تھا ؏

جہاں دست قدرت کی جادوگری ہے

اسے بگاڑ کر پڑھنے والے نے "قدرت" کے بجائے یوسف پڑھ دیا ۔ اس پر حضرت نے فرمایا :

" لے تو بھی سن "

اس کے بعد مصرع کی اصلاح کے متعلق ارشاد فرمایا :

" لفظ جادوگری مناسب نہیں ہے اور کوئی لفظ ہونا چاہئے "

اس کے بعد وضو سے فارغ ہو کر جلسہ گاہ میں جانے کے لئے حضرت تیار ہو گئے تو فرمایا :

" یوسف ! تو نے بہت زیادہ شور مچادیا ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا "

یہ فرما کر رونے لگے اور روتے ہوئے ارشاد فرمایا :

" تو نے حدیث میں یہ نہیں پڑھا کہ اللہ تعالیٰ فاسق و فاجر سے بھی اپنے دین کی مدد لے لیتا ہے "

(اللہ اکبر) اسی حال میں روتے ہوئے پورا جسم ہل رہا تھا ، آنسو جاری تھے آپ خیمہ میں تشریف لے گئے تاحد نظر اسٹیج کے چاروں طرف انسان ہی انسان نظر آتے تھے ۔ تنگی کی وجہ سے چاروں طرف سے خیموں کی قناتیں اٹھادی گئیں تھیں اور جھاڑیوں کے اندر تک عشاق پھیلے ہوئے تھے ۔ اور شرکاء کی اس قدر کثرت کے باوجود مجلس کے ادب و وقار کا یہ عالم تھا کہ اگر سوئی گرتی تو اس کی آواز بھی سنائی دیتی ۔

حضرت کی تشریف بری سے پہلے مولانا سلمان صاحب بیان فرمارہے تھے ، جو تشریف بری کے بعد چند منٹ جاری رہا جس میں انہوں نے امام اہلِ تصوّف شیخ ابن عربی کا ایک قصہ سُنایا جس پر مجمع کے ساتھ حضرت بھی رو پڑے ۔

مولانا سلمان صاحب کے بیان کے بعد احادیث کی قراءت شروع ہوئی ، کیا معلوم تھا کہ حضرت کی مبارک زندگی کا یہ آخری درس حدیث ہے ۔ پہلے حدیث مسلسل بالاوّلیت ، اس کے بعد صحیح بخاری کی آخری حدیث اور صحاح ستّہ اور دارمی اور مشکوٰۃ کی پہلی احادیث پڑھی گئیں ۔ اس منظر کی تصویر کشی ممکن نہیں کہ حضرت سالہا سال تک دار الحدیث یا مسجد کلثومیہ میں درس حدیث کی مسند پر جلوہ گر ہوتے طلبہ کی جماعت سامنے ہوتی ، البتہ ختمِ بخاری شریف اور مسلسلات پر مجمع زیادہ ہوجاتا مگر آج چاروں طرف تقریباً دس ہزار کا مجمع نہایت مؤدب بیٹھا ہے ان کے بیچ میں کئی سیڑھیوں والا اسٹیج ہے اس پر آپ کے سامنے چند شاگرد زانوئے تلمذ تہہ کئے بیٹھے ہیں ، اسٹیج پر بھی حضرت کی بیٹھک کو اس قدر اونچا کیا گیا کہ چاروں طرف سے عشاق چہرۂ انور کی آسانی سے زیارت کر سکیں ۔

حضرت اقدس نوراللہ مرقدہٗ نے اس موقع پر چند منٹ تقریر فرمائی جس کا خلاصہ حضرت ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے :

" امام بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب کو شروع کیا انما الاعمال بالنیات سے اور ختم کیا کلمتان حبیبتان الی الرحمٰن الخ پر ۔ خلاصہ سارے کا یہ ہے کہ دنیا میں صرف دو کام ہیں اخلاص دل میں ہو اور تسبیح زبان پر ہو ۔ یہی مقصد ہے امام بخاریؒ کا ۔"

آخری پیار

حضرت کی علالت کے آخری ایام میں انتقال سے چند روز قبل ہمارے دارالعلوم کے ایک طالب علم کا خط آیا، جس میں اس نے اپنے احوال لکھے تھے، جس کے ضمن میں اپنی گندگی اور تقاصیر کا پیش نظر رہنا اور عبدیت کا استحضار وغیرہ مذکور تھا ۔ صوفی اقبال صاحب نے میری غیبت میں حضرت کو وہ خط سنایا، سُنکر حضرت بہت مسرور ہوئے اور ان سے فرمایا کہ :

" یوسف آئے تو مجھے بتا دیجیو ۔ میں اس کا منہ چوموں گا ۔"

جب میں حاضر ہوا تو فرمایا :

" اِدھر آ ! لا تیرا منہ چوموں ۔"

میں نے بڑھ کر حضرت کی پیشانی مبارک اور دست مبارک کو چوما ۔ حضرت نے فرمایا :

" ارے ! میں نے تجھے چومنے کے لئے بلایا تھا، تیرے لونڈے کا خط سُنکر بڑا ہی جی خوش ہوا ۔ اس کو میری طرف سے خوب دعائیں لکھ دیجیو اور یہ کہ جو اپنے کو اہل سمجھے وہی نا اہل ہے ۔"

چند عجیب واقعات

۱ بیداری میں ملک الموت کی زیارت

ان ہی آخری ایام میں تہجد کے وقت جب میں وضو کرانے لگا، پوچھا :

" کون ؟ "

میں نے عرض کیا یوسف ۔ فرمایا :

" آج پھر ملک الموت آئے تھے ۔"

میں نے پوچھا حضرت نے کوئی خواب دیکھا ؟ فرمایا :

" نہیں ۔ میں لیٹا ہوا تھا بیدار ہی تھا کہ تشریف لے آئے اور مسکراتے ہوئے بڑی دیر تک باتیں کرتے رہے ۔"

ملک الموت کی بیداری میں یہ دوسری زیارت تھی ۔ پچیس تیس سال پہلے کی زیارت کا قصہ مفتی مقبول احمد صاحب حضرت سے سُنا ہوا بیان فرماتے ہیں کہ :

" مجھے پیشانی پر ایک بڑا دُنبل نکلا ۔ حکیمی علاج جاری تھا اس سلسلہ میں ایک علاج کے متعلق یہ بتایا گیا کہ اس دوا سے سارا مواد تحلیل ہو جائے گا ۔ رمضان کی راتیں تھیں اور سحری کھانے میں ابھی کافی دیر تھی ۔ تکلیف مجھے اتنی شدید ہوگئی کہ میں یہ سمجھا کہ یہ میرا آخری وقت ہے ۔ گھر والوں سے باصرار میں نے سحری کھانے کو کہا یہ سوچ کر کہ اگر میں مرگیا تو یہ سب سحری کھانے سے رہ جائیں گے ۔ اسی تکلیف کی شدت میں میں کبھی آنکھیں کھول رہا تھا کبھی بند کر رہا تھا کہ اب ملک الموت آنے والے ہوں گے مگر وہ تکلیف ورم کے تحلیل ہونے کی تھی آہستہ آہستہ

مجھے افاقہ ہوگیا اور حسبِ معمول صبح جب میں اوپر کتب خانہ میں تھا، پیچھے سے سیڑھی کا دروازہ بند تھا، تو ایک خوبصورت آدمی میرے سامنے آئے۔ میں نے پوچھا کہ تم کون؟ کہنے لگے وہی جن کا تم رات انتظار کر رہے تھے۔ میں نے کہا پھر اب لے چلئے۔ فرمانے لگے ابھی نہیں۔"

(٢) خواب میں ملک الموت کی زیارت

برطانیہ کے دوسرے سفر میں شدتِ ضعف کی بنا پر جب حضرت ہسپتال داخل کئے گئے، داخلہ کے دوسرے دن ہی حالت تشویشناک معلوم ہوئی، اس قدر کہ لندن سے مدینہ طیبہ تک کے خصوصی طیارہ کے لئے بھی بات چیت کرلی گئی، جب حضرت صحت مند ہو کر دارالعلوم واپس تشریف لائے اور اس کا تذکرہ آیا تو حضرت نے فرمایا کہ:

"میرے مرنے کا فکر نہ کرو میں ابھی مرتا نہیں ہوں، مجھ سے وعدہ ہے"

اس کے بعد فرمایا کہ:

"ملک الموت کی زیارت والا خواب تو تم نے سنا ہوگا کہ میں ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں بیمار ہوا۔ اسی دوران میں نے خواب دیکھا، دیکھا کہ ایک خوبصورت نوجوان میرے پاس آئے۔ میں نے پوچھا کون؟ کہنے لگے ملک الموت۔ میں نے کہا پھر لے چلئے۔ فرمانے لگے یہاں نہیں، جب آپ مدینہ طیبہ پہونچیں گے میں وہاں آؤں گا۔

اس کے بعد مکہ مکرمہ سے جب میں مدینہ طیبہ آگیا تو خواب میں دیکھا کہ وہ خوبصورت نوجوان کی شکل میں جا رہے ہیں۔ میں نے کہا

ارے تم نے کہا تھا کہ جب مدینہ طیبہ پہونچ جاؤ گے تو میں آؤں گا۔ اب میں پہونچ گیا ہوں۔ تو ہنس کر فرمانے لگے ابھی تم سے کچھ اور کام لینا ہے۔"

(٣) انتقال سے تقریباً تین دن قبل حضرت نے کونے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ:

"دیکھو! وہ شیطان کھڑا ہے تمہیں نظر آرہا ہے؟"

(حسب نظام پہونچ تو گیا جیسا کہ احادیث میں خبر دی گئی ہے مگر آگے بڑھنے کی جرأت کہاں سے لائے)

تین چار روز قبل ہی مولوی نجیب اللہ صاحب حضرت کو استنجا کرا رہے تھے میں برابر والے کمرہ میں تھا رات بارہ بجے کے بعد کا وقت تھا، باہر کوئی زور سے دو مرتبہ چیخا: نجیب اللہ، نجیب اللہ۔ میں بھاگا ہوا فوراً گیا تو وہاں کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔

بالکل اسی طرح امّاں جی کے ساتھ بھی یہی قصہ پیش آیا کہ وہ قرآن ختم کر کے مرحومین میں سے کسی کے لئے ایصال ثواب کرنا چاہتی تھیں، بڑے زور سے ان کا نام لیکر انہیں کسی نے پکارا، حالانکہ گھر کے دو تین افراد کے سوا ان کا نام بھی جاننے والا وہاں کوئی نہیں تھا۔

یقیناً یہ ہاتف غیبی کی طرف سے پکار تھی۔ مقصد اللہ ہی کو معلوم۔

حضرت مولانا معین الدین صاحب زیدمجدہم

اسم گرامی
معین الدین ابن عبداللہ خاں ۔ موضع گوالیار گرنٹ پوسٹ دتولی بازار ضلع گونڈہ ۔ یوپی ۔ انڈیا ۔

مدرسہ کا پتہ
معین الدین بن عبداللہ خاں مدرسہ عربیہ امدادیہ (چوراہا گلی) ضلع مرادآباد ۔ یوپی ، انڈیا ۔

پیدائش
بندہ کی پیدائش ۴؍جنوری ۱۹۳۵ء مطابق ۲۷؍رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ میں موضع گوالیار گرنٹ دتولی ضلع گونڈہ کے ایک ایسے خاندان میں ہوئی جسے علمی گھرانہ تو نہیں کہا جا سکتا لیکن خاندان کے افراد کا حکیم الامت تھانوی ، شیخ الاسلام حضرت مدنی ، امام اہلِ سنت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی ، برکۃ العصر قطب العالم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی قدس اللہ اسرارہم اور موجودہ اکابر میں حضرت مولانا منظور احمد صاحب نعمانی مدظلہٗ اور دوسرے اکابر دیوبند سے بیعت کا تعلق رکھنے کی وجہ سے پورے ضلع میں دینی لحاظ سے ایک ممتاز خاندان تصور کیا جاتا ہے۔

میرے دادا جان کے چھوٹے بھائی بکثرت قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتے تھے ایک روز تلاوت کا محبوب مشغلہ چھوڑ کر جانوروں کو چگانے کے لئے جنگل تشریف

لے گئے ، واپسی پر دادا صاحب نے پوچھا کہ چرواہا کیا ہوا ؟ عرض کیا میں نے اس کو جانوروں کے چگانے سے منع کر دیا ہے، اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے ، ہم ایسے جانوروں کا دودھ کس طرح استعمال کر سکتے ہیں جس کا چرواہا بدکار ہو۔

اس جزوی واقعہ سے خاندان کے دینی تصلّب کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

خاندان کے سبھی لوگ زراعت پیشہ ہیں۔

بچپن کی تعلیم وتربیت
بندہ کی ابتدائی تعلیم قاعدہ بغدادی، قرآن کریم ناظرہ اردو، دینیات ، ابتدائی فارسی خاندانی مکتب میں ہوئی ــ جو اب مدرسہ اسلامیہ معین الاسلام کے نام سے موسوم ہے ــ اور فارسی کی بقیہ تعلیم وابتدائی عربی زیر تربیت قاری عبدالوہاب صاحب بانی مدرسہ فرقانیہ گونڈہ ــ جو اپنے خاندان کے ممتاز عالم اور نہایت ہی متقی خدا ترس بزرگ تھے ــ مدرسہ مذکور میں ہوئی ۔

تقریباً ایک سال مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں رہ کر مولانا محمد اسباط صاحب سے مرقات ، ہدایۃ النحو ، قلیوبی وغیرہ پڑھیں۔

اسی زمانہ میں قاری عبدالمالک صاحب شیخ التجوید سے چند ماہ مشق وتجوید کا شرف بھی حاصل ہوا۔

اعلیٰ تعلیم
پھر ۱۹۴۸ء میں دارالعلوم دیوبند میں عیدالاضحیٰ کے بعد داخل ہوا اور کافیہ سے لیکر بخاری تک تمام علوم وفنون کی کتابیں دارالعلوم دیوبند ہی میں پڑھیں ۔

۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں دارالعلوم دیوبند ہی سے فراغت حاصل ہوئی حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی ، جامع معقول ومنقول حضرت علامہ محمد ابراہیم بلیاوی ، امام الہیئت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب ، حضرت

مولانا سید فخر الحسن صاحب، حضرت مولانا جلیل احمد صاحب کیرانوی، مولانا ظہور احمد صاحب دیوبندی بندہ کے اہم اور مشہور قابل صد افتخار اساتذہ میں سے ہیں۔

پہلا نکاح

موقوف علیہ دورۂ حدیث سے فراغت کے سال، خاندان ہی میں بہت سادگی کے ساتھ عقد ہوا جس میں نہ بارات تھی نہ اور کچھ رسمی اہتمام، میرے والد قبلہ حاجی عبد اللہ خان صاحب نے پہلے ہی سے سادگی کے ساتھ نکاح و رخصتی کی بات چیت میرے ہونے والے خسر مرحوم کے بڑے بھائی سے طے کر لی تھی مہر فاطمی پر نکاح ہوا۔

مہر کے ہبہ کرنے کا بدل حج

میری اہلیہ نے باوجود میرے پیش کرنے کے مہر کی رقم کے لینے سے انکار کر دیا تھا۔ مگر بزمانہ مدرسی جب بندہ کو کچھ مالی وسعت حاصل ہوئی، اور والدین نے ۱۳۷۹ھ میں حج کا ارادہ کیا، اور مجھے بھی ساتھ لیجانا چاہا، تو احقر نے قبلہ والد صاحب سے یہ کہکر کہ بندہ آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ والدہ محترمہ کی خدمت کے لئے بھی ایک خادمہ کی ضرورت ہے مبلغ سو روپیہ میری اہلیہ کی طرف سے بھی حج کمیٹی کو بھیج دیجئے۔ اس وقت پیشگی سو روپیہ ہی داخل کئے جاتے تھے لہذا بندہ نے اپنے ساتھ اہلیہ کو بھی حج کرایا۔ اور صاف صاف کہہ دیا تھا کہ یہ مہر کے ہبہ کرنے کا بدل ہے میری شیر خوار بچی بریرہ سلمہا گود میں تھی۔ اپنے اور اہلیہ کے مصارف حج کا بار والدین پر نہیں ڈالا۔ اشیاء خوردنی ساتھ تھیں۔ آمد و رفت کے کرایہ وغیرہ میں کل تقریباً تین ہزار روپیہ ضروری صرف میں آئے تھے سامان کوئی خریدا نہیں تھا۔ اب جب کبھی مصارف حج کا تذکرہ آتا ہے تو زبان سے بے اختیار یہ جملہ نکل جاتا ہے کہ میں نے کل تین ہزار میں ڈھائی حج کئے ہیں۔ یہ محض حق تعالیٰ جل شانہٗ کا فضل و کرم تھا

کہ دور شباب میں صرف تین ہزار میں والدین کی معیت میں اہل و عیال کے ساتھ اس مقدس فریضہ کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ورنہ ؎

این سعادت بزور بازو نیست ؎ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اہلیہ محترمہ

بندہ کے حضرت اقدس قطب العالم قدس سرہٗ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کے بعد بندہ کی اہلیہ نے بھی حضرت برکۃ العصر قطب العالم قدس سرہٗ سے بیعت کا تعلق قائم کر لیا تھا اور معمولات کی بہت زیادہ پابند تھیں۔ تلاوت، نماز، تسبیحات ایسی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ ادا کرتی تھیں کہ مجھے ان کی اس کیفیت کو دیکھ کر رشک آتا تھا۔ میری پہلی اہلیہ میرے ساتھ تقریباً بیس اکیس سال رہیں۔

اولاد

اسی عرصہ میں سات لڑکیاں اور دو لڑکے تولد ہوئے جن میں بڑی لڑکی بریرہ سلمہا، چھوٹی لڑکی نفیسہ سلمہا اور چھوٹا لڑکا فصیح الدین سلمہٗ باحیات ہیں اور باقی اولادیں بعض تولد کے بعد ہی اور اکثر چند ماہ زندہ رہ کر ذخیرۂ آخرت بن گئیں۔

اہلیہ کی وفات

بڑی صابرہ خاتون تھیں۔ سریع الغضب سریع الفئی مزاج سے ان کا واسطہ پڑا تھا۔ کبھی انہوں نے الٹ کر کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ حق تعالیٰ مرحومہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔

۱۳۹۲ھ میں زیادہ علیل ہو گئیں، پورا بدن پیلا پڑ گیا تھا۔ علی گڈھ کے ڈاکٹروں نے پتہ میں پتھری تجویز کی۔ پہلا آپریشن کامیاب نہ ہونے پر ایک ماہ کے فصل سے دوسرا آپریشن ہوا اور علی گڈھ ہسپتال ہی میں خدا کو پیاری ہو گئیں

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

قابل رشک خاتون

ہسپتال میں رہتے ہوئے تلاوت و تسبیحات کا

جب تک پڑھ سکیں اخیر تک اہتمام رہا۔ اور جب خود تلاوت کی طاقت نہ رہی، تو ہر عیادت کے لئے آنے والے سے قرآن کریم کے سُنانے کی فرمائش کرتی رہیں۔

ایک روز سخت علالت کے بعد جب طبیعت قدرے پُرسکون تھی میں نے بات بات میں اپنے معاملات کی صفائی کرلی۔ انہوں نے بھی تسلی آمیز جملے کہتے ہوئے میرے پوچھنے پر کہ تمہاری کوئی نماز تو قضا نہیں ہے، بتایا کہ الحمدُللہ نہ کوئی قضا نماز میرے ذمہ ہے اور نہ کوئی قضا روزہ۔ البتہ یہ دوسرا آپریشن ایام کے زمانہ میں ہوا ہے اس کا مسئلہ آپ خود سمجھ لیجئے۔

پھر میں نے دریافت کیا کہ تمہارا کسی پر کوئی قرض یا تمہارے اُوپر کسی کا قرضہ تو نہیں ہے تو بتایا کہ نہ مجھ پر کسی کا کوئی پیسہ ہے اور نہ میرا کسی پر کوئی پیسہ ہے اور نہ میری مِلک میں کوئی پیسہ ہے۔ ایک امانت دوسو روپیہ کی آپ کے بہن کی ہے جو فلاں جگہ رکھی ہوئی ہے۔

مجھے ان کی اس پاک وصاف زندگی پر بڑا رشک آیا۔ معاملات میں اس قدر صاف وستھرا میں نے اپنے خاندانی مستورات میں سے کسی کو نہیں پایا میں سمجھتا ہوں اور یہ میرا یقین ہے کہ مرحومہ کو یہ دولت حضرت قطب العالم قدس سرہٗ سے تعلق بیعت اور معمولات پر استقامت کی برکت سے نصیب ہوئی۔

نکاحِ ثانی

دوسرا عقد حضرت اقدس کے حکم کے مطابق ۱۳۹۲ھ میں چھوٹی پھوپھی کی صاحبزادی سے ہوا۔ حضرت کی دُعا اور توجہ تھی، پھوپھی صاحبہ کو خود بخود دینی رجحان کی وجہ سے جذبہ ہوا۔ انہوں نے قبلہ والد صاحب سے خود درخواست کی۔ والد صاحب نے دستی خط لکھ کر ان کو مع اُن کی صاحبزادی کے گھر پر ہی بُلالیا۔ زیور اور کپڑوں کی تیاری کے بغیر سادگی کے ساتھ نکاح ورخصتی وجود میں آئی۔ بقدر ضرورت کپڑے وغیرہ بعد میں تیار

کرائے گئے۔

دوسری اہلیہ سے تادمِ تحریر تین بچے تولّد ہوئے، ایک لڑکی خدا کو پیاری ہوگئی اور ایک لڑکا فہیم الدین سلّمہٗ اور ایک لڑکی عفیفہ سلّمہا باحیات ہیں۔

دینی خدمات کا آغاز

۱۳۷۵ھ میں جب دورۂ حدیث شریف سے فراغت کی سعادت حاصل ہوئی تو جامعۂ ازہر مصر سے دیوبند میں بغرض تعلیم آئے ہوئے دو استادوں عبدالمنعم النمر اور عبدالعال العقیادی کے مشورہ سے جامعہ ازہر جانے کی تیاری کرنے لگا۔ قبلہ والد صاحب نے حضرت اقدس مدنی سے تحریری مشورہ لیا تو حضرت اقدس حضرت مدنی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ:

"جو پڑھنا تھا پڑھ چکا اب وہاں جا کر کیا کرے گا۔"

اور اخیر میں یہ جملہ تھا کہ:

"میں منع نہیں کرتا۔"

حضرت اقدس حضرت مدنی کے ان جملوں سے قبلہ والد صاحب نے یہی سمجھا کہ حضرت کی مرضی نہیں ہے اس لئے جامعۂ ازہر کا ارادہ ترک کردیا، اور اپنے اساتذہ کے مشورہ سے تعلیمی خدمات میں لگ جاؤ اور تدریسی خدمات کے ساتھ ساتھ نظام الدین دہلی سے جو تبلیغی کام چل رہا ہے اس سے منسلک رہ کر تبلیغی کام بھی کرتے رہو۔

چنانچہ اساتذۂ دیوبند کے مشورہ اور حکم سے مدرسہ کی طلب پر مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں ستّر روپیہ ماہوار پر مدرس ہو کر آگیا۔ اور اب ۱۴۰۳ھ ہے تقریباً اٹھائیس[۲۸] سال سے بندہ تدریسی وتبلیغی خدمات انجام دے رہا ہے۔

اس عرصہ میں مبادیات ومتوسطات کے ساتھ ساتھ اپنی نا اہلی اور کم علمی

کے باوجود انتہائی کتب کے تدریس کی بھی سعادت حاصل ہوئی اور حضرت اقدس برکۃ العصر قطب العالم حضرت شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب قدس سرہٗ کی جوتیوں کے صدقہ اور طفیل حضرت کی اجازت سے تقریباً پندرہ سال سے بخاری شریف کے پڑھانے کی بھی سعادت حاصل ہے۔ اور قبلہ والد صاحب کی نصیحت کے مطابق تبلیغی کام سے بھی برابر تعلق قائم رکھا عرصہ دراز تک شہر مرادآباد کے تبلیغی مرکز مسجد پختہ سرائے میں "البدایۃ والنہایہ" پڑھتا رہا۔ اور تبلیغی بیان بھی ہوتا رہا اور "حیاۃ الصحابہؓ" کے طبع کے بعد "حیاۃ الصحابہؓ عربی" عرصہ دراز تک تبلیغی انداز کی تشریح کے ساتھ مجمع کثیر میں سُناتا رہا۔ تبلیغی احباب کی طلب پر مرکزی مسجد، شہر کی دوسری مساجد اور دیہاتوں میں بھی تبلیغی بیان کرتا رہا۔ اور حضرت اقدس قدس سرہٗ نے اجازت کے بعد خاص نصیحت فرمائی تھی کہ تدریس کے ساتھ ساتھ تبلیغی کام کی تائید کرتے رہنا، اس نصیحت اور وصیت سے تبلیغی کام کی اور زیادہ اہمیت پیدا ہوگئی تھی۔

اس کے علاوہ مدارس کے جلسوں اور دینی مدارس کے قیام اور فرقِ باطلہ کی تردید میں بھی کثرت کے ساتھ برابر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا سلسلہ رہا ہے اور اب بھی ہے۔ گاہ گاہ رضاخانی علماء سے مناظرہ کی بھی نوبت آتی ہے اور حق تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی ہے۔ فللہ المنۃ والحمد۔

علاقہ کا دینی حال

بندہ کے وطن کے قرب وجوار میں زیادہ تر غیر مسلم آبادی ہے، اگر یہ کہا جائے کہ بتیس ۳۲ دانتوں کے درمیان زبان کی سی نوعیت ہے تو کہنا بجا ہوگا۔ مگر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ دینی تصلب اور خاندان کے افراد کی اخلاقی رواداری کا ماحول پر ہمیشہ اچھا اثر رہا۔ باہم کبھی کوئی جھگڑا یا فساد وجود میں نہیں آیا کبھی بعض شرپسند عناصر

نے فساد برپا کرنے کی سعی کی، تو اکابر سے وابستگی کے طفیل خدا نے ہمیشہ اپنے فضل سے اس شر کو دفع فرمایا۔ دور دراز علاقہ میں جو مسلم بستیاں ہیں ان میں سے زیادہ تر میں رسم ورواج اور رضاخانیت کا تسلط رہا ہے۔ مدرسہ فرقانیہ گونڈہ اور تبلیغی جدوجہد سے لوگوں کے عقیدہ اور عمل میں نمایاں انقلاب رونما ہوا ہے۔ بندہ کو وطن مالوف میں رہ کر دینی خدمات کا اب تک کوئی موقعہ میسر نہیں آیا ہے گاہ بگاہ تبلیغی واصلاحی بیانات ہوتے رہے ہیں اور وقتاً فوقتاً بوقت ضرورت رسوم وبدعات کی تردید میں بھی بیان کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

رُوحانی سلطنت کے سُلطان کی پہلی زیارت

ہمارے خاندان کے لوگ نظام الدین دہلی کی تبلیغی ودعوتی تحریک سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ مدرسہ فرقانیہ گونڈہ میں پڑھنے کے زمانہ میں ہمارے استاذ قاری عبدالوہاب صاحب بانی مدرسہ طلبا کو لیکر تقریباً ہر جمعرات کو شہر کی کسی نہ کسی مسجد میں جایا کرتے تھے، اس وقت بندہ کی عمر تقریباً گیارہ یا بارہ سال کی تھی۔ حضرت کے فضائل کی کتابوں کو سُن کر اور پڑھ کر غائبانہ حضرت اقدس کا تذکرہ سُنا کرتا تھا اور فضائل کی کتابوں پر بحیثیت مصنف حضرت اقدس کا نام نامی اور اسم گرامی دیکھا کرتا تھا۔

پھر دیوبند کے زمانہ تعلیم میں حضرت اقدس رائے پوریؒ اور حضرت قطب الاقطاب قدس سرہٗ بمقام دیوبند حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ پہلی مرتبہ یہیں دور سے زیارت ہوئی مصافحہ کا موقعہ نصیب نہیں ہوا۔ لباس گدایانہ، چہرہ مبارک نورانی بارعب جیسے کسی سلطنت کے ذی شان سلطان کا چہرہ ہوتا ہے۔

حرمِ مکی میں ایک مجذوب سے اخذ فیض

۱۳۷۹ھ میں جب پہلی مرتبہ خاندان کے افراد کے ساتھ حج کی سعادت حاصل ہوئی جن میں میرے والدین اور پہلی اہلیہ اور شیر خوار بچی بریرہ سلمہا بھی شامل ہیں۔

اس سال موسم بہت گرم تھا، اموات کثرت کے ساتھ واقع ہو رہی تھیں مگر الحمد للہ بندہ اور اہلیہ اور میری شیر خوار بچی حج سے فراغ تک صحت مند رہے اور قافلہ کے اکثر حضرات کئی کئی افراد بیک وقت بیمار تھے، بخار کا بہت زیادہ زور تھا۔ میں دوائیں اور ضروریات کا انتظام کرتا اور میری اہلیہ عیادت تیمارداری اور مریضوں کا کھانا وغیرہ تیار کرتیں۔ اور جب مریضوں کی ضروریات سے فارغ ہو جاتیں، حرم شریف طواف و نماز کے لئے چلی جاتیں۔

ایک روز میں مستشفیٰ سعودیہ سے دوائیں لیکر آرہا تھا، تقریباً بارہ بجے تھے، حرم شریف میں آکر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گیا۔ بیت محرم پر نگاہ تھی، اسی اثنا میں ایک صاحب میانہ قد گندمی رنگ سفید لباس میں ملبوس جو زیادہ اُجلے نہیں تھے باب الصفاء سے حرم شریف میں داخل ہوئے، اور بیت اللہ شریف کی طرف جاتے ہوئے کنکریوں کے پاس، جہاں لوگ کبوتروں کے لئے دانے ڈال دیا کرتے تھے، ٹھہر گئے۔ مطاف تقریباً خالی تھا۔ انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھ کر کنکریوں میں سے دانے لئے اور کھالیا۔ دو تین مرتبہ انہوں نے یہی عمل کیا۔ پھر زمزم شریف پر تشریف لے گئے اور پانی پیا۔ پھر باب الصفا کی طرف واپس لوٹے۔

میرے دل میں بات آئی کہ یہ بھوکے ہیں انہیں کھانا کھلانا چاہئے۔

میں اس خیال سے ان کے پیچھے پیچھے چلا مگر میرے قدم بھاری ہو گئے مارے ہیبت کے ان کے پیچھے چلا نہ جاتا تھا۔ کسی طرح ہمت کر کے میں بھی باب الصفا سے باہر نکلا۔ پھر میں نے ان کو نگاہ میں رکھا۔ اور تیزی کے ساتھ ترچھا چل کر ان کے آگے پہونچ گیا۔ اور آگے کی جانب سے ان کی طرف رُخ کر کے چلا۔ پھر قدموں میں وزن محسوس ہونے لگا۔ وہ تو چل ہی رہے تھے، میں چند قدم اور چل کر جب ان کے سامنے پہونچا۔ تو سلام تو کرلیا مگر نظر ڈالنے کی ہمت نہ ہوئی چند ریال جو اس وقت میری جیب میں تھے پیش کرتے ہوئے یہ جملہ میری زبان سے نکلا "اس حقیر ہدیہ کو قبول فرمالیں اور کھانا کھالیں۔ انہوں نے ایک نگاہ مجھ پر ڈالی، اور میرا معمولی ہدیہ قبول کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ پھر مارے ہیبت کے میری نگاہیں ان کا تعاقب نہ کرسکیں۔ واپس چلا آیا۔ یہ نظر بھی عجیب نظر تھی اس کا ذائقہ مجھے برسوں محسوس ہوتا رہا۔ اسی وقت سے طبیعت میں وحشت پیدا ہوئی۔ اور تعلیم و تعلم سے بھی جی گھبرانے لگا۔

بیعت کے لئے سفر

اور بار بار یہی خیال آتا تھا کہ کسی شیخ کامل سے اصلاحی تعلق قائم کئے بغیر پڑھنا پڑھانا سب بیکار ہے۔ اس وقت ہندوستان میں حضرت شاہ وصی اللہ صاحب اور کئی اکابر موجود تھے مگر بار بار حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ ہی کی جانب میلان ہوتا تھا۔ یہ میلان اوپر والے واقعہ کے بعد پیدا ہو چکا تھا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ میں سوچا کرتا تھا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کا سب سے زیادہ تعلق حضرت شیخ الحدیث صاحب ہی سے تھا، باپ کا سایہ سر سے اُٹھ جائے تو چچا ہی باپ کا قائم مقام ہوتا ہے، پھر ایسا کامل اور شفیق چچا۔ حج سے واپسی کے بعد مرادآباد مدرسہ امدادیہ پہونچا۔ اسباق مفوضہ

پڑھانے لگا ۔ مگر طبیعت میں وحشت رہا کرتی تھی۔ ششماہی امتحان کے قریب مولانا محمود صاحب حسن پوری خلیفہ ومجاز حضرت مدنیؒ مدرسہ امدادیہ میں تشریف لائے اور بے تکلفی کے ساتھ میرے حجرے میں آگئے ۔ اور بات بات میں فرمایا کہ :

" تو حضرت شیخ الحدیث صاحب سے بیعت ہوجا تیرا حصہ انشاءاللہ وہیں ہے "

میں اس جملہ کا زیادہ مطلب تو سمجھا نہیں ، مگر مجھے اپنے میلان طبع کی وجہ سے مزید تقویت حاصل ہوئی ۔

امتحان ششماہی کے بعد میں سیدھے دیوبند پہونچا ۔ اور حضرت مولانا ..... سے درخواست کی کہ :

" میں شیخ الحدیث صاحب سے بیعت کا تعلق قائم کرنا چاہتا ہوں ، میرا کوئی تعارف نہیں ہے ، آپ ایک سفارش نامہ تحریر فرمادیں تاکہ حضرت مجھے بیعت فرمالیں "

یہ وہ زمانہ ہے جس میں حضرت ..... حضرت ..... سے مجاز بیعت ہوچکے تھے ۔ حضرت علامہ (حق تعالیٰ ان کی کروٹ کروٹ مغفرت فرمائے) نے مایوس کن بات ارشاد فرمائی ۔ فرمایا کہ :

" حضرت شیخ الحدیث صاحب سے تو میرا کوئی خاص ربط نہیں ہے ہاں اگر تم .... سے بیعت ہونا چاہو ، تو میں سفارش نامہ تحریر کردوں "

میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا میلان تو حضرت شیخ الحدیث ہی کی جانب ہے ۔ الغرض میں دیوبند سے بغیر کسی سفارش نامہ کے خود بنفس نفیس

حضرت اقدس حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا ۔ ملاقات کے بعد بیعت کی درخواست پیش کی ۔ چونکہ میں دورۂ حدیث سے فراغت کے بعد حضرت مدنیؒ سے بیعت ہوچکا تھا ، غالباً اس وجہ سے ارشاد فرمایا کہ :

" مولانا اسعد صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کرو "

میں نے ہمت کرکے عرض کیا کہ حضرت اقدس ہی سے بیعت کا ارادہ کرکے حاضر ہوا ہوں ۔ پھر فرمایا کہ :

" جاؤ اور حضرت اقدس مدنی کے مزار مبارک پر دو گھنٹہ بیٹھ کر آؤ "

میں بذریعہ بس سیدھے حضرت شیخ الاسلامؒ کے مزار مبارک پر پہونچا ۔ دو گھنٹہ تک بیٹھا روتا رہا ۔ پھر بس پکڑ کر سیدھے سہارنپور پہونچا ۔ مغرب کی نماز حضرت کی مسجد میں پڑھی ۔ جب حضرت طویل نفلوں کے بعد فارغ ہوئے اور آنے والے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو ہمت کرکے بندہ نے عرض کیا کہ حضرت حکم کے مطابق حضرت مدنیؒ کے مزار مبارک پر دو گھنٹہ بیٹھ کر بغرض بیعت حاضر ہوں ۔ پھر حضرت اقدس نے اسی جملہ کا اعادہ فرمایا کہ :

" بہتر ہوگا کہ تم مولانا اسعد صاحب سے اصلاحی تعلق قائم کرلو "

پھر میں رونے لگا تو حضرت نے شفقت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ :

" میں حضرت اقدس حضرت مدنیؒ کے مریدین کو دوبارہ بیعت نہیں کرتا بیعت تو وہی رہے گی ، حضرت مدنی نے جو تسبیحات بتائی ہیں پابندی کے ساتھ انہیں پڑھتے رہو ۔ ہاں جو کچھ پوچھنا ہوا کرے مجھ سے پوچھ لیا کرو "

ان پُر مغز اور سادے جملوں کے ساتھ حضرت قطب الاقطاب برکۃ العصر قدس سرہٗ نے تعلیمی اور اصلاحی تعلق قائم رکھنے کی اجازت مرحمت فرماکر

دامنِ تربیت میں لے لیا۔

ذکرِ جہری کی تعلیم

اسی سال جب دوبارہ حاضری ہوئی۔ تو حضرت اُوپر اپنے ذاتی کتب خانہ میں تشریف فرما تھے۔ ذاکرین باہر ذکر کررہے تھے۔ کچھ پھلوں کا ہدیہ لیکر حاضر ہوا۔ حضرت نے قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"ذکرِجہری کرتے ہو تو باہر بیٹھ کر ذکر میں مشغول ہوجاؤ"۔

میں نے ابھی ذکرِجہری نہیں سیکھا تھا اس لئے صاف صاف عرض کیا کہ حضرت ابھی میں نے ذکرِ جہری نہیں سیکھا ہے، تو حضرت نے فرمایا کہ بیٹھ کر تسبیحات پڑھتے رہو۔ پھر اسی سال جب ماہ مبارک میں حاضری ہوئی تو حضرت اقدس نے ذکرِجہری کی خود تعلیم فرمائی اور میں ذکرِجہری کرنے لگا۔

مجلس میں کتاب پڑھنے کی ابتداء

اس وقت اعتکاف دارالطلبہ قدیم کی مسجد میں ہوا کرتا تھا۔ کتاب "فضائلِ ذکر" شروع ہوئی تھی حضرت اقدس نے ایک روز مجھ سے کتاب پڑھوا کر کتاب میرے سپرد فرمائی۔ پھر حضرت اقدس کی شفقت سے ہر سال ماہِ مبارک میں کتاب پڑھنے کی سعادت حاصل رہی۔

یہ تو واقعات تھے جو پیش آئے۔ مگر حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں حق تعالیٰ نے عرصہ دراز تک حاضری کی سعادت عطا فرمائی اور حضرت اقدس خدا کو پیارے بھی ہوگئے (مگر یقین نہیں آتا ہر وقت یہی خیال رہتا ہے کہ اب مدینہ منورہ سے تشریف لانے والے ہیں)۔

حضرت کیا تھے اور حق تعالیٰ جل شانہٗ نے حضرت اقدس کو کن کن ظاہری اور باطنی کمالات سے نوازا تھا، اب تک نہ جان سکا اور نہ پہچان سکا۔ مَا

عَرَفْنَاهُ حَقَّ مَعْرِفَتِهٖ ثُمَّ بِاللّٰهِ مَا عَرَفْنَاهُ حَقَّ مَعْرِفَتِهٖ۔

مراسلت میں احتیاط

بندہ حضرت اقدس سے خط وکتابت بہت کم کیا کرتا تھا۔ اخیر تک بندہ کا یہی حال رہا کہ خط وکتابت کی جرأت نہیں ہوتی تھی، اور خط وکتابت کے مقابلہ میں خدمت اقدس میں حاضری بندہ کے لئے سہل اور آسان ہوا کرتی تھی۔ عموماً ہر ماہ یا ہر دوسرے مہینے سہارنپور حاضر ہوجایا کرتا تھا۔ پھر بھی اس طویل عرصہ میں مکاتبت بھی رہی ہے۔

مجھے انتہائی افسوس اور بے پناہ صدمہ اور ملال ہے کہ میں نے جس جگہ خطوط ومکاتیب کو محفوظ کیا تھا مراجعت کے بعد وہ مکاتیب مجھے اس جگہ نہیں مل سکے —— مدرسہ امدادیہ کا محل وقوع اس طرح ہے کہ ہر جانب غیر مسلموں کے مکانات ہیں، چھتوں سے چھتیں ملی ہوئی ہیں۔ ایک مکان بھی کسی مسلمان کا نہیں ہے —— مراد آباد کے فساد کے موقعہ پر کتابوں اور سامانوں کی منتقلی بھی ہوئی ہے، بچوں نے بہت سے کاغذات میری عدم موجودگی میں جلائے بھی ہیں۔ غالباً انہیں کاغذات میں مکاتیب کا وہ لفافہ بھی نذرِ آتش ہوگیا۔ جو اور کاغذات کے ساتھ بید کی ایک کنڈی میں رکھا ہوا تھا۔

صرف ایک مکتوب جو میرے صندوق کی جیب سے دستیاب ہوا جس کی نقل میں آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔ یہ مکتوب میرے عریضہ کے جواب میں حضرت اقدس نے مدینہ منورہ سے تحریر فرمایا جس پر ۴-۴-۸/۷ کی تاریخ

پڑی ہوئی ہے بقلم مولانا حبیب اللہ صاحب ۔

باسمہٖ سبحانہٗ

عنایت فرمائم جناب الحاج مولانا معین الدین صاحب مدفیوضکم !

بعد سلام مسنون ؛ آپ کا ایر لیٹر پندرہ ربیع الثانی کا ۲۳ ربیع الثانی کو پہونچا ۔ مژدۂ عافیت سے مسرت ہوئی ۔ میری طبیعت تو آنے کے بعد ہی سے خراب چل رہی ہے ۔ اس سے مسرت ہوئی کہ کھجور کی ڈبیہ پہونچ گئی ۔ ایک خط لکھ کر پھر نقل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، اگر کچھ غلطی ہو جاتی تو کیا حرج تھا ۔

اس سے بہت مسرت ہوئی کہ صبح کو یکسوئی کے ساتھ ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے مگر مسجد ہندوؤں کے درمیان میں ہے کوئی خطرہ تو نہیں ہے ۔

آپ بہت اچھا کرتے ہیں کہ آپ مغرب کے بعد کا وقت اپنے بچوں کی تعلیم پر صرف کرتے ہیں یہ صحیح ہے کہ بچوں کی تعلیم بغیر نگرانی کے نہیں ہوتی ۔

آپ نے اپنی بچی کو عربی شروع کرادی میرے خیال میں تو مناسب نہیں ہے، اس واسطے کہ عورتوں کو شادی کے بعد گھریلو مسائل اتنے لگ جاتے ہیں کہ انتہا نہیں ۔ ان کے لئے تو جتنی زیادہ توفیق اور مدد ہو سکے اردو کی کتابیں زیادہ سے زیادہ پڑھائی جائیں تاکہ جتنے مسائل معلوم ہوں وہ محفوظ رہ سکیں ۔

نواسی کے تولد کی خبر سے بہت مسرت ہوئی اللہ تعالی مبارک فرمائے اس کو رشد و ہدایت علم و عمل اور وسعتِ رزق کے ساتھ

والدین کے ظلِّ عاطفت میں عمر طبعی کو پہونچائے (میمونہ نام مناسب ہے)۔

مجھے خواب میں صحت مند تو نہ معلوم کتنے احباب دیکھ رہے ہیں تعبیر سمجھ میں نہیں آتی کہ کیا ہے میں تو امراض ہی کی طرف بڑھتا جارہا ہوں ۔ اس مرتبہ تو ہندوستان سے آنے کے بعد بخار وغیرہ کا سلسلہ چل رہا ہے ۔

آپ نے جو لکھا مبارک ہے اللہ تعالی آپ کو اپنی رضا اور محبت زیادہ سے زیادہ عطا فرمائے ۔

آپ میرا سہارا کب تک ڈھونڈیں گے اپنا مستقل جما ذکر و ، میرے یہاں کے معمولات جہاں تک ہو سکے اس کے پھیلانے کی سعی کرو اہلیہ اور بچوں سے سلام و دعوات کہہ دیں

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب

۴/۴/۷۵ھ مدینہ منورہ — بقلم حبیب اللہ

اعتکاف میں طالب علم کی پٹائی

دار جدید کے رمضانوں میں سے ایک رمضان کا قصہ ہے کہ میری طبیعت مضمحل رہا کرتی تھی ، تعب و تکان کے ساتھ ساتھ بدن اور سر میں درد رہا کرتا تھا ۔ بندہ احباب کے اصرار کے باوجود اپنے ساتھ رمضان گزارنے کے لئے کسی کو ساتھ نہیں لے جایا کرتا تھا ۔ میں لوگوں کے اصرار پر صاف کہہ دیا کرتا تھا کہ خط لکھ کر خود اجازت حاصل کرو پھر جاؤ ۔ مگر اس رمضان میں صحت کی خرابی کی وجہ سے ایک رفیق بے تکلف کی ضرورت محسوس ہوئی جو

کبھی کبھی تیل کی مالش کر دیا کرے۔

میں نے بنگال کے ایک طالب علم مولوی صادق علی بیربھومی کو خط لکھکر مراد آباد سے بلالیا تھا۔ حضرت کے یہاں دستور تھا کہ شب کو بارہ بجے جانیوالے باہر چلے جاتے تھے اور صدر دروازہ مقفّل ہوجایا کرتا تھا۔ شب کو بارہ بجے سے تین بجے تک حضرت کو لوگوں کا چائے نوشی وغیرہ کرنا بہت ناگوار ہوتا تھا، حضرت چاہتے تھے کہ ان مبارک ساعتوں میں لوگ انہماک کے ساتھ مشغول رہیں اور اگر کسی کو تحمّل نہ ہو تو سو جائے۔

بندہ تلاوت میں مشغول تھا، پتہ نہیں چلا اس نووارد طالب علم نے دوسرے یا تیسرے روز شام کا کھانا نہیں کھایا تھا اور بارہ بجنے کے بعد دارجدید کے حجرے کی کھڑکی سے چائے خرید کر پی لی، حضرت کو اپنے انتظامیہ افراد کے ذریعہ اس کی اطلاع پہونچ گئی۔ حضرت نے اس کو اپنے معتکف میں بلوایا اور اپنے نورانی ہاتھوں سے دو یا تین دھپ لگائے۔ اور جب بعد میں حضرت کو معلوم ہوا کہ یہ طالب علم نووارد ہے اور مولوی معین الدین کا خادم ہے تو حضرت نے مجھے بھی بلوایا میرے تلے زمین نکل گئی مگر حضرت نے بڑی شفقت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ تیرا خادم ہے اور نووارد ہے۔ پھر حضرت نے اس پر بھی بڑی شفقت فرمائی اور پانچ روپے عنایت فرمائے جو اس طالب علم کے پاس اخیر زمانۂ طالب علمی تک محفوظ رہے۔ بعد کا علم نہیں۔

تصوّف کی تعلیم سے پہلوتہی پر تنبیہ

حضرت کی مجلس میں میرے کتاب پڑھنے کی وجہ سے آنے جانے والے مجھے ملاقات کا ذریعہ بناتے تھے میں اکثر لوگوں کو مخصوص خدّام کی جانب متوجّہ کر دیا کرتا تھا جو اس کام کے لئے گویا حضرت کی طرف سے مقرر کردہ ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ کلکتہ سے ایک صاحب بھائی صادق رمضان گزارنے کے لئے سہارنپور آئے۔ ان کو بیعت اور سلوک کی تعلیمات پر کچھ اشکالات تھے، وہ حضرت سے گفتگو بھی کرنا چاہتے تھے اور ذکر بھی سیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے مسلسل اصرار کے بعد ایک روز میں ان کو لیکر ہمت کر کے حضرت کے معتکف میں پہونچا اور ایک ہی دو جملے کہنے پایا تھا کہ حضرت نے تنبیہ فرمائی کہ

"تم نے خود ان کو مطمئن کیوں نہیں کر دیا اور خود ذکر کیوں نہیں سکھا دیا۔ ہم نے تم کو کیوں اجازت دی ہے اور تم کو بیعت کرنے کے متعلق لکھا بھی ہے، کیا اس کے لئے کوئی دستاویز لکھ کر دوں"

اور صادق بھائی سے فرمایا کہ:

"آپ انہیں سے گفتگو کر لیں اور انہیں سے ذکر سیکھ لیں"

حضرت اقدس کی یہ تنبیہ بھی اعلیٰ درجے کی تربیت تھی اور رِجال سازی جس کی فکر حضرت اقدس کو ہمیشہ رہی، اور نہ معلوم کتنے ہزار افراد کو حضرت اقدس کے اسی اندازِ تربیت نے کام کا آدمی بنا دیا۔ یہ واقعہ بھی اسی شعبے کا ایک جُز تھا۔

رمضان میں اپنا کام کیجئے

ایک مرتبہ مولوی عبدالرزاق صاحب پٹنہ سے آئے ہوئے تھے اور مولانا اسعد صاحب مدظلہ کی خانقاہ میں دو عشرہ گزار کر آئے تھے، آخری عشرہ حضرت شیخ کی خدمت میں گزارنا طے کیا تھا۔

جب ایسے حضرات، حضرت اقدس کی خانقاہ میں آتے تو میرا جی چاہا کرتا تھا کہ ان کی حضرت سے ملاقات ہو جائے، محروم واپس نہ جائیں۔ انہوں نے کئی مرتبہ مجھ سے کہا کہ حضرت سے ملاقات کرا دیجئے۔ میں خدام ادب کے حوالے کرتا رہا۔ ایک روز میں نے وعدہ کر لیا اور ہمت کر کے معتکف میں پہونچ گیا۔

قُبیل عصر کا وقت تھا، میں نے جوں ہی بات شروع کی تو ڈانٹ پڑی اور فرمایا کہ:

"عزتِ نفس کے لئے آپ ذریعہ بنتے ہیں وہ خود براہِ راست کیوں نہیں ملتے؟"

میرے ہوش و حواس غائب ہوگئے۔ پھر فوراً شفقت فرمائی اور ارشاد فرمایا:

"اپنے کام میں لگئے دوسروں کی فکر نہ کیجئے"

ان دو واقعات کے بعد میں اس سلسلے میں اتنا محتاط ہوگیا تھا کہ اگر کوئی میرا عزیز قریب بھی ہوتا تو اس کو خدامِ ادب کے حوالے کر دیا کرتا تھا خود واسطہ نہیں بنا کرتا تھا۔ غالباً حضرت کا منشاءِ مبارک یہ تھا کہ جو جس کام کے لئے مقرر ہے وہی اس کام کو انجام دے بقیہ لوگ اپنے اپنے کام میں لگے رہیں۔ کیونکہ ہر ایک کی ترقی اس کے متعلقہ امور ہی سے وابستہ ہوتی تھی۔

مادی عطایا

دارِ جدید کے ایک رمضان میں حضرت اقدس نے معتکف میں بلا کر مجھے ایک لفافے پچاس روپے عنایت فرمائے اور ایک شیشی عطر کی۔ یہ حضرت اقدس کا از قسم نقود پہلا عطیہ تھا۔ مجھے کچھ حیا سی آئی، تو حضرت نے فرمایا:

"یہ کیا ضروری ہے کہ مرید ہی اپنے پیر کو ھدیہ دے"۔

میں نے حضرت اقدس کے مبارک ہاتھوں سے دونوں ہدیے لے لئے۔

عطر تو استعمال کر لیا اور یہ لفافہ جوں کا توں میرے صندوق میں محفوظ ہے۔

پھر ایک رمضان کے پہلے عشرہ میں دو سو روپے عنایت فرمائے اور ارشاد فرمایا کہ:

"میں ماہِ مبارک میں لوگوں کو بادام وغیرہ کے استعمال سے منع کرتا ہوں مگر تجھے حکم دیتا ہوں، بادام کھایا کر"۔

یہ وہ ماہِ مبارک تھا کہ جس میں علاوہ بعد عصر و بعد تراویح بعد فراغِ طعام مجلسِ خصوصی میں بھی کتاب ہوا کرتی تھی اور بندہ ہی پڑھا کرتا تھا۔

پھر ہر رمضان میں کبھی دو سو، کبھی چار سو، کبھی اس سے زائد عطا فرماتے رہے حتی کہ پاکستان فیصل آباد کے رمضان اور ساؤتھ افریقہ اسٹینگر کے رمضان میں حضرت اقدس نے مالی عطایا سے نوازا۔

جاؤ بچوں کے ساتھ گھر پر عید کرو

حضرت اقدس قدس سرہٗ کا باوجود کبھی کبھی بدنی خدمت اور سر میں تیل کی مالش کے اندازِ تربیت اس طرح رہا ہے کہ عادتاً بے تکلف نہیں بنایا۔ کبھی کبھی بے تکلف فرما کر شفقت آمیز گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ کبھی کوئی اہم مکتوب یا کوئی رسالہ یا کوئی خاص مضمون عام مجمع کو سُنانا ہوتا تو معتکف میں بلا کر شفقت و محبت کے ساتھ فرماتے کہ "پیارے اسے پکار کر سُنا دیجیو!" ایسے مواقع بہت پیش آئے ہیں۔

ماہِ مبارک میں میرا دستور یہ تھا کہ حضرت کے ساتھ عید کی نماز پڑھ کر اپنے وطن گونڈہ جاتا اور گیارہ شوال کو مدرسے میں حاضر ہوجاتا۔

شعبان میں میری اہلیہ کا انتقال ہوا۔ اس رمضان کے تیسرے عشرے کے شروع ہونے سے پہلے مجھے معتکف میں بلایا اور فرمایا کہ:

"تم آخری عشرے کے اعتکاف کی نیت نہ کرنا عید بچوں میں کرنی ہے"۔

پھر ستائیس رمضان کو بلایا اور فرمایا کہ:

"پیارے! میں نے تجھے ایک قصہ سُنانے کے لئے بلایا ہے" اور وہ یہ ہے کہ:

"حکیم ننھو میاں گنگوہی کی اہلیہ کا انتقال ہوا تو وہ حضرت اقدس حضرت مدنی کی خدمت میں جا پڑے اور عید وہیں کرنی چاہتے تھے

حضرت اقدس حضرت مدنی نے ان سے فرمایا کہ آپ گنگوہ شریف ہی
میں جاکر عید کیجئے آپ یہاں رہیں گے تو بچوں کی عید کس طرح ہوگی"۔
"تو میں بھی تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جاؤ گھر پر بچوں کے ساتھ عید کرو۔"

قربان جائیے حضرت اقدس کی شفقت وعنایات پر کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کا بھی کس طرح خیال رکھا اور ہر امر میں اکابر کی اتباع کا کس قدر جذبہ تھا کہ اولاً حضرت اقدس حضرت مدنی کا یہ واقعہ سنایا پھر بچوں میں عید کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت کا فیضان

شروع شروع میں حضرت اقدس سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کے بعد حضرت اقدس کی مجلس میں خاموش متوجہ ہوکر بیٹھا کرتا تھا۔ حضرت اقدس کی توجہ اور فیضان کی برکت سے ذکر میں حلاوت اور لذّت محسوس ہونے لگی، پھر گھنٹوں بآواز بلند ذکر کرنے سے بھی تعب وتکان محسوس نہیں ہوتا تھا۔

حضرت اقدس کی شفقت وتوجہ میں تو کبھی کمی نہیں رہی مگر بندے کی نااہلی کی بنا پر مجھ پر یہ مثال بالکل صادق آتی ہے کہ کتّے کے دُم کی طرح زمانۂ طویل تک نلکی میں رہنے کے باوجود ٹیڑھی ہی رہی۔ یہی حال رہا کہ خداوند قدوس نے عرصۂ دراز تک حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری اور مسلسل ماہِ مبارک گزارنے کی سعادت عطا فرمائی مگر میں کورا کا کورا ہی رہا۔

البتہ حضرت اقدس نے جس بات پر اعتماد فرمایا اس میں حضرت اقدس کی جانب حضور وغیبت دونوں صورتوں میں متوجہ رہنا، دوازدہ تسبیح ذکر قلبی اور کثرت ذکر کا زیادہ دخل ہے۔ گو حضرت اقدس نے پاسِ انفاس اور مراقبے وغیرہ کی تعلیم بھی فرمائی، چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے ذکرِ اسمِ ذات جاری رہا کرتا تھا حتّٰی کہ لوگوں کو شکایت ہونے لگی تھی کہ مولوی معین الدین سلام کا جواب بھی نہیں دیتے

صرف اس پہلو کے پیش نظر کہ ان امور میں حضرت اقدس کا فیضان اور اظہار نعمت خداوندی ہے یہ چند جملے حکماً تحریر کردئے گئے ہیں ورنہ اپنا حال ہمیشہ یہ رہا کہ حضرت کے تمام لوگوں میں اپنے کو کمتر اور نااہل ہی پاتا تھا۔

حضرت اقدس سے تعلق قائم کرنے کے چند ماہ بعد مسلسل کئی خواب دیکھے تھے جن میں سے صرف ایک خواب یاد آرہا ہے جسے حضرت اقدس کی خدمت میں تحریر بھی کیا تھا۔ دیکھا کہ:

"حضرت اقدس نے اپنے نورانی ہاتھوں سے میرے بازو کو دبایا اور
پورے جسم سے ذکر جاری ہوگیا"

اس کے بعد حضرت نے نسبت کی تفصیلات واقسام بذریعہ مکتوب تحریر فرمائی تھی اور لکھا تھا کہ اصل نسبت اصلاحی ہے۔ اور ترقیات کے لئے دُعا سے نوازا اس وقت یہ اہم مکتوب بھی میرے پاس نہیں ہے جیسا کہ میں نے شروع میں تحریر کردیا ہے۔

خلافت

حضرت اقدس قدس سرہٗ نے مولانا احرار الحق صاحب فیض آبادی اور مولانا سجاد احمد صاحب جونپوری اور بندے کو ماہ مبارک ۱۳۸۸ھ دار جدید سہارنپور ستائیسویں شب میں تہجد کے وقت معتکف کے قریب بٹھا کر پھر معتکف کے اندر بلا کر اجازت مرحمت فرمائی اس وقت ایک پیلے رنگ کی جائے نماز بطور یادگار عنایت فرمائی تھی۔ دوسرے موقع پر ایک لُنگی اور ایک روئی والی جائے نماز عنایت فرمائی۔

اجازت دیتے ہوئے یہ نصیحت ووصیت فرمائی تھی کہ:

"نظام الدین سے جو تبلیغی کام چل رہا ہے اس کی تائید کرتے
رہنا اور اخلاقی حالت کو بہتر سے بہتر بنانے کی سعی کرتے رہنا"

اپنے اپنے مقام پر اعتکاف

ایک مرتبہ حضرت اقدس نے مدینہ پاک سے اپنے لوگوں کو خصوصیت کے ساتھ تحریر فرمایا تھا کہ "اپنے اپنے مقام پر اعتکاف کریں۔" یہ رمضان حضرت اقدس کا مدینہ طیبہ ہی میں گزرا تھا۔ بندے کو بھی ایک والا نامہ کے ذریعے مولانا نصیر الدین صاحبؒ کے مکتوب کے ساتھ تحریر فرمایا تھا کہ مراد آباد میں اعتکاف کرو، چنانچہ یہ رمضان میں نے مراد آباد محلہ تمباکو والان کی ایک بڑی مسجد میں اعتکاف کے ساتھ گزرا، حاجی عبد العلیم صاحبؒ کا مکان قریب تھا وہ بھی کتاب وغیرہ کی تعلیم میں برابر تشریف لاتے تھے اور تراویح کی نماز بھی حاجی صاحب نے یہیں پڑھی۔ تراویح میں قرآن کریم حاجی صاحب کے چھوٹے صاحبزادے حافظ قاری افضال عظیم نے پڑھا اور ماشاء اللہ بہت عمدہ پڑھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ ابھی تک حضرت حاجی صاحبؒ کو حضرت کی جانب سے اجازت نہیں ہوئی تھی۔

رسالہ بنام "قیمتی ہدیہ" کی تالیف

حضرت اقدس نے بندے کو کسی کتاب کی تالیف کا حکم نہیں فرمایا اور نہ بندے کو اس سلسلے میں مشورہ کرنے کی نوبت آئی۔

البتہ مراد آباد کے ایک اہم تبلیغی اجتماع کے موقع پر کتب احادیث کی مدد سے بعض احباب کے اصرار پر سفر و خورد و نوش وغیرہ کی سنتوں کو اور ادعیۂ ماثورہ کو دو تین یوم کے اندر جمع کیا تھا جس کا نام میں نے "قیمتی ہدیہ" تجویز کیا تھا۔ ہمارے مدرسے کے مہتمم مولانا باقر حسین صاحب نے اسے بہت پسند فرمایا تھا اور مدرسے کے شعبۂ تالیف کی جانب سے طبع کرا کر خدا کی راہ میں نکلنے والوں کو مفت تقسیم فرمایا تھا۔ اس رسالہ کو حضرت اقدس کی خدمت میں بھیجنے یا دکھانے کی ہمت نہیں ہوئی۔

تبلیغی کام کی تائید کے سلسلے میں حضرت اقدس کا ارشاد ذکر کر چکا ہوں مدارسِ دینیہ اور مکاتبِ قرآنیہ کے قیام و بقاء اور ترقیات میں بندہ مسلسل محنت کرتا رہا ہے۔ مگر حضرت اقدس نے احقر کو اس طرح کی کوئی ہدایت نہیں فرمائی۔

اکابر کے اتباع کی نصیحت

اتباع اکابر، صحیح نہج پر طلباء کی تربیت اور وقف میں احتیاط برتنے سے متعلق مدارس کے اساتذہ و منتظمین کو تقریباً ہر رمضان میں حضرت اقدس خصوصی نصیحتیں فرمایا کرتے تھے۔ "اکابر کا تقویٰ"، "اکابر کا اتباعِ سنّت" اور "آپ بیتی" میں ان مضامین کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس سلسلے میں جس قدر حضرت اقدس نے اپنے لوگوں کو نصیحت و وصیت تحریری و زبانی فرمائی ہیں اس کی نظیر مکمل طور پر اپنے علم و دانست میں کہیں نہیں پاتا۔

حضرت کی مختلف ادائیں

جب میں شروع شروع میں حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا تو عموماً فجر کی نماز کے بعد یہ دیکھا کرتا تھا کہ مراقبے کے وقت چہرۂ انور انتہائی منوّر اور تابناک ہوتا تھا تھوڑی دیر مراقب رہتے، چہرے پر بشاشت طلاقت اور مسکراہٹ ایسی رہتی معلوم ہوتا تھا کہ رب کریم کے عطایا کی بارش ہو رہی ہے اور خدا رحمت و مودّت کے ساتھ ہمکلام ہے اور آپ بھی مسکرا رہے ہیں جیسے محبوب کی گفتگو اپنے محب سے ہوتی ہے۔ یہی حال اکثر مشاہدے میں آیا۔ کبھی کبھی اس کا بھی مشاہدہ ہوتا تھا کہ جیسے حبیب اپنے محبوب سے محوِ گفتگو ہے۔

عموماً نوافل میں آپ طویل قرارت فرمایا کرتے تھے اور نیّت باندھنے کے بعد اس طرح ڈوب جایا کرتے تھے کہ ذرا سی بھی حسّ و حرکت نہیں ہوتی تھی۔

طویل قرارت میں اس طرح طویل حضور یہ حضرت اقدس ہی کا حصہ تھا۔ میں نے کسی بندۂ کامل کو بھی اس طرح مستغرق اور ڈوبا ہوا نہیں دیکھا۔

حضرت کا طرزِ تدریس

حضرت اقدس کے درس سے بھی بندے کو استفادہ کا موقع ملا ہے۔ مختلف سالوں کے مختلف اوقات کا اگر حساب لگاؤں تو کہہ سکتا ہوں کہ تقریباً پندرہ پارے بخاری شریف کے غیر مرتب طور پر پڑھنے کی سعادت بندے کو بھی رہی ہے۔

حضرت اقدس کا درس بہت جامع اور مختصر ہوا کرتا تھا۔ نقلِ مذاہبِ ائمہ میں آپ کا کوئی نظیر وثانی نہیں ہے۔ قوتِ حافظہ ہو تو نقلِ مذاہب آسان ہے مگر صحت کے ساتھ ہر امام کا مسلکِ راجح ان کی فقہی کتابوں سے نقل کرنا بہت مشکل کام ہے۔ یہ حضرت اقدس کی خصوصیت ہے۔ اب بھی اگر کوئی اس سلسلے کا اندازہ لگانا چاہے تو حضرت کی تصنیف "اوجز المسالک" سے اس کو پورا اندازہ ہو جائے گا۔

باوجود اس بات کے کہ درس میں حضرت کی تقریر مختصر ہوتی تھی مگر بخاری کے جملہ شروح کا عطر اور خلاصہ ہوتا تھا جسے آپ سادے الفاظ اور عام فہم انداز میں ڈھال دیا کرتے تھے۔ یہی طرزِ تدریس حضرت گنگوہی قدس سرہٗ اور حضرت شیخ الہندؒ کا بھی رہا ہے۔

حضرت اقدس اس سلسلے میں اپنے معاصرین سے متاثر نہیں ہوئے اور کہیں کہیں اپنی رائے اور اکثر حافظ ابن حجر کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے پیش فرماتے تھے۔

حضرت اقدس تو تواضعاً اسے چکی کا پاٹ فرمایا کرتے تھے۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ جہاں جہاں حضرت نے اپنی رائے فرمائی ہے وہ اس قدر وقیع اور وزنی ہے

کہ اس کے مقابلے میں کوئی بات نہ جچتی ہے نہ دل اس کو قبول کرتا ہے۔ شرحِ حدیث، تراجم ابواب اور رجال واسناد پر ہر جگہ ایسی مضبوط بات ارشاد فرمائی ہے کہ بڑے سے بڑے جبل علم کو بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

طبعی جُود وسخا

دسترخوان پر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ خدا عطا فرما رہا ہے اور آپ تقسیم فرما رہے ہیں، نہ خدا کی عطار میں کمی تھی اور نہ آپ کی فیاضی اور تقسیم میں۔ اور نہ ضیافت میں کبھی حضرت اقدس کی زبان سے یہ جملہ نہیں سنا کہ اتنے روپے کی فلاں چیز لاؤ، ہمیشہ کیلو سیر من کی بات ہوا کرتی تھی اتنے کلو لاؤ، اتنے سیر لاؤ، اتنے من لاؤ۔ محدود خرچ کرنے والا پیسے کا نام لیتا ہے اور عطیۂ خداوندی لٹانے والا چیزوں کا نام لیتا ہے پیسوں کو متعیّن کر کے چیزوں کو محدود نہیں کیا کرتا۔

خود کا طرز معاشرت گدایانہ تھا۔ رعب کے ذریعے خدا نے آپ کی مدد فرمائی تھی۔ پھر ہر امر میں اتباعِ سُنّت کا جذبہ اور غلبہ تھا۔ سراپا تواضع، ہر ایک کے ساتھ انداز تربیت جُداگانہ تھا۔ جس طرح خدا کی معرفت کے طرق ریت کے ذرات سے بھی زیادہ ہیں اسی طرح ہر ایک کے ساتھ اس کے مزاج کے لحاظ سے حضرت اقدس کا اندازِ تربیت بھی دیکھنے میں آیا

عشاء کے بعد کی مجلس

عشاء کے بعد کی مجلس میں کبھی کبھی بندے کو حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور کبھی حضرت نے خود طلب فرمایا ہے۔ بے تکلف خدّام ہوتے تھے، یہی وقت حضرت کا قدرے دماغی سکون اور خدّام ادب کے ساتھ بے تکلفی کا ہوتا تھا، اس وقت میں کسی ایسے شخص کا آنا ناگوار ہوتا تھا جس سے پُر تکلّف رہنا پڑے۔ اس وقت میں آپ مخصوص خدّام کی مختلف موسمی چیزوں کے ساتھ پذیرائی بھی

فرماتے تھے ۔ کبھی سنگھاڑا ہوتا، کبھی مونگ پھلی چھیلا جاتا گھی میں تلا جاتا، مختلف انداز میں ذوق وشوق کے ساتھ تیار کراتے، خود بھی قدرے تناول فرماتے اور خدام ادب کی بھی اس انداز میں روحانی تربیت فرماتے ۔

تفریحی فقرے، اشعار وغیرہ خدامِ ادب بالخصوص مولوی عبدالرحیم متالا سورتی اور مولانا یوسف متالا کو زیادہ محفوظ ہوں گے کہ ان کے ساتھ حضرت کا اندازِ تربیت اوروں سے مختلف رہا ہے، اوروں نے بے سلیقہ یا باسلیقہ پیا ہے اور انھیں پلا گیا ہے ۔

چوٹ پہ چوٹ کھاکے جی زخم پہ زخم کھاکے پی
آہ نہ کر، لبوں کو سی، عشق ہے دل لگی نہیں
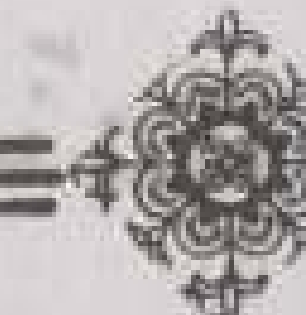
حضرت مولانا محمد یحییٰ مدنی صاحب زید مجدہم

اسم گرامی: محمد یحییٰ مدنی بن الحاج شیخ محمد یونس مرحوم ۔

پتہ: جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔
فون نمبر ۴۱۳۵۷۰

گھر کا پتہ: ۳/۳۶۷ بالمقابل مسجد رحمت عالم، بہادر آباد کراچی
فون نمبر ۴۱۹۸۰۵

ولادت: تقریباً مابین ۱۹۳۸ء سنہ ۱۹۴۰ء ۔
صحیح متعین معلوم نہیں

خاندانی مزاج: بندہ کا تعلق دہلی کی پنجابی برادری کے ایک تاجر گھرانے سے ہے ۔ اس برادری کا شعار صوم وصلوٰۃ کی پابندی، فریضۂ حج وزکوٰۃ کی ادائیگی، علماء کے ساتھ محبت، ان کے درس قرآن کے حلقوں میں بیٹھنا اور ان کی خدمت ومدارات کرنا رہا ہے ۔ اگر اس سے آگے بڑھے تو خاندان کے کسی ایک دو افراد کو قرآن پاک حفظ کرادیا ۔ بس ۔ اس کے علاوہ تجارت میں مشغولی وانہماک ۔ بچے اسکول میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ چھٹی کے بعد شام کو دکانوں پر بلالئے جاتے ہیں تاکہ بے کار فضولیات میں بھی نہ پڑیں اور ابتدا ہی سے تجارت گھٹی میں پڑے ۔

میرے دادا، تایا، والد، سب کے سب بسلسلۂ تجارت دہلی سے مشرقی پنجاب کے شہر لدھیانہ میں آکر اقامت پذیر ہوگئے تھے۔ میری پیدائش لدھیانہ ہی میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم

پانچ برس کی عمر میں ایک استانی صاحبہ کے پاس ناظرہ قرآن شریف پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا۔ جبکہ مجھ سے بڑے بھائی ایک ممتاز قاری صاحب کے پاس قرآن پاک حفظ کررہے تھے۔ بندہ کی طبیعت کا میلان اسکول کی طرف تھا چنانچہ بغیر تکمیلِ ناظرہ کے اسکول میں داخل ہوگیا۔ ایک دو سال بعد تقسیم ہند کا سانحہ پیش آگیا۔ جس کی وجہ سے والدین کے ہمراہ لاہور اور اس کے بعد مستقلاً کراچی آنا ہوگیا۔

حضرت رائے پوری کی زیارت

لدھیانہ میں ـــ جبکہ میری عمر پانچ، سات سال کے درمیان ہوگی ـــ ایک مرتبہ حضرت شاہ مولانا عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کی آمد ہوئی تھی۔ میرے بڑے ماموں مرحوم بھی ان کے ہمراہ تھے۔ بندہ کو بھی حضرت کی جائے قیام لے گئے تھے۔ اور تو کچھ سمجھ نہ تھی، صرف یہ یاد ہے کہ بہت سارے آدمی مسجد میں ٹھہرے ہوئے تھے، اور بہت سارے وضو وغیرہ کررہے تھے۔

تبلیغ میں شرکت اور تعلیم

کراچی میں آکر چوتھی جماعت میں پھر داخلہ لیا ۱۹۵۶ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا اور اسی دوران تبلیغی جماعت سے تعلق ہوگیا۔ اور یہ ہی تعلق بندہ کو دین کی طرف راغب کرنے والی سب سے پہلی شکل وحید تھی۔ اسکول کالج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کام سے بھی تعلق بڑھتا گیا۔ تین دن، چلّہ اور اس سے بھی زیادہ وقت لگانے لگا۔ یہاں تک کہ ۱۹۵۹ء کے شروع میں مستقل اس ہی کام میں لگے

رہنے کا ارادہ کرکے پاکستان کے تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں قیام کرلیا۔

حضرت کی پہلی زیارت

۱۹۵۹ء کے آخر میں رائے ونڈ سے نظام الدین دہلی حاضری ہوئی تو حضرت اقدس حضرت شیخ الحدیث قدس اللہ سرہٗ کی زیارت ہوئی۔ حضرت والا کا ظاہری و باطنی حُسن تو دیکھنے والے کو ایکدم فریفتہ وگرویدہ بنا ہی دیتا تھا، چنانچہ مجھ سیاہ کار کو بھی ایک قلبی محبت حضرت والا سے اسی وقت پیدا ہوگئی۔

پہلی بیعت

بندہ حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا اور مستقل تبلیغ میں تھا۔ اس بنا پر حضرت جیؒ کی عنایات بھی بہت تھیں۔

ایک خاص بات جو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ میں تھی وہ یہ کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے عاشق تھے اور دل سے مطیع تھے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا محسن عظیم اور اپنے تبلیغی کام کا سرپرست سمجھتے تھے۔

ایک مرتبہ جبکہ بندہ اور مولانا عبدالمنان صاحب دہلویؒ دوپہر کے کھانے کے بعد حضرت جیؒ کے پاس تھے اور حضرت آرام فرمانے کے لئے لیٹے تھے بندہ پیر دبا رہا تھا اور مولانا سر پر تیل لگارہے تھے۔ حضرت جیؒ نے فرمایا کہ (حضرت شیخؒ کے بارے میں):

”ہم ان بڑے میاں کے سامنے مرجائیں تو اچھا ہے۔ یہ کچھ ہمارے لئے توبہ استغفار کریں گے۔“

امامِ فن وامامِ وقت

پھر فرمایا کہ:

”میرے والد صاحب مولانا محمد الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

حضرت رائے پوری تو امام فن ہیں اور حضرت شیخ امام وقت ہیں "۔

سفر حجاز میں معیت اور روضۂ اطہر پر حضرت کی حالت!

۶۴ء کے حج کے سفر میں حضرت جیؒ حضرت شیخؒ پر یہی اصرار فرما کر ہمراہ لے گئے کہ آپ میرے لئے تشریف لے چلیں۔ مجھے آپ کی معیت کی ضرورت ہے۔

اس سال بندہ بھی حجاز حاضر ہوا تھا۔ اب تک وہ منظر سامنے ہے کہ یہ مبارک قافلہ مکہ مکرمہ سے مدینہ پاک دو تین گھنٹے قبیل الظہر پہنچا۔ مدرسہ علوم الشرعیہ میں قیام ہوا۔ مولانا اسعد مدنی مدظلہٗ العالی موجود تھے، اور حضرت شیخؒ سے عرض کر رہے تھے کہ یہ وقت حاضری کے لئے بہت موزوں ہے، روزۂ اطہر پر بھیڑ نہیں ہوگی۔ اور حضرت شیخ کا جواب تھا کہ بس یوسف کا انتظار ہے کہ حضرت جیؒ غسل فرمانے چلے گئے تھے۔ اور پھر حضرت جیؒ کو ہمراہ لیکر حاضری دی اور مخصوص طرز کی جسم میں دھڑ دھڑی کہ سارا جسم کانپ رہا تھا، اب تک آنکھوں کے سامنے ہے۔

مولانا یوسف صاحبؒ کی تمنا

عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت جیؒ حضرت شیخؒ قدس سرہٗ کے اعلیٰ مقام کی وجہ سے اپنے تبلیغی احباب، کام کرنے والوں، خاص کر پرانوں کے بارے میں دل سے چاہا کرتے تھے کہ وہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی صحبت میں وقت گزاریں۔ بعض کو بھیجتے ہوئے بھی دیکھا۔ مجھے خود فرمایا تھا کہ:

" سہارنپور چلے جانا اور جتنا جی لگے ٹھہر جانا۔ اللہ تعالیٰ متتع فرمائے "۔

میرے ایک دوست کو جن کا قیام رائے ونڈ میں ہی تھا اور حضرت جیؒ سے بیعت تھے اور ذکر و شغل کا اہتمام کرنے لگے تھے، تحریر فرمایا کہ:

" اپنے ذکر شغل کے احوال حضرت شیخ (قدس سرہٗ) کو لکھتے رہیں اور جیسے حضرت ارشاد فرمائیں اس پر عمل کرتے رہیں "۔

حضرت کی شفقتیں

بندہ نظام الدین میں حجرہ کے متصل پہلی صف کے کونے میں نماز پڑھتا تھا، اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کو بھی اس طرف سے مسجد میں آنے میں سہولت رہتی تھی، اس لئے بندہ حضرت والا کے لئے پہلی صف میں خوب وسیع جگہ رکھتا تھا۔ حضرت والا کا جسم بھاری تھا اور بندہ دبلا پتلا۔ بندہ تو حضرت والا کی آمد پر پیچھے دوسری صف میں ہٹ جاتا، حضرت والا سُنّت وغیرہ پڑھتے لیکن جب جماعت کھڑی ہوتی تو حضرت والا کھڑے ہو کر ذرا سا اپنے ایک طرف کو جھک کر اشارے سے مجھے بھی بلا لیتے۔ اور بندہ گویا کہ حضرت والا کی بغل میں کھڑا ہو جاتا۔

کھانے پر بھی یاد فرماتے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ:

" بھائی یحییٰ! پیارے تو کہاں، یہاں تو مال ہو رہا "۔

ایک دفعہ فیصل آباد ماہِ مبارک میں حضرت اقدس حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ایک دو شب کے لئے حاضر ہوا، غالباً یہ حضرتؒ کا آخری رمضان تھا۔ وہاں ذاکرین اور ذکر کی صدائیں دل کو بے خود کئے دیتی تھیں۔ حضرت کی زیارت و مصافحہ بعد نماز عصر خصوصی سفارش پر مولانا عبد المنان صاحب مرحوم خادم خاص نے کروائی۔ حضرت کی اتنی معذوری تھی کہ ہاتھ تک بھی مصافحہ کے لئے نہ اٹھا سکتے تھے، نہ کھڑے ہو سکتے تھے، لیکن تکبیر تحریمہ کے بعد عشق کی بجلی اور تعلقِ مولا کا کرنٹ قیام رکوع سجدہ سب کروا دیتا اور سلام پھیرنے کے بعد ویسے ہی بے جان۔ اللہ رے! قسمت۔ نہ جب شعور تھا کہ یہ کیا ہے اور نہ اب ہے۔ خداوندِ قدوس مرنے سے پہلے سمجھ

اور حقیقت نصیب فرمادے تو ان کا فضل و کرم ورنہ اپنے سے تو ....

تبلیغی سرگرمیاں

کالج میں انٹر سائنس تک تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد رائے ونڈ کا قیام کر لیا۔ ۱۹۵۹ء تا ۱۹۶۴ء رائے ونڈ، نظام الدین، حجاز، اردن، شام، عراق، کویت، بحرین، سوڈان، حبشہ جماعتوں کے ساتھ آنا جانا رہا۔

حضرت والا سے محبت کی وجہ سے ہندوستان جب نظام الدین کے قیام کے لئے جانا ہوتا تو راستے میں سہارنپور حضرت قدس سرہ کے یہاں چند یوم قیام کرتا اور کبھی نظام الدین کے دوران حضرت جیؒ کہیں سفر پر تشریف لے جاتے تو بندہ ہفتہ عشرہ کے لئے اجازت لیکر سہارنپور آجاتا تھا۔

سہارنپور کی حاضری

یہاں حضرت قدس سرہ کی عنایات خوب ہوتیں صبح چائے کے بعد کچے گھر کے کوٹھے پر حضرت کے دار التصنیف کے بالمقابل بیٹھ کر ذکر کرتا، ظہر تا عصر دو گھنٹے حضرت کے درس بخاری شریف میں اور عصر کے بعد عمومی مجلس میں شرکت رہتی۔ مغرب کے بعد حضرت والا کے پیچھے بیٹھتا۔ بخاری شریف کے درس میں حضرت والا سے نسبت کی اقسام اربعہ سُنی۔

مراقباتِ ثلثہ

ایک روز مغرب کے بعد تخلیہ لیکر مراقبہ پوچھا تو مراقبۂ معیت، دعائیہ اور اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ، ہر ۳ مراقبات کو مختصر بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ جس میں جی لگے کر لیا کرو۔

الغرض بندہ کو تو حضرت والا سے خوب محبت ہوگئی اور حضرت قدس سرہ بھی بندہ کو اچھی طرح پہچاننے لگے۔

حضرت جی کے وصال کے بعد حضرت شیخ سے بیعت

جیسے کہ عرض کیا کہ پہلی زیارت تو حضرت قدس سرہ کی نظام الدین میں ۱۹۵۹ء جبکہ بندہ کی عمر ۱۹ - ۲۱ سال کے درمیان ہوگی، ہوئی۔ لیکن بندہ حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا۔ ۱۹۶۴ء میں حضرت جی کا وصال ہوگیا۔ بندہ اس وقت مدینہ پاک میں تھا۔

۱۹۶۵ء میں حبشہ جماعت میں گیا، آخر میں حجاز واپسی ہوئی۔ ۱۹۶۶ء میں شام، اردن، پاکستان ہوتے ہوئے پھر واپسی ہوئی۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی مع حضرت قدس سرہ حجاز مقدس تشریف لائے تو اس وقت بندہ نے حضرت کے ایک بہت ہی قریبی عزیز کے واسطے سے اپنے تعارف کے ساتھ کہ میں سہارنپور حاضر ہوتا رہا ہوں بیعت کی درخواست کی۔ حضرت قدس اللہ سرہ نے جواباً کہلوایا کہ:

"میں اسے خوب جانتا ہوں، اس سے کہہ دینا کہ یوسف کی بیعت میری ہی بیعت تھی، کہ میں نے ہی اسے بیعت پر کھڑا کیا تھا، اب اگر تمہاری طبیعت میری طرف ہے تو خدمت کے لئے میں بھی حاضر ہوں۔"

پھر کیا تھا، دوسرے ہی دن بعد نماز فجر مدرسہ صولتیہ کے دیوان میں جہاں حضرت شیخ کی مجلس ذکر ہوتی تھی، حضرت والا نے الفاظ بیعت و توبہ کہلوائے ایک ساتھی نے عرض کیا کہ یہ ذکر بالجہر بھی کرتا ہے۔ ایک لمحہ کے لئے گردن جھکائی پھر سر اٹھا کر فرمایا "مبارک ہے کرتے رہو"۔

عرض کیا کہ ایک دفعہ خود تلقین فرمادیں اگرچہ میں پہلے سے کر رہا ہوں اور حضرت والا کے خدام کو کرتا ہوا بھی دیکھتا ہوں۔ فرمایا کہ "بہت اچھا"۔

دوسرے دن صبح تلقین فرمائی ۔ بس اس طرح غلامی میں داخل ہوگیا ۔

اب حضرت قدس سرہٗ کے قیامِ حرمین کے دوران مجلس ذکر اور مجلس عمومی میں ضرور شریک ہوتا ۔ اس کے علاوہ کے اوقات میں تبلیغی معمولات میں حصہ لیتا ۔

تبلیغی کام کی ابتداء کچے گھر کے کوٹھے پر !

رہی یہ بات کہ حضرت والا کا انتخاب بیعت کے لئے کیوں کیا ؟

تو اصل تو تقدیر ازلی ۔ دوسرے یہ کہ بندہ نے جو مشائخ حضرت رائے پوری اور حضرت جی رحمہا اللہ دیکھے ان کا وصال ہوچکا تھا ، حضرت قدس سرہٗ کی صحبت میں عنایات اٹھاچکا تھا ۔ اس کے علاوہ اکابرین نظام الدین حضرت قاری داؤد صاحبؒ ، حافظ اسماعیل ، مولانا عبیداللہ صاحب مدظلہما اور حضرت جیؒ کی صحبت سے حضرت قدس سرہ کی عظمت وعقیدت دل میں پیدا ہوچکی تھی

قاری داؤد صاحبؒ فرماتے تھے کہ حضرت شیخ کا تبلیغ کے کام پر بہت احسان ہے ۔ حافظ اسماعیل صاحب نے ایک مرتبہ فرمایا کہ :

" تبلیغ کے کام کی ابتدائی مجلس شوریٰ اکابرین کے درمیان کچے گھر کے کوٹھے پر حضرت شیخ کے دار التصنیف میں ہی ہوئی تھی "۔

اس سب سے بڑھ کر اپنے شیخ حضرت جی مولانا یوسف صاحبؒ کے یہاں حضرت شیخ قدس سرہٗ کی عظمت اور اعلیٰ مقام کا ہونا دیکھتا اور سنتا رہا ۔

مولانا یوسف صاحبؒ کا انقیاد وامتثال !

ایک دفعہ بنگلہ دیش (سابقہ مشرقی پاکستان) تبلیغی اجتماع طے تھا ۔ حضرت جیؒ کا تشریف لے جانا متعین تھا ۔ پاسپورٹ ویزا وغیرہ کی تکمیل ہوچکی تھی ۔ پاکستان سے ایک جماعت حضرت جیؒ کو لینے کے لئے نظام الدین

آئی ۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کو لیکر سہارنپور تشریف لائے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے یہ فقرہ نکلا کہ :

" پیارے یوسف تیرا اس وقت جانا میرے سمجھ میں آتا نہیں "۔

پھر کیا تھا طبیبِ قلب سفر منسوخ ، اور فطری وطبعی ملال کے آثار جو نمایاں تھے کے باوجود جماعت کو کہکر واپس کردیا کہ :

" جب تک حضرت شیخ مجھے جانے کا حکم نہیں فرمائیں گے میرا جانا اللہ کے لئے نہیں بلکہ اپنے نفس کے لئے ہوگا "۔

گویا کہ میرے شیخ اول حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ واعلی اللہ مراتبہٗ میرے اندر رجوع الی الشیخ قدس سرہ کی رغبت پیدا فرما گئے تھے ۔

شغل معاش اگر ضرورت ہو

چونکہ بندہ کا قیام حجاز میں ہی تھا ، پہلے ہی سال یعنی بیعت کے چند ماہ بعد ہی سہارنپور ماہِ مبارک گزارنے کے لئے حاضری ہوئی اور اس کے بعد بھی ایک چلہ حضرت کے پاس رہا ، چلتے ہوئے بندہ نے حضرت قدس سرہ سے یکسو ہوکر صرف ذکر شغل کرنے کی اجازت چاہی ۔ فرمایا کہ :

" معمولات کے اہتمام اور پابندی کے ساتھ تبلیغی کام میں بھی شرکت کرتے رہو "۔

معاش کے سلسلہ میں مدینہ پاک میں دو ایک گھنٹے پارٹ ٹائم کے طور پر ٹائپ کا کام کرنے کی اجازت چاہی ، فرمایا :

" فی الحال تو تمہارے لئے کسی مشغلہ کی رائے نہیں ۔ ہر شب جمعہ کو استخارہ اہتمام سے کرتے رہو "۔

مزید یہ فرمایا کہ :

"والدین سے جو کچھ ملتا ہے اس میں تدبیر و انتظام کے ساتھ اپنی ضرورتیں پوری کرو۔ دوسروں کو جب تک عطایا وغیرہ نہ کرو جب تک اللہ کی طرف سے تم پر ہدایا کا دروازہ نہیں کھلے۔"

سفر سہارنپور کے لئے قرض کی اجازت

مدینہ پاک سے خط و کتابت جاری رکھی۔ حضرت کے بھی شفقت نامے جواباً خوب آتے۔ اکمال الشیم وغیرہ کا پڑھنا، معمولات کی پابندی اور محترم بزرگ صوفی محمد اقبال صاحب زادمجدہٗ سے ملتے رہنے پر خوشی کا اظہار فرماتے بلکہ اس میں ازدیاد کے لئے گرامی نامے مشترک دونوں کے نام ارسال فرماتے۔

دوسرے سال ۶۸ء ماہِ مبارک میں سہارنپور کی حاضری کے ارادے کا اظہار کرکے عرض کیا کہ ویزے کی دشواری ہے اور سفر کے لئے قرض بھی لینا پڑے گا۔ مدینے پاک میں جواب آیا کہ:

"ویزے کی دشواری تو اہم بات ہے اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔ رہا قرض، تو تم دوستوں کو فکر نہ کرنا چاہئے۔ کہ اللہ تعالیٰ دارالکفر میں رہنے والوں کو بھی روٹی دیتا ہے۔ تم تو حرمین میں ہو"

اس جواب کو اجازت و ترغیب پر محمول کرکے تیاری شروع کی۔ بفضلہ تعالیٰ بسہولت قرض کا بھی انتظام ہوگیا اور ویزا بھی مل گیا۔ ع

میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے

مبشرات

اس سے پہلے مدینے پاک میں چند خواب دیکھے:

(۱) دیکھا کہ حضرت جی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب انعم اللہ علینا بطول بقائہٖ نے ڈانٹ کر بندہ کو ارشاد فرمایا کہ:

"جاؤ حضرت شیخ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی لیکر آؤ"

چنانچہ خواب ہی میں ایک انگوٹھی کا بطور نشانی ملنا یاد ہے۔

(۲) ایک روز بعد نماز فجر مدینہ پاک میں لیٹا تو جاگتے میں دیکھتا ہوں کہ گویا کہ میں حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ کے جسم میں ہوں اور سورج پوری روشن ٹکیا کی صورت میں میرے سرہانے کی طرف سے آسمان کی طرف اٹھ رہا ہے۔

(۳) دیکھا کہ کشمیر کی طرف جماعت میں گیا ہوں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک جگہ ہماری دعوت ہے۔ روٹیاں بغیر پکانے والے کے پکی پکائی تندور سے نکل رہی ہیں بندہ نے کھانے سے فراغت پر خواب میں ہی سوچا کہ کچھ تبرک اپنی اہلیہ اور والدین کے لئے مانگ لوں۔ پھر خیال آیا کہ سوال تو بری بات ہے۔ معاً یہ بھی خیال آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حرج نہیں۔ چنانچہ عرض کیا۔ ایک روٹی میرے پیالے میں ڈال دی گئی، جس نے عمدہ قسم کے شاہی ٹکڑے کی صورت اختیار کرلی۔ گویا کہ بندہ اوپر سے اونچان سے تیزی سے نیچے اترتا ہوا آیا، اہلیہ کھڑی انتظار کررہی تھیں۔ میں نے تبرک میں سے اہلیہ اور والدین کا حصہ لگایا۔

ماہ مبارک میں حاضری

الغرض ۶۸ء کے رمضان مبارک کیلئے سہارنپور ماہِ مبارک سے چند یوم قبل حاضری ہوگئی تھی۔ حضرت والا نے گلے سے لگایا۔ میری اس وقت دل سے یہ دعا تھی؛

"یا اللہ! جس طرح آپ نے ولی سے ملایا ہے ان کے واسطے سے اپنے سے ملا دیجئے"

ماہِ مبارک میں حضرت کے معتکف کے بالکل پیچھے خوب اہتمام کے ساتھ معمولات میں مشغولی رہی۔ آپس کی مجلس اور بات چیت سے خوب اجتناب رکھا۔ اس ماہ مبارک میں ایک خاص یہ بات نصیب ہوگئی تھی کہ ہر وقت

اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے حضوری کی کیفیت رہتی گویا کہ اللہ جل شانہٗ دیکھ رہے ہیں۔ اور جب نماز کی جماعت کھڑی ہوتی تو حضرت الحاج ابوالحسن مدظلہٗ اشارے سے پہلی صف میں حضرت والا کے پاس بلا لیتے۔ غالباً منشأ مبارک سے ہی بلاتے ہوں گے، پوچھنے پاچھنے کی زیادہ نوبت نہ آئی۔

تربیتی ارشادات

ایک مرتبہ معتکف میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کبر بہت ہے۔ فرمایا کہ:

"کس میں نہیں ہے۔ نکل جائے گا، کام کرتے رہو۔"

ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ ویرانہ مکان ہے اور بہت سے سانپ جگہ جگہ ہیں بندہ ان کو مار رہا ہے۔

ایک دفعہ حضرت والا سے عرض کیا کہ مجلس میں حضرت والا کے ارشادات سُن کر دل کی کیفیت بدل جاتی ہے اور مر مٹنے کے جذبات و عزائم پیدا ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ کیفیت ہمیشہ باقی نہیں رہتی (اس رمضان میں حضرت قدس سرہٗ مغرب اور عشاء کے درمیان کی مجلس میں خود کچھ واقعات اپنے اور کچھ اپنے اکابر کے سنایا کرتے تھے) ہنس کر فرمایا کہ:

"بھئی ہمارا تو جذبہ بھی نہیں بنتا۔"

اعتکاف میں ہی ایک دن عرض کیا کہ طبیعت چاہتی ہے کہ یکسوئی سے ایک عرصے تک حضرت والا کے پاس رہ لوں۔ فرمایا کہ:

"بھائی اصل تو کام ہے۔ البتہ اتنی بات ہے کہ کسی نہ کسی دھانے سے جڑنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ تم جڑے ہوئے ہو۔"

بندہ کیونکہ مستقل تبلیغ میں تھا۔ اس لئے ایک دن بندہ کو اور ایک خاص تعلق دار کو بہت اہتمام سے متوجہ کر کے فرمایا کہ:

"غور سے سنو! اگر کوئی شخص تبلیغ میں نہ لگتا ہو اور ذکر شغل کرتا ہو اسے حقیر نہ جانیو۔"

ماہِ مبارک بہت کیفیات اور انوارات کے ساتھ گزرتا رہا۔

شب قدر کا اعلان

اکیسویں[21] شب کی مغرب میں بارش ہوئی۔ حضرت والا پر جلال تھا۔ عشاء کے بعد تراویح و کتاب سے فراغ پر فرمایا کہ:

"پیارو! کچھ کر لو۔ آج شب قدر ہے۔"

معتکف کے اندر جا کر چند خصوصی خدّام جو تیل لگاتے اور بدن دباتے تھے ان کو بھی تھوڑی ہی دیر بعد رخصت فرما دیا کہ جاؤ کچھ کر لو۔ ایک خادم نے عرض کیا حضرت والا نے تو آج شب قدر ہونا فرمایا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ:

"مجھے تو مغرب کے فرضوں میں ہی خیال ہو گیا تھا اور پھر بارش نے میرے اس خیال کو اور مؤکد کر دیا۔"

سالکین و طالبین سب مشغول ہو گئے۔

خلافت

حسب معمول سحری شروع کی۔ سحر سے فراغ پر الحاج ابوالحسن آئے اور آواز دی کہ بھائی یحییٰ! حضرت یاد فرما رہے ہیں۔ بندہ معتکف میں حاضر ہوا حضرت قدس سرہٗ سبز عمامہ باندھے ہوئے مراقب تھے۔ الحاج احمد ناخدا افریقی ثم مدنی مدظلہ العالی قریب میں بیٹھے ہوئے تھے اور دو[2] زرد رنگ کے مصلے حضرت قدس سرہٗ کے سامنے رکھے ہوئے تھے۔ نیز پہونچنے پر حضرت قدس سرہ نے پوچھا کہ آ گئے اور اس کے بعد میرا اور الحاج احمد ناخدا صاحب کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ:

"اللہ جل شانہٗ نے مجھے جو حُسنِ ظن تم دونوں سے پیدا فرما دیا

ہے اس حُسن ظن کے ساتھ تم دونوں کو بیعت کی اجازت دیتا ہوں“۔

کچھ رقت طاری ہوئی تو تسلی فرمائی کہ :

” اللہ تمہاری بھی مدد فرمائے اور میری بھی مدد فرمائے “۔

ایک ایک مصلّٰی ہم دونوں کو عنایت فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ :

” یہ اس لئے ہے کہ تاکہ سلسلہ آگے چلے “۔

شرفِ خدمت

۶۹ء میں حضرت قدس سرہٗ طویل قیام کی نیت سے حجاز تشریف لائے ۔ تقریباً دس۱۰ ماہ قیام رہا۔

اس پورے قیام میں حضرت کے ساتھ ہی رہنا ہوا ، بلکہ الحاج ابوالحسن دو ماہ کے لئے ہندوستان گئے تو ان کی جگہ ہمہ وقت مستقل خدمت کی سعادت بھی نصیب ہوئی ۔ حضرت قدس سرہٗ نے خوب ہی اظہار خوشی، عنایات اور دعاؤں سے نوازا ۔ ایک دفعہ فرمایا کہ :

یہ ہر وقت میرے پاس مسجد نبوی میں بیٹھا رہتا ہے میں اس کی، اس کی اہلیہ اور اس کے والدین کی طرف سے صلوٰۃ وسلام عرض کرتا رہتا ہوں“۔

متوسلین کے لئے روضۂ اطہر پر سفارش

ایک دفعہ کہلوایا کہ :

” اہتمام سے کام کرتے رہو ۔ میں دوستوں کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ یہ میرے لونڈے ہیں ان سے کام لیا جائے “۔

سفارش قبول

رمضان بھی امسال نصف مکہ مکرمہ میں اور نصف مدینۂ پاک میں گزرا ۔ آخری عشرہ میں اعتکاف مسجد نبوی میں ہوا ۔ بندہ نے ایک روز خواب دیکھا کہ :

” ہم حضرت کے مہمانوں کو کھانا کھلا رہے ہیں اور ہم سے کہا گیا کہ تم لوگ اندر آ کر کھانا کھا لو ۔ چنانچہ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارکہ والے راستے سے اندر لے جایا گیا اور کھانا کھلایا گیا ۔ جالی مبارک کے اندر بیٹھ کر مقام کی عظمت کے خیال سے بہت ہی حیاء اور شرم محسوس ہوئی “۔

دینی عربی تعلیم کی بسم اللہ

اسی سفر میں بندہ نے حضرت سے ایک روز تخلیہ مانگا ۔ فرمایا کہ :

” تُو تو ہر وقت ساتھ رہے جب چاہے “۔

چنانچہ ایک روز بندہ نے عرض کیا کہ کالج کی تعلیم حاصل کی تھی اب علم دین پڑھنے کی خواہش ہے ۔ گزر اوقات وغیرہ کی تفصیل پوچھنے کے بعد خوشی سے اجازت فرما دی اور ایک روز اقدام عالیہ میں بسم اللہ کرائی ۔ میں نے عرض کیا صلوٰۃ وسلام میری طرف سے پیش فرما کر سہولت سے تکمیل کی دُعا بھی فرما دیں ۔ فرمایا کہ کر دی ۔

چنانچہ شوال ۷۰ء میں حضرت کی ہندوستان تشریف بری ہوئی ۔ بندہ مع اہلیہ و بچی کے کراچی آیا ۔

درس نظامی کی تکمیل

۷۰ء سے ۷۴ء تک جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں طالب علم رہا ۔ اس اثناء میں کئی مرتبہ عمرہ اور حج کے عنوان سے حجاز حاضری ہوئی ۔ حضرت کی برکت سے اہل مدرسہ خصوصاً حضرت شیخ الحدیث العلامہ محمد یوسف بنوریؒ بانی جامعہ نے بہت ہی شفقت اور عنایت فرمائی ۔ بخاری شریف آپ ہی سے پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔

حجاز مقدس واپسی

تعلیم سے فراغ پر رمضان ۷۴ء میں مع اہل و عیال کے پھر مدینے پاک واپسی ہوئی اور ہر وقت کا حاضر باش ہوگیا۔ مجلس ذکر، مجلس عمومی، حرم شریف کی نشست اور خدمت میں شرکت روزانہ کا معمول بن گیا۔ کبھی کوئی خواب عرض کر دیا کبھی کوئی ذاتی بات پوچھ لی۔

مدینہ طیبہ میں مکتب کا قیام

حضرت کے زیر سرپرستی اور مولانا عبدالحفیظ صاحب مکی اور صوفی محمد اقبال صاحب مدنی زاد مجدہما کی معیت کے ساتھ ایک مدرسہ تحفیظ القرآن کھولا۔ حضرت اقدس اس کے حالات خود بھی سنتے اور خوب ہی مالی اعانت فرماتے۔

دو تین سال تک مدرسہ رہا۔ اساتذہ بھی بدلے۔ ایک سال حضرت مولانا قاری امیرالدین صاحب خلیفۂ مجاز حضرت اقدس بھی مدرس رہے۔ لیکن اپنی ہی بداعمالیاں اور کچھ ملکی قوانین کہ مدرسہ بند کرنا پڑا۔

علم، تصوف، تبلیغ میں ترتیب مراتب

شروع میں تو حضرت والا مسجد نور کے ہفتہ واری تبلیغی اجتماع میں بندہ کا جانا بہت ہی ضروری فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ:

"میرے خیال میں تو اہتمام کر، اور اگر ارادہ نہ ہو تو کہیں خانقاہ لیکر بیٹھ"

میں نے عرض کیا کہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا:

"بڑے شوق سے"

اور فرمایا کہ:

"اپنے لئے تو میں سب سے پہلے درجے میں علم میں لگنا پسند کرتا ہوں

اور اس کے بعد تصوف و تبلیغ"

ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ:

"میرے اکابرین کا اصل مشغلہ تو پڑھنا پڑھانا رہا"

میرے پاس رہنا تبلیغ سے کم نہیں

آخری سالوں میں حضرت قدس سرہٗ بندہ کا اپنے پاس رہنا پسند فرماتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا:

"میرے پاس رہا کر تا کہ تجھے علم یا بزرگی کا فائدہ ہو"

میرے ایک خواب کی تعبیر میں ارشاد فرمایا کہ:

"میرے پاس رہنے کو تبلیغ میں ہی سمجھیو، کم نہ سمجھیو"

حضرت قدس سرہٗ کے علاوہ، سوائے تبلیغی کام کے کسی اور کام یا تنظیم سے کبھی مناسبت نہ ہوئی۔ اگرچہ اپنے حضرت کی جامعیت کی برکت سے ان میں سے بہت سوں کو حق اور ضروری سمجھنے لگا ہوں۔ خداوند قدوس سے دعاء بھی کرتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کسی اہل حق بندے کی یا کسی حق کام کی مخالفت نہ کرائے اور ان سے محبت کرنے والوں میں اٹھائے۔

اسفار میں رفاقت

۷۴ء کے بعد سے ماہِ مبارک ہمیشہ حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ گزارا اور منشأ مبارک بھی یہی پایا۔ حجاز، سہارنپور، فیصل آباد اور آخری رمضان اسٹینگر (جنوبی افریقہ) حضرت والا کے لندن کے پہلے سفر اور آخری حج، اور سہارنپور کے آخری سفر کے بعد بحالتِ علالت کراچی سے حجازِ مقدس کے سفر میں صحبت و رفاقت نصیب ہوئی۔

جامعہ بنوری ٹاؤن میں تدریس

افریقہ کے رمضان میں حضرت والا سے اپنے بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں کراچی قیام کے دوران جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں تدریس کا مشورہ کیا، خوشی کا اظہار اور اجازت فرمائی۔

دو سال سے جامعہ میں ابتدائی مدرسی کی خدمت پر مامور ہوا۔ حجاز مقدس کے اقامہ کے سبب سے سال میں دو ایک دفعہ حرمین کی زیارت بھی نصیب ہو جاتی ہے اور حضرت کے بعض خواص مقیمین کی ملاقات و صحبت بھی۔

کراچی میں اللہ تعالیٰ نے وسیع مکان عنایت فرمایا جس میں انہی کے فضل و توفیق سے ایک مدرسہ تحفیظ القرآن کھولا ہے۔ انشاء اللہ اس میں آگے ترقی ابتدائی کتب کی تدریس کرنے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

مادی اعانت وعطایا

حضرت کی مادی عنایات بھی مجھ سیاہ کار پر بہت رہیں۔

سہارنپور حاضری اور مدینے پاک کے قیام میں کھانے کا تو مستقل مہمان شیخ ابا قدس سرہٗ کے یہاں رہتا ہی تھا۔ آٹھ دس سالہ مدینہ کے قیام میں رات کا کھانا بجز بیماری یا کسی عذر کے گھر کھانا یاد نہیں۔

اس کے علاوہ نقد رقوم بندہ کے لئے، اہلیہ، بچوں کے لئے مختلف عنوانات سے ملنا خوب یاد ہے۔

ایک دفعہ جبکہ بندہ مدینہ پاک میں مکان تعمیر کروا رہا تھا۔ اور پیسے کی سخت تنگی و ضرورت تھی۔ یاد فرمایا اور کمرہ بند کر کے ارشاد فرمایا کہ:

"تم مکان تعمیر کروا رہے ہو پیسوں کی ضرورت ہوگی۔ میرے پاس

اس وقت یہ رقم ہے، فی الحال ضرورت بھی نہیں۔"

دس ہزار ریال صوفی اقبال صاحب المحترم سے (کہ وہ اس وقت حضرت کے خزانچی اور حساب کتاب رکھنے والے تھے) دلوائے۔ جو بندہ نے دو تین سال کے بعد حضرت کو ادا کئے۔

اس کے علاوہ ٹوپی، مصلّٰی، گرم چادر، جبہ، عطر، کمری، کتنی ہی چیزیں حضرت کی مستعمل، جو حضرت نے عنایت فرمائیں، یادگار ہیں۔
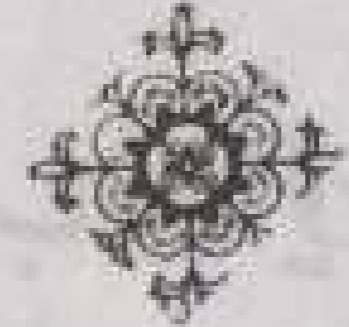
حضرت مولانا مفتی محمود داؤد یوسف صاحب زید مجدہم

رنگون - ۳ محرم ۱۴۰۳ھ

برادر مکرم و محترم جناب مولانا یوسف صاحب! زاد فضلہ و شرفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا - احقر بفضلہ تعالیٰ مع الخیر ہے - گرامی نامہ تحریر کردہ مورخہ ۲؍ ذوالقعدہ موصول ہوا، اب تک میرے پاس سوالنامہ نہیں پہونچا، گرامی نامہ بھی ۳؍ ذوالحجہ کو ملا -

اوّل تو میرے حالات ہی کیا ہیں جو لکھوں، مگر اخوان طریقت خصوصاً مولانا طلحہ صاحب و ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب و دیگر حضرات صلحاء نے ایک بات کو متفقہ طے فرمالیا ہے، اس کی تعمیل ضروری ہے -

سوالنامہ کے انتظار میں کافی وقت نکل جائے گا، اگر اس تحریر سے سوالنامہ کے جوابات مکمل ہوجائیں تو مناسب رہے گا ورنہ بلا تکلف تحریر فرمادیں -

۱۹۷۸ء سے قبل آپ سے غائبانہ محبت کا تعلق رہا - ۷۸ء میں پہلی بار لندن میں، پھر مدینہ منورہ کی ملاقات نے سونے پر سہاگہ کا کام دیا - اللہ تعالیٰ

آپ کے عزائم حقہ کو قبول فرماکر آپ کے درجات بلند فرمائے - آمین

حالات

ولادت میری پیدائش ۱۹۱۶ء کی ہے -

ابتدائی تعلیم قرآن کریم ناظرہ الف با سے حضرت مولانا عبد المجید صاحبؒ شاہجہاں پوری خلیفہ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ سے پڑھا - پھر اُردو اسکول میں تعلیم حاصل کرکے انگریزی کی تعلیم میں مشغول ہوا جماعت پنجم میں اوّل یا دوم آیا - اس وقت تک وہم بھی نہیں تھا کہ دینی تعلیم کی سعادت نصیب ہوگی -

چچا کی تمنا میرے والد صاحب الحاج داؤد ہاشم محمد شیث صاحبؒ مجاز صحبت حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ کے حقیقی چچا حضرت حاجی محمد یوسف صاحبؒ خلیفہ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہ، جو ولی کامل تھے، ان کی تمنا تھی کہ خاندان میں کم ازکم ایک کو عالم دین بنایا جائے -

حضرت موصوفؒ کی اولاد میں جب دیکھا کہ کسی کو اتنی رغبت نہیں ہے تو میرے والد مرحوم یعنی اپنے حقیقی بھتیجے سے فرمایا کہ:

"تم اپنی اولاد میں سے ایک کو کم ازکم عالم دین بناؤ"۔

—— والد صاحب مرحوم اپنے چچا کا اتنا احترام کرتے تھے کہ کوئی اپنے والد کا

میرا پتہ (چچا کے دفتر کا پتہ ہے): Mahmood Dawood Esoof
NO. 18-28 street Rangoon (Burma)

نہ کرے۔ علاوہ ازیں اپنے چچا کے بڑے عقیدت مند تھے ___ میرے چھوٹے بھائی مولانا حافظ سلمان صاحب مظاہری کا انتخاب ہوا۔

میرے لئے انگریزی کی تعلیم تجویز ہوئی۔ میرے اُستاذ محترم موصوف نے مجھے کچھ اس طرح سمجھایا کہ تم بھی دینی تعلیم حاصل کرو۔ میں تو مایوس تھا، عرض کیا کہ میرے بارے میں والد صاحب وغیرہ راضی ہوں گے یا نہیں؟! انہوں نے راستہ بتلایا کہ اپنے دادا سے کہو تمہارے والدان کی بات کو رد نہیں کریں گے۔
اس وقت میری عمر ۱۲ سال کی تھی۔ میں نے ان سے درخواست کی۔ پہلے انکار فرمایا کہ:

"میں نے ایک کا وعدہ لیا ہے۔"

میں نے عرض کیا کہ آپ کے حکم کو والد صاحب نہیں ٹالیں گے۔ دریافت فرمایا:

"تم نماز پڑھتے ہو؟"

عرض کیا کبھی پڑھتا ہوں کبھی نہیں۔ نماز کی تاکید فرما کر وعدہ فرمالیا۔ والد صاحب سے انہوں نے ذکر فرمایا۔ حسب معمول بادل ناخواستہ راضی ہو گئے۔ گھر تشریف لا کر مجھ سے فرمایا:

"تم ہندوستان جانا چاہتے ہو؟"

میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا:

"دال چپاتی کھانا ہوگی، آٹھ سال لگیں گے۔"

میں خاموش رہا۔ غرضیکہ پھر راضی ہو گئے۔

تعلیم الاسلام وغیرہ پڑھ چکا تھا اس میں ولی کا بیان تھا۔ جب حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے والد صاحب نے مشورہ لیا تو تحریر فرمایا:

"سہارنپور بھیجو"

میری عمر تیرہ ۱۳ سال کی تھی بالغ نہیں ہوا تھا۔ حافظ سلمان صاحب اور میں

۱۹۲۹ء میں جہاز سے کلکتہ پھر دہلی حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے ملکر براہِ شاہدرہ تھانہ بھون پہنچے۔

والد صاحبؒ نے فرمایا کہ:

"حضرت حکیم الامۃ ایک بڑے ولی ہیں، میرے مرشد ہیں، حاضری کے وقت دست بوسی کرنا۔"

اور مختلف نصیحتیں کیں۔ تھانہ بھون پہنچا تو حضرت کو دیکھ کر خیال ہوا کہ شاید حضرت کوئی اور ہوں گے۔ ذہن میں ولی کا نقشہ کچھ اور تھا۔ حضرت والاؒ ۱۹۲۰ء میں رنگون تشریف لائے تھے، تقریباً مہینہ بھر والد صاحب اور دادا صاحب کے مہمان رہے۔ مگر مجھے کوئی بات بوجہ کم عمری معلوم نہیں ہوئی۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی شفقتیں

البتہ غالباً ۱۹۲۴ء میں حضرت اقدس مولانا سہارنپوری قدس سرہٗ ہفتہ بھر کے لئے رنگون تشریف لائے۔ مگر میرے دونوں بزرگوں خصوصاً حضرت حاجی محمد یوسف صاحب کے اصرار پر پورا رمضان قیام فرمایا۔ والد صاحب کے باغیچہ میں قیام رہا فی الحال میرا مکان اس قطعۂ زمین پر بنا ہے جہاں حضرت اقدس سہارنپوریؒ مغرب کے بعد اوابین پڑھا کرتے تھے۔

عید کے روز عیدگاہ جانے کے لئے حضرت اقدس سہارنپوریؒ کو موٹر تیار ہونے کی خبر میرے ذریعہ بھیجی۔ حضرت کے چہرۂ مبارک پر خوب یاد ہے کہ انوار کی بارش ہو رہی تھی۔ سفید کرتا پاجامہ اور صافہ پہنے ہوئے عطر لگائے تھے۔ میں غالباً سات سال یا کچھ زائد کا تھا۔ جیسے ہی سلام عرض کیا دونوں دست مبارک بڑھا کر گود میں بٹھالیا اور جو عطر دست مبارک میں باقی تھے میرے کپڑے

پر ملنے لگے ۔ یہ خوب یاد ہے ، پھر انگریزی پڑھنے کے زمانہ میں سب بھول گیا تھا ۔ میں اور برادرم مولوی حافظ سلمان صاحب اکثر اپنی کلاس میں اوّل نمبر کامیاب ہوتے تھے ، کبھی دوم نمبر ۔

حضرت حکیم الامّت رح کی خدمت میں حاضری

غرضیکہ تھانہ بھون حاضر ہو کر حضرت والا کی خدمت میں غالباً تین۳ روز قیام ہوا ۔ ہم کو سہارنپور پہونچانے کے لئے ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رح نگران تھے ۔

اول الذکر اور حضرت موصوف دونوں حضرات ، حضرت مفتی اعظم کفایت اللہ صاحب رح کے بچپن کے ساتھی تھے ، تینوں حضرات دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۱۵ھ میں فارغ ہوئے ۔

تھانہ بھون سے حضرت اقدس حکیم الامت قدس سرہٗ کا رقعہ گرامی حضرت ناظم صاحب مولانا عبداللطیف صاحب رح اور ہمارے حضرت شیخ قدس سرہٗ کے نام تھا کہ :

" یہ دونوں بچے گویا میرے بچے ہیں ، حاجی صاحبان نے میرے مشورہ پر سہارنپور بھیجنا تجویز کیا ہے ، میں سفر کر سکتا تو خود داخل کرانے آتا ۔"

مظاہر العلوم میں داخلہ

حضرت والا کی تحریر کے سبب شروع سے دونوں حضرات اپنے اپنے رنگ میں توجہات سے نوازتے رہے ۔

شروع میں حمد باری ، آمد نامہ حضرت اقدس ناظم صاحب رح خود پڑھاتے تھے ۔ پھر درجہ فارسی میں داخلہ ہوا اور مولانا زکریا صاحب قدوسی ہمارے اتالیق مقرر ہوئے ۔ مدرسہ قدیم سے متصل ایک مکان کرایہ پر لیا گیا ۔

تعلیمی ذوق وشوق

دیگر رفقاء ، رنگون بھی ساتھ تھے ۔ میں ایک سبق مدرسہ میں پڑھتا ایک مولانا زکریا صاحب رح سے ، اس لئے امتحان دے کر اگلی جماعت میں شریک ہو جاتا ۔ اس طرح ہمارے بعض رنگونی رفیق چار سال مجھ سے پیچھے رہ گئے ۔ رمضان میں وطن آنا ہوتا تو ایک کتاب مولانا زکریا صاحب رح سے یا حضرت مولانا عبدالخالق صاحب سے پڑھ لیتا ۔

دادا صاحب رح کا حکم

میرے دادا صاحب کا حکم تھا کہ مہینہ میں یک بار جمعرات کی شام کو تھانہ بھون حاضر ہو کر جمعہ کی شام کو واپسی ہو ۔ فرمایا کرتے کہ :

" علم سے زیادہ اصلاح وتربیت کی ضرورت ہے ۔"

شروع میں میرا دل سہارنپور میں نہیں لگا تھا ۔ مگر حضرت حکیم الامّت سے روز بروز عقیدت ومحبت بڑھتی گئی ۔ برادرم حافظ سلمان صاحب حفظ کلام اللہ میں لگ گئے ۔

اول سال ہی میری ایک بڑی ہمشیرہ کا انتقال ہو گیا مگر ہمیں خبر نہیں دی گئی ، تعطیل میں گھر آئے تو معلوم ہوا ۔ والد صاحب کو صدمہ تھا تو حضرت اقدس حکیم الامّۃ کو تحریر فرمایا کہ ابتدائی کتابوں کا یہاں انتظام ہو سکتا ہے متوسطات میں بھیجیں گے ، مجھے خبر ملی میں نے حضرت کی خدمت میں خفیہ لکھدیا کہ حافظ سلمان رنگون میں حفظ کر سکیں گے ، میرے لئے تو سہارنپور تجویز فرمائیں ۔ حضرت نے والد صاحب کو بھی مشورہ دیا ۔

دوسرے سال رمضان میں میزان ومنشعب پڑھنے کی وجہ سے امتحان دے کر پنج گنج کی جماعت میں شریک ہوا اور ہدایۃ النحو بحث فعل تک پڑھ لیا پنج گنج ونحو میر مولانا اکبر علی صاحب رح سے اور شرح مائۃ عامل وہدایۃ النحو بحث فعل

مولانا امیر احمد صاحبؒ سے ۔ یہ دونوں حضرات تازہ تازہ فارغ ہوئے تھے ۔

۱۹۳۰ء میں فارسی کا پورا نصاب یعنی تا سکندر نامہ وغیرہ اور ہدایۃ النحو تا بحث فعل سے فارغ ہوا ۔ اس سال والد صاحبؒ چند مہینوں کے لئے بال بچوں کے ساتھ راندیر آئے ہوئے تھے لہذا تعطیل میں رنگون کی بجائے راندیر جانا ہوا ۔ مجھے پہونچانے مولانا زکریا صاحب قدوسیؒ بھی تشریف لے گئے ۔ دہلی میں شیخ رشید احمد صاحبؒ کے یہاں قیام تھا ۔ دوسرے روز فرنٹیر میل سے روانگی ہوئی ۔

حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ کی ہم رکابی کا شرف

حضرت اقدس مولانا مدنی قدس سرہٗ بھی اسی گاڑی سے راندیر جامعہ حسینیہ کے سالانہ جلسہ کی صدارت میں تشریف لے جا رہے تھے، حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ ہم دونوں بھی شریک سفر ہو گئے ۔

باوجودیکہ میرا بلکہ پورے خاندان کا گہرا تعلق تھانہ بھون سے تھا، اور ظاہر ہے کہ حضرت مدنیؒ اور حضرت تھانویؒ کے مذاق میں خصوصاً سیاسی مسلک میں شدید اختلاف تھا مگر مجھے حضرت مدنیؒ سے بھی الحمد للہ عقیدت و محبت تھی ۔

جب دیوبند حاضر ہوتا ضرور خدمت اقدس میں حاضری دیتا ۔ حضرت مدنیؒ بھی بڑی شفقت و محبت کا برتاؤ فرماتے ۔ راندیر تک بڑا پر لطف وقت گزرا والد صاحبؒ سے حضرت مدنیؒ کی بڑی بے تکلفی تھی ۔

اس وقت شیر گجرات حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ بقید حیات تھے ۔ جلسہ میں ڈابھیل سے حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ بھی تشریف لائے ۔ حضرت موصوف کی پہلی زیارت وہیں ہوئی ۔

اس سال رمضان میں مولانا احمد نور صاحب جو جامعہ حسینیہ کے شیخ الحدیث

تھے، ان سے ہدایۃ النحو بحث اسم پڑھ لیا ۔

حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب بھی رمضان میں راندیر تشریف لائے تھے ۔ تعطیل کے بعد حضرت میاں صاحبؒ کے ساتھ سہارنپور واپسی ہوئی ۔

ہدایۃ النحو کا امتحان دے کر کافیہ، قدوری وغیرہ میں شریک ہوا ۔ پورے سات سال میں دورۂ حدیث سے فارغ ہوا ۔

بخاری جلد۱ اور ابوداؤد شریف حضرت اقدس شیخ قدس سرہٗ سے، بخاری جلد۲ حضرت ناظم صاحبؒ سے، ترمذی و طحاوی حضرت مولانا عبد الرحمن صاحبؒ کاملپوری صدر مدرس سے، مسلم شریف حضرت مولانا منظور احمد خان صاحبؒ سے اور نسائی و ابن ماجہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ۔ مؤطئین کے بارے میں یاد نہیں کہ کن حضرت سے پڑھا ۔ مسلسلات کی اجازت حضرت اقدس شیخؒ سے ملی ۔

دورہ کے بعد آٹھویں سال پھر سہارنپور حاضر ہو کر متون کی کتابیں پڑھیں، اور بطور معین مدرس پنج گنج تا ہدایۃ النحو بحث فعل حصول برکت کے لئے پڑھایا ۔

اساتذۂ کرام کی توجہات

تمام عرصہ میں تمام ہی اساتذۂ کرام کی توجہات و دعائیں حاصل کرتا رہا ۔ حضرت قاری مفتی سعید احمد صاحبؒ سے خصوصی تعلقات رہے ۔ اسی طرح حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ صدر مدرس سے خاص تعلق رہا ۔ حضرت اقدس شیخ قدس سرہ سے بھی خصوصی تعلقات تھے، میرے سر میں درد ہوتا تو فوراً حاضر ہو کر حضرت سے دم کرواتا ۔

برما کے فارغین میں مجھ سیہ کار کو یہ خصوصیت و سعادت حاصل رہی کہ رنگون سے سال یا ڈیڑھ سال میں مظاہر علوم حاضر ہوا کرتا، تھانہ بھون کی حاضری بھی اسی طرح رہی ۔ حضرت اقدس میاں اصغر حسین صاحبؒ، حضرت اقدس مولانا مدنیؒ،

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحبؒ غرضیکہ تمام اکابر رحمہم اللہ کی دعائیں ملتی رہیں۔

حضرت حکیم الامۃ سے بیعت

میں جب راندیر سے ۱۹۳۱ء میں واپس آیا اور کافیہ کی جماعت میں شریک ہوا تو شیطان نے مجھے بہکا دیا کہ راندیر میں جامعہ حسینیہ ہے وہاں دو تین سال پڑھوں حضرت مولانا محمد حسین صاحبؒ نے ایک مرتبہ ارشاد بھی فرمایا تھا۔ سہارنپور پہونچکر واپس ہونا چاہتا تھا، حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کو میرے داداؒ نے اس کی اطلاع کردی۔ میں نے خیال کیا کہ مجھے سہارنپور چھوڑنا ہے، گو حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ طالب علموں کو بیعت نہیں فرماتے مگر مجھے عنایات کی بناء پر بیعت فرمالیں گے نہ اپنی زندگی کا ٹھکانہ ہے اور حضرت اقدس کی عمر شریف بھی کافی ہو چکی ہے، میں نے عریضہ برائے درخواستِ بیعت ارسال کردیا۔ حضرت نے جواباً تحریر فرمایا کہ:

"برخوردار! جب سے مجھے معلوم ہوا کہ تم سہارنپور کے قیام کو ترک کرنے والے ہو اس وقت سے مجھے رنج ہے اور رنج کی حالت میں بیعت کیسے ہو سکتی ہے؟"

فوراً تحریر کردیا کہ حضرت والا کے حکم کے بغیر سہارنپور ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ امید ہے کہ میری درخواست قبول فرمالیں گے۔ جواب آیا:

"دل خوش ہوگیا۔ تم میری اولاد کی طرح ہو جب بھی آؤ گے بیعت کرلوں گا۔"

چنانچہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر حاضر ہوگیا اور حضرت نے ایک مجمع کثیر کی موجودگی میں بیعت فرمالیا۔ اس کے بعد کبھی سہارنپور چھوڑنے کا ارادہ نہیں کیا۔ اس کے بعد

دو مرتبہ بیعت کی تجدید کا شرف حاصل ہوا۔

سند تجوید پر حکیم الامۃؒ کے دستخط

ہر ماہ حاضری ہوتی تھی اس لئے شرف تلمذ کا شوق ہوا۔ حضرت نے پندنامہ تجویز فرمایا۔ تبرکاً شرح وقایہ کا بھی کچھ سبق پڑھا۔ تجوید کی سند پہلے مل گئی تھی اس کو لیکر حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ حضرت مجھ سے قرآن سنکر اطمینان ہو تو برکت کے لئے سند پر دستخط فرمادیں۔ فرمایا:

"تمہارا قرآن کئی بار سن چکا ہوں سنانے کی ضرورت نہیں۔"

چنانچہ تجوید کی سند پر تحریر فرمایا:

انا ادعو ایضاً لحامل السند بالبرکۃ الظاہرۃ و الباطنۃ۔ انا الاحقر اشرف علی التھانوی من تلامذۃ الشیخ عبداللہ المکی۔

ایک عجیب بات یہ تھی کہ مجھے کبھی ڈانٹ نہیں پڑی، حالانکہ حضرت کی ڈانٹ کا ہمیشہ منتظر رہتا تھا کہ میرا مزاج درست ہو۔

بے ریش کو خانقاہ میں سونے کی اجازت نہیں تھی۔ ایک مرتبہ باہر جگہ نہیں ملی، عرض کیا تو فرمایا:

"چھوٹے گھر میں سے (یعنی ہماری چھوٹی پیرانی صاحبہ) سفر میں گئی تھیں آج گھر میں تنہا رہوں گا تم بھی وہیں سو جاؤ۔"

مجھے ہمت نہیں ہوئی۔ ارشاد فرمایا:

"کیوں ڈرتے ہو؟"

پھر کچھ سکوت کے بعد ارشاد فرمایا:

"تم خانقاہ میں سو جاؤ۔"

عرصہ سے تمنا تھی کہ خانقاہ کے ذاکرین کا ذکر سننے کا موقعہ ہوگا۔

میری درخواست پر کل چار اشخاص کو مختلف زمانوں میں بیعت فرمالیا حالانکہ بعض میرے اکابر کی سفارش پر فرمایا کہ :

"اس معاملہ میں صاحبِ معاملہ براہِ راست تعلق پیدا کریں"۔

غرضیکہ مجھ سیہ کار کو اپنی زندگی میں تقریباً اسّی سے زائد مرتبہ حضرت اقدس حکیم الامت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کا موقعہ نصیب ہوا۔ دورہ کے سال ۱۲ر شعبان سے خانقاہ میں ۵ یا ۷ رمضان تک قیام کیا اور جنگ کے دوران تقریباً ایک مرتبہ دو ہفتہ قیام کیا۔

میں ۱۹۲۹ء میں مظاہر علوم داخل ہوا۔ حمد باری آمد نامہ سے شروع کیا، ۱۹۳۵ء میں دورہ سے فارغ ہوا۔ ۱۹۳۶ء میں فنون کی کتابیں اور بطور معین مدرس ایک سبق مدرسہ کا پڑھاتا رہا۔

مدرسہ مظاہر علوم کے تمام اساتذہ خصوصی طور پر توجہ و محبت فرماتے تھے، کسی استاذ کو ناراض نہیں کیا۔ بفضلہ تعالیٰ مجھے شروع طالب علمی کے زمانہ سے اپنے بزرگوں اکابر سے دلی محبت رہی جس کا علم میرے خاص استادوں کو بھی تھا۔

ایک مرتبہ میرے ایک استاذ مرحوم نے حضرت اقدس مولانا میاں سیّد اصغر حسین صاحب قدس سرہٗ سے پہلی مرتبہ ملاقات کرا کر مجھ سے فرمایا:

"یہ حضرت بھی اپنے اکابر میں سے مقدس ہستی ہیں"۔

بعد میں راندیر میں جبکہ میں شرح مائۃ عامل پڑھ چکا تھا حضرت موصوف سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا پھر تو حضرت کی خصوصی عنایات میں اضافہ ہوتا رہا۔

حضرت رائپوری کی خدمت کا شرف

اسی طرح ایک مرتبہ میں اپنے مکان سے سہارنپور میں مسجد قدیم کی طرف جا رہا تھا اور میرے شیخ حضرت اقدس شیخ الحدیث رحؒ مسجد سے نکل رہے تھے، آمنا سامنا ہوا تو فرمانے لگے :

"تم کسی ضرورت میں مشغول تو نہیں ہو"۔

میں نے عرض کیا کہ کوئی خاص کام نہیں ہے۔ فرمانے لگے :

"تو تم مہمان خانہ میں جاؤ حضرت اقدس مولانا رائپوریؒ آرام فرما رہے ہیں تم جا کر پیر دابو"۔

میں خوش خوش حاضر ہوا اور پیر دابتا رہا۔

غرضیکہ تمام حضرات سے محبت و علاقہ رہا، حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب رحؒ کو اس کا پورا علم تھا۔

حضرت مولانا الیاس صاحب کا امتحان لینا اور فقہ کی طرف توجہ

حضرت مولانا الیاس صاحب رحؒ بھی بہت شفقت فرماتے تھے۔ ایک تو حضرت رحؒ مظاہر علوم کے ابتدائی درجہ کے سرپرست خاص تھے، عموماً سالانہ امتحان لیا کرتے تھے۔ میرا تہذیب کا اور قدوری کا امتحان حضرت نے لیا، صبح تہذیب کا امتحان تھا، تہذیب خوب یاد و سمجھ سے پڑھی تھی، امتحان لیکر بہت خوش ہوئے شاباشی دی اور سب سے زیادہ نمبر دیئے۔ دوپہر کو قدوری کا امتحان تھا، حضرتؒ نے خیال فرمایا کہ قدوری آسان کتاب ہے اور حقیقت میں ہم بھی یہی سمجھے ہوئے تھے اس کا امتحان کچھ مشکل نہیں۔ خدا کی شان ایسی جگہ سے دریافت فرمایا کہ جس طرح جواب دینا تھا دے نہیں پایا۔ حضرت ناراض ہوئے کہ :

"فقہ سے بے اعتنائی برت رہے ہو؟ تم پاس تو ہو مگر تہذیب کا امتحان جس طرح دیا قدوری کا کیوں نہیں دیا؟!"

اس کے بعد سے فقہ کی طرف توجہ ہوئی۔

دوسری وجہ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ ہدایہ اولین میں رفیق درس رہے، مولانا موصوف صرف میرے ساتھ تکرار کیا کرتے تھے، اس بنا پر مولانا الیاس صاحب خصوصی توجہ فرماتے۔

حضرت مدنیؒ کے ہاتھ کا بوسہ

حضرت اقدس مولانا مدنی قدس سرہٗ سے بھی دلی عقیدت تھی۔ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتا کہ دست بوسی کروں مگر فوراً ہاتھ چھڑا لیتے۔ پھر میں نے متعدد مرتبہ قصداً دست بوسی کی کوشش نہیں کی۔ حضرت مدنیؒ کو خوب اطمینان دلا دیا کہ اب دست بوسی نہیں کروں گا، یہ میری مکاری تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت مدنیؒ سے ملاقات ہوئی تو ہاتھ اطمینان سے میرے ناپاک ہاتھ میں دیئے ہوئے تھے میں نے جھٹ بوسہ دے دیا۔

فراغت کے بعد بھی تمام اکابر کی ملاقات وزیارت سے مشرف ہوا کرتا تھا حضرت اقدس حکیم الامت قدس سرہٗ کے بعد میری خط وکتابت سب سے زیادہ حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ سے، دوسرے نمبر پر حضرت میاں صاحب قدس سرہٗ سے رہی۔

حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ کی طرف سے نیابتہً بیعت کا حکم

۱۹۴۷ء سے اہل برما نے حضرت شیخ قدس سرہٗ کی طرف یکے بعد دیگرے رجوع کرنا شروع کیا۔ بیعت خط وکتابت سے ہونے لگے، حضرتؒ نے ازراہِ حسنِ ظن بعضوں کو لکھا کہ:

"ذکر کا طریقہ محمود سے دریافت کرلو"

پھر ۴۸ء کے بعد سے یہاں کے علماء جن کی اکثریت نے مجھ سے کچھ پڑھا بھی ہے، ان سب نے بیعت کی تو مجھے حکم فرمایا کہ:

"تم ان سب کو میری طرف سے نیابتہً بیعت کرلو"

یہ سلسلہ جاری تھا مگر میں نے اس کو محدود رکھا۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ

اتفاق سے حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ رنگون تشریف لائے ہوئے تھے۔ بعض علماء نے مجھ سے کہا کہ برما میں اپنے اکابر میں سے کسی کے اجازت یافتہ نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مبتدعین سے بیعت ہو جاتے ہیں اس لئے آپ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب کی خدمت میں عرض کردیں کہ فلاں یا فلاں صاحب کو اجازت دیدیں، ماشاء اللہ دونوں عالم باعمل ہیں، ایک حضرت کے خاص شاگرد ہیں، دوسرے کی اصلاح کا تعلق حضرت سے رہا ہے۔

میں نے کہا کہ اپنے اکابر کا معمول یہ ہے کہ اس بارے کسی کی سفارش نہیں کی جاتی بلکہ قلبی واردات پر عمل فرماتے ہیں۔ بلکہ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے یہاں تو بیعت کی سفارش بھی مقبول نہیں ہوتی تھی اس لئے مجھے اس کی ہمت نہیں۔

مگر کہنے والے اہل علم کے اخلاص ودینی عہدوں کا بالآخر مجھ پر اثر ہوا۔ ایک روز تنہائی میں ہمت کر کے عرض کر ہی دیا۔ فرمانے لگے:

"ان دونوں کے متعلق بعض حالات کا انتظار ہے"

پھر کچھ دیر مراقب ہو کر مجھ سے فرمایا:

"تم کیوں بیعت نہیں کرتے تم کو میں اجازت دیتا ہوں"

میں نے عرض کیا کہ میں ہرگز اس کا اہل نہیں ہوں ۔ حضرت اقدس حکیم الامت قدس سرہٗ کی طرف سے مجاز صحبت ہوں یہی میرے لئے کافی ہے ، بلکہ میں اس کا بھی اہل نہیں ۔ مزید برآں حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہم کے حکم سے ان کی طرف سے نیابۃً ایسے لوگوں کو بیعت کرتا ہوں جو حضرت موصوف سے بیعت ہونا چاہتے ہیں ۔ اس پر پھر مکرر فرمایا :

"میں تم کو اجازت دیتا ہوں ۔"

پھر پاکستان جاکر بذریعہ گرامی نامہ بھی حکم بھیجدیا ۔ میں نے اس تمام واقعہ کو حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحبؒ کی خدمت میں اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ کی خدمت میں لکھ بھیجا ۔

حضرت شیخ الحدیث کی طرف سے اجازت

حضرت شیخؒ نے حسبِ معمول جواب میں تحریر فرمایا کہ :

"اب میری طرف سے بھی نیابۃً کی جگہ تم خود بیعت کرلیا کرو ۔"

حضرت شیخؒ کی خدمت مبارکہ میں پھر اپنی نااہلیت کو لکھا ۔ مگر حضرت نے یہی تحریر فرمایا کہ :

"اس سلسلہ کو قائم رکھو ۔"

گذشتہ سال مکہ شریف میں حاضر خدمت ہوا ، ضعف کے باوجود قریب بٹھاکر گفتگو آہستہ آہستہ فرماتے رہے ۔

برما کے حجاج جب واپس آئے تو مولوی حافظ شاہ صاحب خطیب سورتی جامع مسجد کے ہاتھ گرامی نامہ بھیجا ، اس میں تحریر فرمایا کہ :

"میں بہت ضعیف ہوگیا ہوں ، برما میں میرے تمام متعلقین کی خدمت

تمہارے ذمہ ہے ۔ مجھ سے خط وکتابت کی ضرورت نہیں ، تم دیکھ بھال کرو ۔"

اس وقت سے میرا ماتھا ٹھنکا ـــــ بس اسی پر ختم کرتا ہوں ۔ ـــــ

الحمد للہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کا سلسلہ جاری ہے ۔ یہاں حضرت کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ ہیں ان میں سے اکثر میرے ذریعہ حضرتؒ کے سلسلہ میں داخل ہوگئے ہیں ، بسٹم پسٹم خدمت کرتا ہوں مگر جیسا ہونا چاہئے ویسا نہیں ہوپاتا ۔

حالیہ خدمات

میرے ذمہ اتنے کام ہیں کہ فرصت نہیں ۔ اب ۶۷ سال کی عمر میں داخل ہوچکا ہوں ۔ عوارض بھی لاحق ہیں ۔

مرکزی جمعیۃ علماء اسلام برما کی صدارت ، مرکزی دارالافتاء کی خدمت ، جامعہ دارالعلوم کا کام ، بعض اوقاف ومساجد خصوصاً جامع سورتی مسجد وغیرہ کی تربیت یہ سب ایسے کام ہیں کہ ان کو چھوڑا نہیں جاسکتا ۔ دُعا فرمائیں کہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حکم کی صحیح معنی میں تعمیل کرنے کی سعادت نصیب ہو ۔

حضرت کی آخری ملاقات

ہاں ایک بات اور عرض کردیتا ہوں کہ میری آخری ملاقات وزیارت گذشتہ سال وسط ذوالقعدہ میں مکہ معظمہ میں ہوئی ، دوبار حاضر ہوا ۔ پہلی یا دوسری بار صاف طور سے مجھے یہ محسوس ہورہا تھا کہ حضرت اقدس سیدی وسندی حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں بیٹھا ہوا ہوں ۔

مجھے سوالنامہ اب تک نہیں ملا ۔ مگر تعمیل حکم میں لکھتا چلا گیا ۔ تھوڑا تھوڑا کرکے کئی روز میں اس تحریر کو پورا کیا ۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ کی عنایات وتوجہات کا برما میں مجھ سیہ کار کو جو شرف حاصل رہا وہ میری خوش نصیبی ہے ولا فخر ۔

بس ہم تو اب بالکل یتیم ہوگئے ۔

امسال رابطہ کے اجلاس میں شرکت کے لئے پاسپورٹ نہیں ملا، حکومت کی طرف سے نہ اقرار نہ انکار۔ الحمدللہ کوئی افسوس نہیں ہوا۔ علاوہ ازیں ہر سال کی طرح کوشش بلیغ بھی حصول پاسپورٹ کے لئے نہیں کی، جن کی وجہ سے درحقیقت سفر کرتا تھا جب وہی ہماری نظر سے بظاہر اوجھل ہو گئے تو اس کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔

میں نے اوپر لکھا یا نہیں مجھے یاد نہیں۔ گذشتہ سال مکہ شریف میں حاضری پر میں نے عرض کیا کہ حضرت دس سال کی دعاؤں کے بعد ۱۹۷۸ء میں حضرت سے اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ سے ملاقات نصیب ہوئی اور دعا بھی صرف یہ تھی کہ باری تعالیٰ زندگی میں ایک بار کم از کم ان دونوں حضرات کی ملاقات کرا دے۔

۱۹۶۲ء سے ملاقات نہیں ہوئی تھی، یہاں عسکری حکومت نے پابندی لگا رکھی تھی ورنہ مجھے ۱۹۶۴ء سے رابطہ کا ممبر چن رکھا تھا مگر حکومت کی طرف سے رکاوٹ تھی۔ ۱۹۷۸ء میں حکومت کا طرز یکایک بدلا اور لندن کا سفر پیش آگیا۔ واپسی میں حضرت سے ملاقات مدینہ میں ہوئی — میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرما لیا۔ اس پر حضرت اقدس شیخ قدس سرہٗ نے مسکرا کر فرمایا:

"پھر اب تک کتنی بار ملاقات ہوئی؟"

عرض کیا کہ چھ بار۔ پھر دریافت فرمایا کہ:

"مولانا اسعد اللہ صاحب سے کتنی مرتبہ ملاقات ہوئی؟"

عرض کیا دو مرتبہ۔

حضرت قدس سرہٗ کی عنایتوں و توجہات و شفقتوں کو یاد کر کے دل بھر آتا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے بعد بہت سے اکابر کی شفقتوں و توجہات سے

مستفید ہوتا رہا مگر سب سے زیادہ حضرت شیخ قدس سرہٗ کی دعائیں حاصل رہیں۔ ہمیشہ عریضہ میں لکھ دیتا کہ حضرت جواب نہ دیں اس میں حضرت کو تکلیف ہوتی ہے؛ میں تو صرف دعا و قلب کی تسلّی کے لئے عریضہ بھیجتا رہتا ہوں مگر مجھے یاد نہیں کہ میرے کسی عریضہ کا جواب نہ ملا ہو۔

آخری حکم نامہ سے قبل خلاف معمول رمضان کے قریب مدینہ عریضہ ارسال کیا مجھے افریقہ کے سفر کی اطلاع نہیں تھی کمال شفقت و محبت کی بنا پر افریقہ سے اس عریضہ کا جواب ارسال فرمایا۔ غالباً مدینہ سے حضرت کی خدمت میں وہ عریضہ افریقہ بھیج دیا گیا ہو۔

آہ! ایسے شفیق استاذ و مرشد ثانی کہ اب دنیا میں کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے طفیل ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھے۔ اور حسن خاتمہ کی دولت نصیب ہو۔

تالیفات

مجموعہ ہفت سورہ وظائف: یہ پانچ متفرق کتبِ ادعیہ کا مجموعہ ہے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ سعد اللہ صاحبؒ نے نظر ثانی اور اصلاح فرما کر اس کی تصویب و تائید فرمائی ہے، اس کے صفحات ۱۳۱ ہیں۔

تعلیم الحج: یہ رسالہ دراصل "معلم الحجاج" کا خلاصہ ہے اور اس کی بہترین تلخیص ہے یہ کتاب متعدد مرتبہ شائع ہوئی ہے۔

مکرم ومحترم الحاج بھائی جمیل احمد صاحب

زید مجدہم

اسم گرامی جمیل احمد ولد مولانا عبدالعزیز صاحب

پتہ ادارۂ ملیہ ملک پیٹھ قدیم حیدرآباد دکن ۔ انڈیا ۔

ولادت ۲۵ر شعبان ۱۳۲۱ھ بروز جمعہ بمقام حیدرآباد ۔

ابتدائی تعلیم ابتدائی تعلیم اپنے ماموں کے یہاں رہ کر نظام آباد میں حاصل کی ۔ اور مدرسہ عالیہ اور شمس العلوم بدایوں سے مولوی کامل کی سند حاصل کی ۔ اور حیدرآباد میں منشی مولوی کے امتحانات پاس کئے ۔ میٹرک تک انگریزی پڑھی ۔

پھر پنجاب یونیورسٹی سے منشی فاضل، مولوی عالم، اردو آنرز کی ڈگریاں حاصل کیں ۔ نیز لاہور میں انٹرمیڈیٹ تک انگریزی تعلیم بھی حاصل کی ۔

نکاح بحمداللہ ، میرے مزاج اور نصب العین کے مناسب ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون سے ۱۳۴۸ھ میں میرا نکاح ہوا ۔ جنھوں نے میرے تعلیمی اور دینی مشاغل میں اپنی خداداد صلاحیتوں سے بھرپور تعاون کیا ۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے کم وبیش ایک سو خطوط ان کی صحت وسلامتی کی دعاوں اور

کارگزاری پر تحسین وآفریں کے کلمات سے مزین ہیں ۔

میرے دو لڑکے اور ایک لڑکی ادارے کے تعلیمی اور انتظامی امور میں میرا ہاتھ بٹا رہے ہیں اور ان سب کو حضرت شیخ قدس سرہٗ ہی سے بیعت کا شرف حاصل ہے ۔

زندگی کے خصوصی احوال اس ناکارہ کا دوسری دفعہ بدایوں کا قیام اس زمانے میں تھا جب ملک میں انگریزوں کے خلاف سیاسی بیداری پیدا ہو رہی تھی ۔ خلافت کی تحریک نے جنگ آزادی میں اتنی رُوح پھونک دی تھی شاہ عبدالقدیر صاحب اور مولانا عبدالماجد بدایونی کی وجہ سے ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۹ء تک اکثر زعمائے ملت مثلاً حکیم اجمل خان، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا آزاد سبحانی، مولانا حسرت موہانی، مولانا ابوالمحاسن سجاد صاحب امیر شریعت بہار، مسٹر محمد علی جناح، وغیرہم سے ملاقاتیں ہوتی رہیں ۔ ان میں سے اکثر کو بہت قریب سے دیکھنے کا بھی موقع ملا ۔ خلافت، کانگریس، مسلم لیگ اور دوسری سیاسی تحریکوں میں شرکت بھی ہوئی ۔

لکھنؤ میں مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کے ہاں اکثر جانا ہوتا تھا ۔ ان ہی کے مکان پر ایک دن حضرت شیخ الہندؒ اور گاندھی جی کی مجلس میں شرکت کا بھی اتفاق ہوا ۔

خاکسار تحریک کے بانی علامہ عنایت اللہ مشرقی سے ملاقاتیں رہیں ۔ ان کی تحریک میں اگرچہ عملاً شریک نہیں ہوا لیکن حیدرآباد میں ان کی خواہش پر کام کی ابتدا میرے ہی ذریعہ سے ہوئی ۔ اور نواب بہادر یار جنگ مرحوم نے ابتداءً میرے ہی سامنے ڈریس پہن کر بیلچہ کندھے پر رکھ کر اپنی کوٹھی میں مارچ کیا ۔

جماعت اسلامی کے بانی ابوالاعلیٰ مودودی سے بدایوں کے دوران قیام میں خاصا ربط رہا ۔ پھر حیدرآباد میں بھی برسوں خلا ملا رہا ۔ پٹھان کوٹ میں ان کے نظام کو بھی دیکھا ۔

رضاکار تحریک کے بانی جناب قاسم رضوی نے اپنا کام شروع کیا تو اس میں بھی سرگرمی سے حصہ لیا ۔

غرض ہر نئی تحریک اور ہر مشغلے کو قریب سے دیکھنے کا جذبہ شروع ہی سے کارفرما رہا ، چنانچہ ہر تحریک کا بہ غور مطالعہ کیا لیکن اللہ جلّ شانہٗ کا لاکھ لاکھ کرم اور احسان اس بندۂ ناچیز پر یہ ضرور رہا کہ مزا چکھا کر بلکہ رسوخ پیدا کروا کر ہر نظام سے واپس کھینچ کھینچ لیا ۔

تصوف اور سلوک کی تعلیم

بچپن سے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ تقویٰ اور تدین سے بھرپور تھا ۔ اہل اللہ کی والد ماجد کی وجہ سے گھر پر بکثرت آمد ہوتی تھی ۔ بہت سے خدا رسیدہ بزرگوں کی بے پایاں شفقت اور عنایت اس ناچیز کے شاملِ حال شروع سے رہی ۔ ان میں سے بیشتر کی خدمت میں ، اللہ معاف فرمائے ، گستاخ و بے ادب بھی رہا ۔

بدایوں قیام کے دوران میں نے متعدد مرتبہ شاہ عبدالقدیر صاحب سے بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار بھی کیا مگر انہوں نے ہر دفعہ احسن طریقہ پر یہ کہہ کر ٹال دیا "کیا آپ مجھ سے بیعت نہیں ہیں ؟"

وہیں ایک دفعہ شوق ہوا تو کلمہ طیبہ کی زکوٰۃ یعنی سوا لاکھ بار پڑھنے کی وجہ سے حالت بھی بگڑ گئی تھی ۔

وہاں سے فراغت کے بعد حیدرآباد واپس ہو کر حضرت کمال اللہ شاہ صاحب جو مچھلی والے شاہ صاحب کے نام سے معروف تھے ان کی اور ان کے خلفاء مولانا

محمد حسین صاحب ، مولانا غوثی شاہ صاحب ، حضرت شاہ احمد حسین صاحب بالیمین کی خدمت میں بکثرت حاضری رہی ۔ ان مشائخ کی مجالس میں وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کی نہایت مؤثر انداز میں تشریح ہوا کرتی تھی ۔ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ مولانا عبدالباری پروفیسر جامعہ عثمانیہ ، مولانا الیاس برنی وغیرہم جیسے حضرات بھی ان مجلسوں میں شرکت کیا کرتے تھے ۔

میں حضرت شاہ احمد حسین صاحب بالیمینؒ کی خدمت میں زیادہ حاضر رہا کرتا تھا ۔ اپنی اَنا کی وجہ سے خوب رگڑائی کی نوبت آئی ۔ بڑی منت سماجت کے بعد حضرت نے بیعت سے مشرف فرمایا ۔

حافظ مقبول صاحب سے ملاقات اور جماعت میں شرکت

حضرت شیخ قدس سرہٗ سے اس ناکارہ کا تعلق تبلیغ و دعوت کے مبارک عمل کے طفیل میں ہوا ۔

میں چونکہ متعدد دینی اور سیاسی تحریکوں کا نہایت تلخ تجربہ رکھتا تھا اور بہت سی بظاہر عظیم ترین شخصیتوں سے قریبی تعلق کی بنا پر دیکھتا تھا کہ ظاہر تو نورانی اور جاذب نظر مگر اندرون اغراض خودنمائی حبِ جاہ و مال کی وجہ سے تاریک الا ماشاء اللہ ۔ اس لئے کسی نئی تحریک کے نام سے وحشت ہوتی تھی چنانچہ جب دہلی سے ایک تبلیغی جماعت حضرت مولانا الیاسؒ کے خلیفہ حافظ مقبول صاحب کی امارت میں حیدرآباد پہنچی اور اس کے کچھ حضرات میرے پاس بغیر اطلاع کے آئے تو میں نے اولاً اپنی مصروفیت کا عذر کر کے معذرت کر دی لیکن پھر ان کے اصرار پر صرف ۳ منٹ کا وقت دیا اور اس وقت مقررہ پر گھنٹی بجا دی تھی ۔ حضرت حافظ صاحبؒ جماعت سے میری اس پہلی ملاقات کا تذکرہ بڑی اہمیت سے فرمایا کرتے تھے ۔

غرض اس جماعت نے حضرت حافظ مقبول صاحب سے ملاقات کا عنوان بنا کر مجھے اس پر آمادہ کیا کہ سکندر آباد میں ان کے پروگرام میں شام کو شریک ہو جاؤں۔ میں بہت ہی بادل نخواستہ وہاں اپنی قیام گاہ سے دس میل دور سکندر آباد کی اس مسجد میں پہونچا جہاں جماعت ٹھہری ہوئی تھی۔

اجتماع ہو رہا تھا۔ بیان کے دوران "اِذَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ شِبْرًا الخ" کی آواز کان میں پڑی تو دل نے، جو بہر حال جویائے حق برسہا برس سے تھا، صدا دی۔ مولیٰ! ایک بالشت نہیں پورے دس میل کا فاصلہ طے کر کے آیا ہوں، اگر تیرے نزدیک اس تبلیغی کام میں حقانیت و صداقت ہے تو میرے قلب کو اس کے لئے منشرح فرما۔ فَقَدِّرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ۔ اور اگر نہیں ہے تو میری اس سے حفاظت فرما۔

بات سنتا رہا۔ اشتیاق تو حضرت حافظ صاحب سے ملاقات کا تھا۔ اجتماع کے بعد مسجد کے کونے میں بیٹھے ہوئے حافظ صاحب کی زیارت کرائی گئی ــــ تجربہ اور توقع کے خلاف نہ مسند نہ گدّا، نہ جبّہ نہ قبّہ، سیدھے سادے نحیف و نزار بزرگ نظر آئے ــــ دل نے حقانیت کا پہلا تأثر لیا۔

ملاقات کے بعد لوگوں نے بہ لطائف الحیل رات گزارنے پر اصرار کیا۔ ہمارے لئے اپنے آرام دہ پرسکون ماحول کو چھوڑ کر مسافروں کی طرح مسجد میں رات گزارنے کا تصور ہی مشکل تھا۔ تاہم اصرار سے مجبور ہو کر نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن یہ سوچ کر قبول کر لیا کہ سوتے بن جاتے ہیں، جب سب لوگ گہری نیند میں ہوں گے تو ہم چپکے سے چل دیں گے۔ اکرام میں کسی نے کچھ بچھا دیا، کسی نے تکئے کے بجائے اپنا عمامہ ہی سرہانے رکھ دیا۔ لیٹے تو آنکھ لگ گئی۔ کچھ رات گئے گردن اکڑ گئی اور آنکھ کھل گئی تو ان نظروں نے جو کچھ دیکھا وہ اس سے پہلے کبھی نظر نہ آیا تھا ــــ

دل کش انداز میں کسی کے ذکر الٰہی کی آواز کان میں پڑی۔ مسجد کا کونہ کونہ ذکر الٰہی اور نماز سحر گاہی سے منور تھا۔ ایک طرف کو ایک بوڑھا وجاہتِ دنیاوی سے عاری اپنے رب کے آگے سر بسجود تھا اور بلک بلک کر مولائے کریم سے امت کی ہدایت و عافیت کی بھیک مانگ رہا تھا۔ ؏

این کہ می بینم بہ بیدار یست یا رب یا بخواب

رہبان فی اللیل فرسان فی النہار کی عملی تفسیر سامنے آ گئی۔ دل نے ملامت کی۔ جمیل احمد! کبھی تجھے بھی اپنے سرکار کی امت پر ایسی گریہ و زاری کی توفیق ہوئی؟ پھر وہ بے اختیار گواہی دے اٹھا۔ کہ بلاشبہ اہل حق یہی لوگ ہیں۔

چنانچہ صبح کو جب تشکیل کی گئی تو جماعت کے ساتھ دلّی جانے کا ارادہ ظاہر کر دیا ــــ یہ ۴۸ء کا واقعہ ہے ــــ کہ میں جماعت کے ساتھ دلی روانہ ہوا۔ راستے میں امر آوتی کے اجتماع میں شرکت کا پروگرام تھا۔ وہاں پہنچکر اچانک میری طبیعت خراب ہو گئی۔ علالت کی نوعیت کے پیش نظر ساتھیوں نے طے کیا کہ حیدر آباد واپس لے چلیں، مگر میں نے کہا کہ جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھر سے نکل پڑے تو پھر واپس گھر نہیں جائیں گے، ہر حالت میں دلّی ہی جائیں گے۔ لہٰذا وہاں سے مجھے سیکنڈ کلاس میں منتقل کر دیا گیا۔ غشی کے دورے پڑنے لگے۔ نظام الدین تو اسی حالت میں پہونچا۔ وہاں پہلے ہی اطلاع دی جا چکی تھی۔ اور اس ناکارہ کا تعارف ایک تعلیمی درسگاہ کے بانی کی حیثیت سے کرایا جا چکا تھا، نہایت اکرام کا معاملہ ہوا۔ کئی حضرات تندہی سے تیمار داری میں مشغول ہو گئے۔

حضرت مولانا یوسف صاحب سے ملاقات

میں تحریک کے سربراہ حضرت مولانا یوسف صاحبؒ سے ملنے کے لئے بے چین تھا۔ چند گھنٹے گزرنے کے بعد پوچھ ہی بیٹھا کہ آپ کے حضرت جی کہاں ہیں؟ ان کا تو دیدار

کرائیے۔ بتایا گیا کہ وہ صاحب جو سب سے زیادہ آپ کی تیمارداری کررہے ہیں وہی تو حضرت جی ہیں۔ اس عظیم المرتبت شخصیت کے تواضع اور انکسار سے دل بے انتہا متأثر ہوا۔ تین چار دن کے بعد جب صحت ہوئی تو حضرت جی نے فرمایا :

"اب مجھے اجازت دو۔ حضرت شیخ کی خدمت میں سہارنپور جانے کا تقاضہ ہے۔ آپ کی علالت کی وجہ سے رُکا ہوا تھا"

میں نے عرض کیا۔ میں تو یہاں آپ ہی سے ملنے کو آیا تھا۔ آپ کے بغیر یہاں کیا کروں گا ___ فرمایا :

مولانا ! یوسف تو اس تبلیغی داستان کا ایک ورق ہے۔ ایسے بہت سے اوراق یہاں بکھرے ہوئے ہیں، ان کو پڑھتے جائیے۔"

چنانچہ پھر جس شخصیت سے بھی ملا خاص کر میوات کے سیدھے سادے لوگوں کے پاس بیٹھ کر ان کی سابقہ زندگی کے حالات سُنکر اور معنوی حیثیت سے ان کی قلب ماہیت دیکھ کر کام کی اہمیت اور کرنے والوں کی عظمت دل میں بیٹھتی چلی گئی۔ پھر اللہ رب العزت نے اس نسبت پر ملک اور بیرونِ ملک کے مختلف اسفار کی توفیق مرحمت فرمائی، جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

حضرت شیخ رح سے ملاقات کی ابتداء

میں چونکہ اب تک مولانا یوسف صاحب ہی کو بڑا سمجھ رہا تھا لیکن جب حضرت شیخ کے متعلق علم ہوا تو حضرت سے ملنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ حضرت شیخ کو بھی اس ناکارہ کے بارے میں اطلاع ہو چکی تھی۔ چنانچہ جب میں سہارنپور پہنچا تو حضرت قدس سرہٗ نے غیر معمولی اکرام کا معاملہ فرمایا۔ اور اعلان فرمایا کہ :

"حیدرآباد سے ایک ماہر تعلیم آئے ہوئے ہیں۔ ان کو مدرسہ کا معائنہ کروایا جائے۔"

چنانچہ ناظم مدرسہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رح نے مجھے تمام شعبوں کا معائنہ کرایا۔ جب حضرت شیخ رح کے سامنے بے تکلفی کے ساتھ میں نے دینی درسگاہوں کے بظاہر جو نقائص نظر آئے ان کی نشاندہی کی اور کہا کہ اسی کی وجہ سے اکثر حضرات اپنے ذہین اور ہوشیار بچوں کو دینی مدارس میں بھیجنے میں تکلف کرتے ہیں۔ تو حضرت نے میری اس تنقید کو نہایت صبر و سکون سے سماعت فرمایا۔ اس وسیع القلبی نے میرے دل پر بہت اچھا اثر ڈالا۔

اس کے بعد متعدد اسفار تبلیغ ہی کے سلسلے میں سہارنپور اور کاندھلہ ہوئے اور حضرت سے نیاز حاصل ہوتا رہا۔ حضرت اقدس کارگزاریاں سُنکر سراہتے رہے۔

ایک دفعہ سہارنپور سے دلّی آتے ہوئے ٹرین کے سفر میں حضرت شیخ، حضرت مولانا یوسف صاحب اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت شیخ رح کے علو مرتبت کو ان اندھی آنکھوں نے آج تک بھی نہ پہچانا۔ اس وقت تو اور بھی ناواقفیت تھی۔ بے تکلفی سے میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ معاً اپنی آٹوگراف بک نکال کر پیش کی اور آٹوگراف کی درخواست کی۔ فرمایا :

"آٹوگراف کیا ہوتا ہے؟"

میں نے عرض کیا، کوئی نصیحت اپنے قلم مبارک سے تحریر فرمادیں۔ برجستہ حضرت نے تحریر فرمایا ہے ؎

از دروں شو آشنا و زبروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم تر بود اندر جہاں

یہ شعر آٹوگراف بک میں تو ہے ہی۔ قلب حزیں پر بھی آج تک نقش ہے۔

حضرت حافظ فخر الدین صاحبؒ کا ارشاد کہ حضرت شیخ کا دامن پکڑلو

ان ہی حاضریوں کے دوران دلّی میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کے خلیفہ حضرت حافظ فخر الدین صاحبؒ سے روابط بڑھے۔ حسبِ عادت حافظ صاحب سے بھی بے تکلفی کا معاملہ ہوگیا۔ ان کا کشف بہت مشہور تھا۔ ایک دفعہ مجھ سے فرمایا:

"آپ کی تکمیل حضرت شیخ کے یہاں ہوگی۔ ان کا دامن پکڑ لو۔ مگر وہ آسانی سے بیعت نہیں کریں گے۔ ان سے چمٹ جانا"

میرے گزشتہ پیرو مرشد حضرت احمد صاحب بالیمین کا چونکہ مدت ہوئی وصال ہوچکا تھا اور کسی شیخ کامل کی تلاش تھی۔ چنانچہ ایک تبلیغی سفر کے دوران وقت نکال کر بیعت کی نیت سے حضرت کی خدمت میں سہارنپور حاضر ہوا۔ میں نے جب اظہار مطلب کیا تو فرمایا:

"میں تو گاؤں کے گاؤدیوں کو بیعت کرتا ہوں۔ آپ جیسوں کو حضرت مدنیؒ سے بیعت ہونا چاہیئے"

جب میں نے عرض کیا۔ حضرت! میں تو صرف آپ ہی سے بیعت کے ارادے سے حاضر ہوا ہوں۔ بہت سے مشائخ کو دیکھ چکا ہوں مگر کسی سے مناسبت نہیں ہوئی۔ تو حضرت نے حضرت مدنی کے مناقب بیان فرمائے اور ایک تعارفی پرچہ لکھکر مولانا عبدالمنان دہلوی مرحوم کے ہمراہ بہ اصرار مجھے دیوبند بھیجا۔ وہاں تین دن تک حضرت مدنیؒ کی خدمت میں میرا قیام رہا۔

اس اثنار میں دارالعلوم کی شوریٰ کے اجلاس میں حضرت شیخ بھی دیوبند تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت کے حسب الحکم یہاں حاضر ہوگیا ہوں مگر میں تو حضرت ہی کی غلامی میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت ہی کے ساتھ واپس

سہارنپور آگیا۔ وہاں مکرر سہ کرر درخواست پر فرمایا:

"اچھا، رائے پور ہو آؤ"

میں نے عرض کیا:

"مجھے ذکر جہری سے بالکل مناسبت نہیں ہے"

(میں ہمیشہ ذکر جہری کے دوران کندھے ہلاتے اور گردن کو جھٹکا دینے کے انداز کو مضحکہ خیز سمجھ کر تنقید کیا کرتا تھا)۔

حضرت نے میرے اس خیال کی تردید تو نہیں فرمائی۔ لیکن بہ اصرار پھر فرمایا کہ:

"رائے پور ضرور جاؤ"

میں نے عرض کیا کہ:

"میں گستاخ اور بے ادب واقع ہوا ہوں مجھے آپ کے سوا کوئی نہیں سنبھال سکتا"

جھٹکا دے کر فرمایا:

"میرے ہاں کیا رکھا ہے؟"

میں نے عرض کیا:

"اپنی نظروں کو کیا کروں؟"

غرض خوب کشمکش رہی۔

حضرت الشیخؒ سے بیعت

بالآخر جب میں نے قدم پکڑ لئے تب کہیں جاکر بیعت سے مشرف فرمایا۔

اس کے بعد میں حضرت کے حکم سے رائے پور روانہ ہوا۔ خانقاہ سے پہلے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ کے مزار پر فاتحہ کے لئے کھڑا ہوا تو ہر طرف سے "اِلّا اللہ۔ اِلّا اللہ" کی آوازیں آنے لگیں۔ میں حیران تھا کہ قریب میں نہ کوئی آدمی نہ آدم زاد۔ میں تن تنہا

کھڑا ہوں ۔ پھر یہ آوازیں کیسی ۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ درختوں کے پتے اور زمین کے ذرے سب ذکر میں مشغول ہیں ۔ اسی وقت یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ الآیۃ کا مفہوم دل پر کھلا ۔ اور دل کی حالت بدل گئی ۔

خانقاہ میں داخل ہوا تو حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ ایک تخت پر جلوہ افروز تھے ۔ مجلس پر سکوت طاری تھا ۔ میں خاموشی سے سب کے پیچھے جا کر بیٹھ گیا ۔ حضرت کو شاید کشف ہوا ۔ فرمایا :

"کوئی حیدرآبادی صاحب آئے ہیں ۔ ان کو قریب بلاؤ ۔"

ایک صاحب تلاش کرتے ہوئے میرے پاس پہنچے ۔ پھر میں حاضر خدمت ہوا تو فرمایا :

"مغرب کے بعد ملنا"

میں نماز سے فارغ ہو کر حجرہ شریف میں پہنچا تو بڑی شفقت سے اپنے قریب بٹھا کر خود ذکر کی تلقین فرمائی ۔ نفی اثبات کی دو تسبیحیں اور اسم ذات کی پانچ تسبیحیں ۔

یہ آج سے تقریباً تیس برس پہلے کی بات ہے ۔

اصل مقصود اتباعِ سُنّت ہے

قابلِ غور بات یہ ہے کہ حضرت رائے پوری نے اپنی فراستِ ایمانی سے اسی وقت محسوس فرما لیا کہ یہ دائم المریض ضعیف انسان اس سے زیادہ پر مداومت نہیں کر سکے گا ۔

پھر تو بزرگوں کی توجہات سے کچھ ہی عرصے میں بحمداللہ ذکر جہری سے نہ صرف یہ کہ مناسبت ہو گئی بلکہ ذکر کے دوران عجیب طرح کے انوار کا مشاہدہ ہوتا رہا ۔ میں حضرت شیخ کو ان کیفیات سے مطلع کرتا رہا ۔ اور حضرت نصائح فرماتے رہے اور خطوط میں بھی تحریر فرماتے رہے کہ :

"یہ انوار ، انوار ذکر ہیں ۔ یہ مبارک تو بہت ہیں مگر قابل التفات نہیں ۔ یہ ایسے ہیں جیسے راستہ چلنے والے کے لئے سڑک کے دونوں

طرف پھول پھلواری چمن ہو کہ وہ پر لطف و پر فضا اور راستہ چلنے میں معین تو ضرور ہوتے ہیں لیکن کوئی اگر اسی میں لگ جائے تو ظاہر ہے کہ راستہ قطع نہیں ہو گا ۔ اصل مقصود اتباع سنت ہے ۔ وہ جتنا بھی زیادہ حتّٰی کہ عادات میں بھی حاصل ہو جائے کمال ہے اور مقصود ہے ۔" وغیرہ وغیرہ

لذّتِ ذکر

حضرت شیخ قدس سرہٗ کے حکم سے قریب قریب ہر سال حضرت رائے پوری کی خدمت میں حاضری ہوتی رہی ۔ زیادہ وقت رائے پوری میں گزرا لیکن اس کے علاوہ ایک دفعہ کوہ مری کے قریب گھوڑا گلی میں جہاں حضرت نے رمضان گزارا وہیں میرا بھی پورا رمضان گزرا ۔ وہاں حضرت مولانا علی میاں مدظلہٗ اور دیگر اکابر کی معیت بھی حاصل رہی ۔ لاہور میں صوفی عبدالحمید صاحب کی کوٹھی میں بھی حضرت رائے پوری کی خدمت میں قیام رہا ۔

میں اکثر اوقات یہ مصرعہ پڑھ کر ذکر جہری پر تنقید کیا کرتا تھا ؎

شیریں نشود دہاں بنام شکر

ایک دن رائے پور میں نہر کے کنارے بہ دورانِ ذکر ایسا محسوس ہوا کہ منہ میں شہد بھرا ہوا ہے اس وقت دل پر القا ہوا کہ بلاشبہ شکر شکر کہنے سے تو منہ میٹھا نہ ہو گا کہ یہ مخلوق کا کام ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اس لئے اس کے نام میں بھی تاثیر ہے ۔ اور سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى کی تفسیر قلب پر منشرح ہو گئی ۔ بعد میں حضرت گنگوہیؒ کا یہ مقولہ بھی حضرت شیخ قدس سرہٗ سے بار بار سنا کہ :

"اللہ تعالیٰ کا نام اگر غفلت سے بھی لیا جائے تب بھی اثر کئے بغیر نہیں رہتا ۔"

کچھ عرصہ بعد ایک دن جبکہ لاہور میں صوفی عبدالحمید صاحب کی کوٹھی میں حضرت رائے پوریؒ کی خدمت میں مقیم تھا ۔ ذکر کے دوران عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی ،

زبان بند ہوگئی ، اور انتہائی کوشش کے باوجود کلمہ کے الفاظ زبان سے نہیں نکل پا رہے تھے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ تو چونکہ ذکر لسانی کی لذت اور کیفیت سے نا آشنا تھا اس لئے تجھے یہاں بھیجا گیا تھا ۔ اب اسی کی لذت میں اٹک گیا ۔ جا ۔ ذکر حقیقی کی تبلیغ کر ۔

میں نے گھر آکر حضرت کے خادم خاص جناب آزاد صاحب کے ذریعے خوانِ باریابی حاصل کی اور عرض حال کیا تو حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ نے مسکرا کر فرمایا :

" الحمد للہ ۔ مقصد پورا ہوگیا ۔ اب جاؤ ۔ جو چاہو کرو "

اس سے میں نے یہ سمجھا کہ اب جو مشغلہ اختیار کیا جائے اسی میں سلوک کے منازل طے ہو جائیں گے ۔

اجازت وخلافت

۱۳۸۴ھ سے سوائے دو رمضان کے جو مدینہ منورہ میں گزرے میرا معمول حضرت شیخ قدس سرہٗ کی صحبت بابرکت میں پورا رمضان گزارنے کا رہا ۔

چنانچہ رمضان ۸۶ھ میں بھی حاضر خدمت تھا ۔ حضرت کا یہ رمضان دار جدید کی مسجد میں گزرا ۔ ۲۶ ر رمضان جمعۃ الوداع کے بعد میں اپنے معتکف میں معمولات میں مشغول تھا کہ اچانک بھائی ابوالحسن صاحب آئے اور کہا کہ :

" حضرت یاد فرماتے ہیں "

میں خالی الذہن حاضر خدمت ہوا ۔ تو حضرت نے حسب عادت کریمانہ نہایت شفقت سے اپنے پاس بٹھایا اور مختصر سی تمہید کے بعد فرمایا کہ :

" میں آپ کو چاروں سلسلوں میں بیعت کی اجازت دیتا ہوں "

میرے لئے یہ بالکل غیر متوقع بات تھی ۔ اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کی بناء پر کبھی اس کا گمان بھی نہ گزرا تھا ۔ چنانچہ عجیب کیفیت طاری ہوگئی ۔ بے ساختہ

چیخ نکل گئی اور گریہ طاری ہوگیا ۔

ہدیۂ مبارکہ

اس کے بعد حضرت نے روئی کے گدے کا ایک مصلّٰی یہ کہہ کر مرحمت فرمایا کہ :

" یہ وہ مصلّٰی ہے جسے میں نے اور مولانا یوسف صاحب نے برسوں مکہ و مدینہ میں استعمال کیا ہے "

میں حضرت کے پاس سے جا کر نماز میں مشغول ہوگیا ۔ بعد میں بھائی ابوالحسن سے معلوم ہوا کہ اس وقت حضرت نے ابوالحسن سے معلوم کروایا تھا کہ میں کیا کر رہا ہوں ۔

حضرت مولانا محمد احرار الحق صاحب زید مجدہم
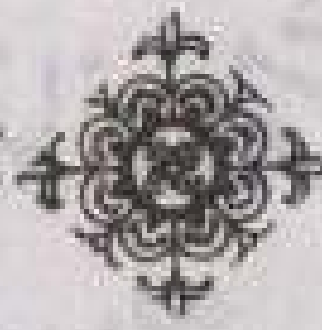
اسم گرامی

محمد احرار الحق ابن فخر الدین ۔

مدرسہ کا پتہ : مدرسہ نور العلوم بہرائچ صوبہ یوپی، ہندوستان۔

گھر کا پتہ : موضع بکری رسول پور ڈاکخانہ التفات گنج ضلع فیض آباد یوپی

ولادت سے لیکر دورہ سے فراغت تک :

والد صاحب کا لکھا ہوا یاد پڑتا ہے کہ غالباً سنہ ۱۹۳۲ء مارچ کا مہینہ منگل کا دن ہے ۔

گھر سے دو فرلانگ دور موضع الن پور مدرسہ مصباح العلوم میں درجۂ سوئم تک تعلیم حاصل کی ۔ والد صاحب کے زیر تربیت رہا ۔

بمبئی مدرسہ دار العلوم امدادیہ دو ٹانکی میں آمد نامہ سے شرح جامی بحث فعل تک ، اس کے بعد دار العلوم دیوبند میں دورۂ حدیث سے فراغت سنہ ۸۸ھ میں ہوئی ۔

پہلا نکاح سنہ ۷۸ھ میں ہوا ۔ اس کے بعد اس سے دو لڑکیاں اور ایک لڑکا پیدا ہوا ۔ ذی قعدہ سنہ ۸۷ھ میں پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا ۔ تو سنہ ۸۸ھ ماہ رمضان المبارک میں دوسری شادی کی جس سے دو لڑکے تین لڑکیاں ہیں ۔

سنہ ۱۳۸۱ھ سے اب تک عربی مدرسہ میں مختلف کتابیں پڑھا رہا ہوں ۔

مختصر اور اہم احوال یہ کہ میں تحصیل معاش کے لئے بمبئی گیا تھا ۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے نامساعد حالات میں دار العلوم امدادیہ میں تعلیم حاصل کرنا شروع کی ۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام یہ ہوا کہ دار العلوم دیوبند سے فراغت ہوئی اور حضرت شیخ کا دامن ملا ۔

علاقہ کا ماحول

جہاں میں رہتا ہوں اس کے اطراف ۶ ، ۷ ، دار العلوم مظاہر علوم کے فضلاء موجود تھے ۔ اب دو درجن کے لگ بھگ مولوی دار العلوم و مظاہر علوم کے ہوں گے ۔ انگریزی تعلیم یافتہ بھی لوگ ہیں ، مگر کم ۔ ہمارے اطراف کے گاؤں میں جہاں اپنی رشتہ داریاں ہیں ، ان میں اکثر صحیح العقیدہ دیوبندی مسلک کے لوگ ہیں ۔ اکثر و بیشتر جاہل اور معمولی پڑھے لکھے ہیں ؛ تبلیغی جماعت کی برکت سے عقیدۃً جماعت سے وابستہ اور اس کے مداح ہیں لیکن عملی طور سے تبلیغی سرگرمی کم ہے ۔

ابتدائی تعلق اور پہلی زیارت

چودہ برس کی عمر رہی ہوگی ، جب سے حضرت کو جانا ۔ جاننے کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ بمبئی میں جب میں تعلیم حاصل کرتا تھا ، تو اسی زمانہ میں حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری بھی اسی مدرسہ میں پڑھتے تھے ۔ موصوف اونچی جماعت میں تھے ، میں نیچے کی جماعت میں تھا ۔ وہ پہلے دیوبند پڑھتے تھے ۔ ان کی طبیعت خراب تھی جس کی وجہ سے تعلیم چھوڑ کر بمبئی چلے آئے تھے ۔ موصوف تبلیغی جماعت سے وابستہ ہو گئے تھے ۔ اور حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے ۔ حضرت شیخ کو بھی جانتے تھے ۔ موصوف فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ الحدیث صاحب اصحاب خدمت بزرگوں میں سے ہیں ۔ حضرت شیخ سے موصوف خط و کتابت بھی رکھتے تھے ۔ حالات بھی بیان کیا کرتے تھے ۔ تبلیغی نصاب کی کتابیں بھی کہیں کہیں پڑھی جاتی تھیں ۔ یہی وہ زمانہ ہے جب

سے حضرت کو میں نے جانا۔

دارالعلوم دیوبند میں شرکت کے لئے حضرت شیخ تشریف لے گئے تھے۔ اس وقت پہلی زیارت ہوئی۔ یاد پڑتا ہے کہ دارالعلوم کی بالائی مسجد میں پہلی زیارت ہوئی۔ اس کے بعد حضرت مدنی کے ساتھ بار بار دیکھنا نصیب ہوا۔

بیعت میں چونکہ ضلع فیض آباد کا رہنے والا تھا، اس لئے حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے خوب واقف تھا۔ ہمارے اساتذہ وغیرہ حضرت مدنی ہی سے بیعت تھے۔ حضرت کی زیارت بھی ہوتی رہتی تھی۔ اسی لئے دارالعلوم پہونچکر حضرت مدنی کو خوب خوب دیکھا۔ اور عقیدت بڑھتی گئی۔ حضرت مدنی سے بیعت ہونے کو جی بھی چاہا۔ لیکن حضرت طالب علموں کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ اس لئے بیعت نہ ہوسکا۔ مشکوٰۃ شریف پڑھ رہا تھا کہ ششماہی کے قریب حضرت کا وصال ہوگیا۔ جس کا بہت قلق وافسوس ہوا۔

سنتا رہتا تھا کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ ایک جان تین قالب ہیں۔ اس لئے ارادہ ہوا کہ حضرت مدنیؒ کے بعد ان دونوں حضرات میں سے کسی سے بیعت ہونا چاہئے۔ پھر خیال ہوا کہ حضرت رائپوری بھی حضرت مدنیؒ کی طرح ہو چکے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بھی تشریف لے جاویں۔ اور ہم کو پریشان ہونا پڑے۔ دوسرے یہ بھی بات ذہن میں تھی کہ حضرت فن تصوف کے ساتھ محدّث اور فقیہ بھی ہیں۔ اس لئے بیعت حضرت شیخ سے اللہ تعالیٰ کا نام لیکر ہوگیا۔ جمادی الثانیہ ۷۷ھ میں یا کچھ ۱۵، ۲۰ دن کے فرق سے جمعہ کے دن سہارنپور میں بالمشافہ بیعت ہوگیا۔ مولانا عبداللطیف صاحب سلطان پوری اور میں دونوں ساتھ ساتھ بیعت ہوئے۔ جمعہ سے قبل بیعت ہوئی۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ سے قبل کسی سے بیعت نہیں ہوا تھا۔

حضرتؒ کے چند ملفوظات

(۱)

علی گڈھ کے ایک صاحب جن کا نام مجھے معلوم نہیں ہے، جوان سیاہ ڈاڑھی اس وقت ان کی تھی، وہ حضرت کو بہت مانتے تھے اور حضرت ان کو بہت مانتے تھے۔ حضرت مدرسہ قدیم کی مسجد میں معتکف تھے۔ حضرت کی خواہش تھی کہ وہ رمضان پورا سہارنپور میں گزاریں۔

لیکن غالباً انہوں نے تین دن قیام فرمایا ۲۵ر کو آئے اور ستائیسویں کی صبح کو حضرت سے مصافحہ کرکے جانے لگے تو حضرت نے فرمایا:

"رہ گئی بات کٹ گئی رات تم نہ آئے تو کیا سحر نہ ہوئی؟"

(۲)

ایک دفعہ مدرسہ قدیم کی مسجد میں "فضائل صدقات" جلد اول پڑھی جارہی تھی، اس میں یہ شعر آگیا ؎

رنگالے نا چنریا گُندھالے ناسی — تو کیا کیا کرے گی اری دن کے دن
نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی — کھڑی منہ تکے گی اری دن کے دن

حضرت اس کو بار بار پڑھتے رہے اور روتے رہے اور سامعین بھی روتے رہے۔

(۳)

حضرت کے یہاں پہلے صبح کو باسی روٹی اور باسی سالن بچا رہتا تو مہمانوں کے سامنے پیش کرتے۔ اور متعدد بار میں نے سُنا ہے کہ فرماتے:

"ایک بھٹیارا تھا، وہ باسی روٹی دو پیسہ میں بیچتا اور تازہ روٹی

ایک پیسہ میں۔ اس کی سادی باسی روٹیاں بِک جایا کرتیں۔ کسی نے اس
سے وجہ پوچھی تو کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باسی روٹی
کا زمانہ زیادہ قریب ہے اس لئے باسی کی قیمت دو پیسہ اور تازہ کی قیمت
ایک پیسہ ہے۔"

(۴)

متعدد دفعہ فرمایا کہ:

"ایک شخص نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مرنے لگوں تو میرے
پاس آنا میں ایک چیز بتلاؤں گا۔ اتفاق سے وہ ایک دفعہ بیمار پڑ گیا اس
کے قریب لوگ گئے، وہ سمجھ رہے تھے کہ کوئی خزانہ بتلائے گا اس لئے موقع
کے متلاشی تھے۔ بیماری کو دیکھ کر انہوں نے سوچا کہ جلدی کر کے پوچھ لیں
تو کہا کہ آپ نے ایک چیز بتانے کو کہا تھا وہ بتلا دیجئے تو اس شخص نے کہا
کہ "دستر خوان پر جو روٹیوں کے ٹکڑے پڑے ہوں جن پر سالن گر گیا ہو
اس کو کھا لیجئو۔"

(۵)

متعدد دفعہ فرمایا کہ:

"ایک تبلیغی سفر میں علی میاں صاحب اور مولانا منظور نعمانی صاحب
اور صوفی عبدالرب صاحب لکھنؤ سے سہارنپور تشریف لائے۔ مولانا علی میاں
صاحب اور مولانا منظور نعمانی صاحب نے کہا کہ دوپہر کا کھانا ہم شیخ کے
ساتھ کھایا کریں گے صوفی عبدالرب صاحب نے بھی اس پر اصرار کیا کہ میں بھی
شیخ کے ساتھ کھایا کروں گا جب تک سہارنپور میں ان حضرات کا قیام رہا
میرے ساتھ کھاتے رہے اور جب جانے کا دن ہوا تو صوفی عبدالرب صاحب

نے کہا: "مجھے آپ سے تنہائی میں بات کرنا ہے۔"
میں نے کہا کہو۔ تو صوفی صاحب نے کہا کہ:

میں بہت غور سے اب تک آپ کی ڈاک اور منی آرڈر اور ہدیہ وغیرہ
دیکھتا رہا، آپ کے خرچ کی حیثیت سے وہ بہت کم ہے کیا آپ کو دست غیب ہے؟
دوسری بات یہ ہے کہ تبلیغی جماعت والے کہتے رہتے ہیں نکلو اللہ
کے راستہ میں نکلو اللہ کے راستہ میں۔ اور مولوی لوگ حقوق حقوق کہتے
رہتے ہیں۔ ہم کس کی بات مانیں اور کس کی بات نہ مانیں؟

میں نے پہلی بات کا جواب دیا کہ:

ہاں، دست غیب ہے، وہ یہ ہے کہ آپ قرض لیکر کام کر لیا کریں
اور وقت موعودہ پر ادا کر دیا کریں اور اگر آپ کے پاس نہ ہو تو دوسرے سے
لیکر ادا کر دیا کریں پھر دوسرے کو تیسرے سے لیکر وقت موعود پر ادا کر دیں،
اسی طرح ادا کرتے رہیں اور جب کوئی چیز منگائیں تو یہ نہ کہیں کہ اتنے پیسہ کی
اتنے روپیہ کی لاؤ بلکہ یہ کہو ایک کلو آدھا سیر ایک دھڑی لاؤ۔

انہوں نے کہا کہ ہاں سمجھ میں تو آتا ہے لیکن مشکل ہے۔ میں نے کہا کیا
دست غیب آسان ہے؟

دوسرے سوال کا جواب میں نے یہ دیا کہ:

اگر گھر پر کوئی دیکھ بھال کرنے والا معتمد منتظم آدمی ہو تو مولوی کا کہنا
نہ ماننا، بلکہ جماعت میں نکل جانا، گھر والی بیوی کو خط لکھتے رہو کہ تیری یاد
بہت آتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

(۶)

جب اپنے بڑوں میں کوئی اختلاف پایا گیا اور حضرت شیخ کے یہاں دونوں

جمع ہوئے ایسے موقع پر حضرت نے متعدد مجلسوں میں سُنایا کہ :

"اونٹ پہاڑ کے نیچے سے گزر گیا ہے ان کے اکٹھا ہونے سے میرے اوپر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا"

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کانگریسی تھے اور حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ لیگی تھے ، بہت سخت اختلافات تھے۔ ایک دفعہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ دستر خوان پر تشریف فرما تھے اتنے میں سُنا کہ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی آئے ہیں۔ میں نے کہا کہ اب کیسے بلواؤں ، آپ تشریف لیجائیں تو بلواؤں۔ تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ان کو بلوائیے۔ چنانچہ ان کو بلوایا تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ہنسی مذاق ان کے ساتھ کرنا شروع کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اختلاف ہی نہیں ہے۔ مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا اس کی مناسبت سے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ابوالدیک کا لقب دیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کچھ بھی اختلاف نہیں ہے۔ اس وقت سے اگر دو آدمی ایسے میرے پاس آجاتے ہیں تو میں کہا کرتا ہوں کہ اونٹ پہاڑ کے نیچے سے گزر گیا ہے اب میرے اوپر اس کا اثر بھی نہیں ہوتا۔

(۷)

۸۲ھ یا ۸۳ھ کا واقعہ ہے ، سحری کے لئے حضرتؒ نے مہمانوں کو بلوایا ، ایک مہمان نہیں آئے تو حضرت نے پوچھا کہ :

"فلاں مہمان کہاں ہیں؟"

ایک صاحب نے جواب دیا کہ غسل کر رہے ہیں تو حضرت نے مزاح کے طور پر حضرت مولانا منوّر صاحب مدّ فیوضہم سے فرمایا کہ :

"مولوی منوّر ! رمضان میں تو شیطان بند رہتا ہے۔"

(۸)

ایک دفعہ فرمایا کہ :

"جی چاہتا ہے کہ پیسہ پاس نہ ہو اور کوئی ضرورت اٹکے نہ۔"

(۹)

متعدد بار فرمایا کہ :

"مولانا عطاء اللہ صاحب بخاریؒ کہا کرتے تھے" یہ کچا گھر مشترک ہے۔"

رشوت دے رہا ہے؟

رمضان المبارک سہارنپور گزار رہا تھا۔ بہرائچ کے ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ حضرت سے سفارش کر دو کہ حضرت میری اہلیہ کو غائبانہ بیعت کر لیں۔ میں نے حضرت مولانا مسعود الٰہی صاحب سے کہا کہ آپ سفارش کر دیں میری ہمت نہیں ہوتی۔ اوّل اوّل مولانا مسعود الٰہی صاحب نے مجھے بھیجنے کی کوشش کی۔ لیکن میرے زیادہ اصرار پر وہ تشریف لے گئے ، اور حضرت سے کہا کہ یہ مولوی احرار کے آدمی ہیں ، حضرت ان کی اہلیہ کو بیعت کر لیں۔ حضرت نے فرمایا :

"اس کو بھیجو۔"

جب میں ڈرتے ڈرتے گیا تو حضرت نے فرمایا کہ :

"جب یہ تیرے آدمی ہیں تو تو نے دوسرے کو واسطہ کیوں بنایا۔ خود کیوں نہ آیا۔ جا تجھ سے تین دن تک بات نہ کروں گا۔"

حضرت کے اس فرمان سے ایسا معلوم ہونے لگا کہ زمین میرے پیر کے نیچے سے ہٹ گئی ، آخر لوگوں سے پوچھنے لگا کہ کیا کریں۔ لوگوں نے مختلف تدبیریں بتلائیں۔ بھپر

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب متالا سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ :

" حضرت کا پیر پکڑ کر معاف کرالو"

چنانچہ اسی دن کانپتے ڈرتے بڑی ہمت کر کے پہونچا۔ اور حضرت کا پیر پکڑ کر معاف کرالیا۔ اور اپنی مرعوبیت کا عذر پیش کیا۔ اور حضرت خوش ہوگئے۔ اس کے بعد میرے پاس ایک نیا رومال تھا اس کو ھدیہ میں دینے لگا تو حضرت نے فرمایا کہ :

" یہ رشوت دے رہا ہے ؟"

میں نے کہا کہ حضرت یہ اس لئے دے رہا ہوں کہ حضرت اس کو قبول فرمالیں گے تو مجھے تسلی ہوجائے گی۔ چنانچہ حضرت نے اس کو قبول فرمالیا۔

بیکار پیسہ صرف کرنے پر تنبیہ

حضرت جب حج کو تشریف لے جایا کرتے تو لوگوں کو روک دیا کرتے کہ وہ نہ آئیں۔

حضرت کے روکنے کے باوجود میں چلا گیا۔ حضرت نے مصافحہ نہیں کیا، اور کہا کہ :

" جب روک دیا تھا تو کیوں آیا ؟!"

پھر بعد میں مصافحہ کرلیا۔

اس کے دوسرے یا تیسرے سال حضرت پھر تشریف لے جارہے تھے۔ پھر میں دہلی پہونچا۔ تو حضرت نے مصافحہ نہیں فرمایا۔ اور کہا کہ :

" اس سے پہلے بھی تم کو روک چکا تھا پھر بھی تم آگئے ؟!"

چنانچہ تقریباً ایک ہفتہ قیام رہا۔ اور حضرت مصافحہ نہیں کررہے تھے طبیعت بہت مرجھائی سی تھی۔ حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب نے حضرت سے فرمایا کہ :

" مولوی احرار بہت رنجیدہ ہیں۔ بہت اداس ہیں۔ کھانا بھی ان سے نہیں کھایا جارہا ہے۔"

اس پر حضرت نے فرمایا کہ : " کیوں ؟"

مولانا اظہار الحسن صاحب نے فرمایا کہ :

" آپ نے ان سے مصافحہ نہیں کیا اس لئے"

حضرت نے فرمایا کہ :

" وہ تو میرے مخصوص لوگوں میں سے ہے یہ سب تو پیار کی باتیں ہیں"۔

غالباً جس صبح کو حضرت جانے والے تھے، اسی رات کو مغرب کے بعد حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدفیوضہم نے حکیم مولانا محمد الیاس صاحب مدظلہ العالی سے کہا کہ مولوی احرار کا مصافحہ حضرت سے نہیں ہوا ہے وہ پریشان ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا حکیم محمد الیاس صاحب مدظلہ العالی نے حضرت سے تذکرہ کیا۔ حضرت نے فوراً بلایا۔ اور مصافحہ کیا اور دعائیں دیں اور فرمایا کہ :

" دیکھ پیارے ! نظام الدین والے مجھے ایک کمرے میں بند کردیتے ہیں۔ ملاقات نہیں ہوتی۔ بات چیت نہیں ہوتی۔ نہ تو مجھے دیکھے نہ میں تجھے دیکھوں۔ بیکار پیسہ صرف ہوتا ہے۔ ایسے آنے کیا فائدہ ہے ؟!"

ایک دو ڈانٹ اور ہے جو خطوط میں درج ہے۔

اصلاح کا ایک انداز

مجھے یاد نہیں پڑتا کہ مالی عطیہ کی کوئی صورت پیش آئی ہو۔ اس کی ایک وجہ میرے ذہن میں ہے، وہ یہ کہ ہے کہ شاید حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہ چاہتے ہوں کہ سہارنپور آنے میں خالص نیت اپنی اصلاح کی ہو۔ مال کے ملنے سے کہیں نیت میں فتور نہ ہوجائے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ مجھ جیسے آدمی کے لئے حضرت چاہتے رہے ہوں گے کہ جس قدر جانی اور مالی محنت اور جد وجہد اپنی اصلاح کے لئے ہو وہ بہتر ہے۔ میرے حالات کے مناسب یہی رہا ہوگا۔

حضرت کے مشورہ پر عمل سے کایا پلٹ جاتی تھی؛

اپنا معاملہ تو یہ تھا کہ اپنے گھریلو معاملات و مناقشات تک جو باعث تشویش ہوں، اسی طرح دوسروں سے جو معاملات تشویش پیدا کرتے ہوں ۔ سارے ہی لکھ دیا کرتا تھا ۔ پھر حضرت کے مشورہ پر عمل کرتا تھا حضرت کے مشورہ پر عمل کرتے ہی کایا پلٹ جاتی تھی ۔

قیام دیوبند کے زمانہ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء و مریدین و متوسلین سے کافی تعلق تھا ۔ وہ حضرات مشورہ دیتے تھے کہ حضرت سے اپنے حالات بتا کر ذکر پوچھو اور زیادہ کی خواہش ظاہر کرو ۔ اس طرح پر کیا تو حضرت نے ذکر میں ترقی دی ۔

اس کے بعد حضرت شیخ کے پرانے مریدین متوسلین نے کہا کہ جب تک رغبت کا اظہار کرکے ذکر نہ پوچھو گے حضرت نہ بتلائیں گے ۔ چنانچہ پاس انفاس ذکر قلبی و مراقبہ کا ذکر حضرت نے اسی طرح تلقین فرمایا ۔

بقیہ باتیں حضرت کے مکتوبات سے دریافت ہو جائیں گی ۔

خلافت

حضرت مولانا سجاد حسین صاحب، حضرت مولانا معین الدین صاحب اور خادم ناچیز راقم الحروف کو حضرت شیخ نے رمضان المبارک ۸۸ھ کی ستائیسویں شب میں اجازت مرحمت فرمائی، جس شب کو عوام شب قدر کہتے ہیں ۔ ایک مصلّٰی مجھ کو عطا فرمایا تھا ۔ حضرت مولانا محمد ہارون صاحبؒ ابن حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور بھائی جناب ابوالحسن صاحب مدظلہ موجود تھے ۔

اس وقت نہیں لکھا، البتہ جو یاد پڑتا ہے، وہ یہ کہ حضرت نے فرمایا :

"مولوی احرار پیارے ! جس نسبت کو حاصل کرنے کے لئے تم نے اس ناکارہ سے حسن ظن رکھا تھا اللہ تعالیٰ نے وہ تمہیں مرحمت فرمائی ہے، میں تم کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی طرف سے بیعت کی اجازت دیتا ہوں"

اس کے بعد فرمایا کہ :

" میں تم کو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور سُنّتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو ۔ اور اہل سُنّت والجماعۃ سے وابستہ رہو اور بدعت اور معاصی سے بچو ۔"

اور غالباً یہ بھی فرمایا کہ :

" اس کی بہت حفاظت کیجیو ۔"

پھر ۲۹ ر رمضان کو تقریباً بارہ بجے حضرت نے ہم تینوں کو بلایا ، اور اکمال وارشاد کے خصوصی مطالعہ کرتے رہنے اور تبلیغی جماعت کی نصرت کو کہا ۔ اور کہا کہ :

" خرابی کہاں نہیں ہے ۔ دیوبند نہیں ہے کہ سہارنپور نہیں ہے ۔ کیا عیوب کو اُچھالا جاتا ہے یا اس کی اصلاح کی جاتی ہے ؟"

حضرت نے متعدد خطوط میں لکھا کہ رمضان اپنے یہاں میرے اور اپنے احباب کو لیکر گزارو ۔ لیکن میرے اوپر اس کا اثر تھا کہ حضرت کی زندگی میں حضرت کے ساتھ گزاریں بعد میں تو اپنے یہاں گزارنا ہی ہے ۔ یہ بھی سوچا تھا کہ حضرت کے منشاء کے خلاف اگر سہارنپور کا قیام ہوگا تو حضرت واپس کر دیں گے ۔ لیکن حضرت نے واپس نہیں فرمایا ۔

مِشکوٰۃ پر نوٹ لکھنے کی ہدایت

حدیث پر کچھ لکھنے کا اشتیاق ظاہر کیا تھا ۔ حضرت نے تحریر فرمایا کہ :

" مشکوٰۃ پر بطریقِ نوٹ اور یادداشت و تحشیہ کے کچھ لکھتے رہا کرو ۔ اس سے حدیث میں توغّل اور نظر پیدا ہو جائے گی ۔"
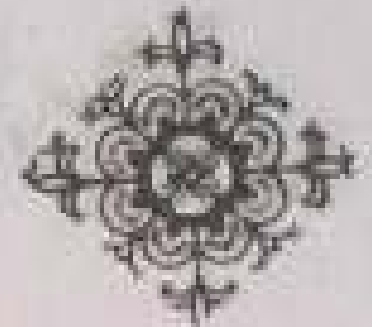
حضرت مولانا قطب الدین گیاوی صاحب

زید مجدہم

اسم گرامی

محمد قطب الدین گیاوی مظاہری۔

مقام و پوسٹ پرسادی انگلش وایا اروَل ضلع گیا صوبہ بہار

حال مقیم محلہ خان عالم پور۔

مظاہر علوم سہارنپور (یوپی) سے بفضلہ تعالیٰ ۸۲ھ میں تحصیل علوم سے فراغت ہوئی تھی۔

ولادت

تاریخ پیدائش تحقیقی طور پر معلوم نہ ہوسکی، تقریباً ۱۹۴۰ء میں میری پیدائش بتلائی جاتی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

ابتدائی دنیوی تعلیم

اس ناکارہ کو بچپن میں مقامی مکتب کی تعلیم کے بعد بستی کے سرکاری اسکول میں داخل کردیا گیا تھا۔ اسکول میں درجہ ششم تک اردو، ہندی، حساب، جغرافیہ، تاریخ وغیرہ کی تعلیم حاصل کی۔ بفضلہ تعالیٰ اسکول میں بھی اچھے واعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوتا رہا۔ مجھ پر اساتذہ کی شفقت رہتی تھی۔ طلبا رکی حساب وغیرہ کی کاپیاں یہ ناکارہ دیکھا کرتا تھا۔

دینی تعلیم

درجہ ششم کے سالانہ امتحان کے بعد گرمی کی تعطیل میں یہ ناکارہ اپنے گھر پر تھا تو ہمارے سب ڈویژن جہان آباد ضلع گیا کے مدرسہ عربیہ کے ناظم صاحب رمضان کی تعطیل میں ہماری بستی میں تشریف لائے۔ رات کو بیان ہوا، اور بیان کے بعد ہمارے والد صاحب سے ملاقات ہوئی اور گفتگو کے بعد فرمایا کہ:

اپنے لڑکے محمد قطب الدین کو ہمارے مدرسہ میں داخل فرمادیں"۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کو اس ناکارہ کے بارے میں خیر کا فیصلہ فرمانا تھا اس لئے گرمی اور رمضان کی تعطیل کے بعد اس ناکارہ کو مدرسہ عربیہ اسلامیہ جہان آباد میں شوال میں داخل کردیا گیا۔

ابتدائی عربی ہدایۃ النحو، نور الایضاح، تیسیر المنطق وغیرہ سے فراغت کے بعد اسی مدرسہ کے استاذ محترم حضرت مولانا نظام الدین صاحب قاسمی ہم دونوں ساتھیوں یعنی قطب الدین وتجمل حسین گیاوی کو لیکر دیوبند میں داخلہ کی نیت سے پہنچے، مگر مشیت ایزدی سے وہاں امدادی داخلہ درجہ ابتدائی میں نہ ہوسکا۔ پھر مدرسہ مظاہر علوم میں لائے اور بفضلہ تعالیٰ کافیہ، قدوری، فصول اکبری ومرقات وغیرہ میں امدادی داخلہ ہوگیا۔ اور نصیحت وتنبیہ کے بعد استاذ محترم وطن واپس ہوگئے۔

اس کے بعد سے یہ ناکارہ بفضلہ تعالیٰ ذوق وشوق اور محنت سے پڑھتا رہا۔ اور ہر سال کم از کم دو کتابوں کا تکرار کراتا رہا۔ اور بفضلہ تعالیٰ اساتذہ کی دعاؤں سے اکثر کتابوں میں ہر سال اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوتا رہا جیسا کہ مدرسہ کی روداد ملاحظہ کرنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اور بہت سی کتابیں اس ناکارہ کو منجانب مدرسہ انعام میں ملتی رہیں۔ اور چونکہ کتابیں خریدنے کا شوق بھی اللہ نے دے رکھا تھا اس لئے انعامی کتابوں کے علاوہ باقی دوسری کتابیں ہر سال خرید لیتا تھا۔ چنانچہ الحمد للہ

دورۂ حدیث کے علاوہ مشکوٰۃ شریف تک تقریباً تمام درسی کتابیں اس ناکارہ کے پاس موجود ہیں، اللہ تعالیٰ استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

پھر شعبان ۱۳۸۲ھ میں بفضلہ تعالیٰ دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی۔ اس طرح ۱۳۷۶ھ میں غالباً داخلہ ہوا تھا اور اسی مادرِ علمی میں چھ سال علم حاصل کر کے ۱۳۸۲ھ میں فراغت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ علم و عمل کی دولت سے مالامال فرمائیں اور عالم باعمل فرماویں، اور ان علوم دینیہ کو اس ناکارہ کے دارین کی بلاؤں سے نجات دلانے کا اور دارین کی ترقیات کا ذریعہ فرماویں، نامرضیات سے حفاظت فرما کر اپنی مرضیات پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اپنی رضا و محبت عطا فرماویں۔ آمین

نکاح و اولاد

اس ناکارہ کا نکاح ۱۳۸۲ھ دورۂ حدیث کے سال میں ہوا تھا۔ مقام و پوسٹ سکوڑہ وایا پالی گنج ضلع پٹنہ صوبہ بہار میں بندہ کا سسرال ہے۔

بندہ کی اولاد فی الحال چار ہیں۔ ان میں سے تین لڑکے ہیں۔ بڑا لڑکا خیر الدین بارہ سال کا ہے، اب تک تقریباً اٹھارہ ۱۸ پارے حفظ کر چکا ہے۔ دوسرا لڑکا صلاح الدین ہے جس کی عمر تقریباً ۵ سال ہوگی۔ تیسرا لڑکا فلاح الدین ہے، جس کی عمر تقریباً اڑھائی سال ہے۔ ایک لڑکی بڑے لڑکے سے چھوٹی ہے، جس کی عمر تقریباً آٹھ ۸ سال ہے، خدیجہ خاتون اس کا نام ہے۔

ہمارے یہ چاروں بچے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی حیات طیبہ میں پیدا ہو چکے تھے اس لئے ان چاروں کے نام بندہ کی درخواست پر حضرت نے تجویز فرمائے تھے۔

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی تو اس ناکارہ اور گھر والوں سبھی سے بیحد شفقت و محبت تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت کو ہم لوگوں کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائیں

وہاں کے درجات عالیہ نصیب فرمائیں۔

دینی خدمت کا آغاز

الحمد للہ علیٰ احسانہ کہ جب بندہ نے شعبان ۸۳ھ میں فنون وغیرہ سے فراغت حاصل کر لی۔ پھر جب شوال ۸۳ھ کا مہینہ آیا، جو مدرسہ کی تعلیم کے اعتبار سے شروع مہینہ ہوتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے ایک اور نعمت عظمیٰ سے نوازا کہ مدرسے کے حضرات میں استاذ محترم حضرت مولانا جمیل الرحمان صاحب نور اللہ مرقدہٗ ناظم مدرسہ شاخ نے فرمایا کہ:

"مدرسہ مظاہر علوم کی شاخ میں ایک ابتدائی عربی مدرس کی ضرورت ہے تم درخواست دے دو، انشاء اللہ منظور ہو جائے گی۔"

چنانچہ بندہ نے اپنے بزرگوں اور استاذوں وغیرہ سے مشورہ کیا تو سب نے یہی مشورہ دیا کہ اس موقعہ کو غنیمت جانو، قلت تنخواہ کو مت دیکھو بلکہ توکل علی اللہ درخواست دے دو، انشاء اللہ آگے چل کر دارین کی ترقی کا ذریعہ ہوگا۔ بندہ نے پھر خاص کر حضرت شیخ دامت برکاتہم سے مشورہ کیا تو حضرت اقدس نے بھی فرمایا کہ:

"استخارہ مسنونہ کر لو۔"

تو بندہ نے استخارہ کر کے درخواست دے دی، بفضلہ تعالیٰ درخواست منظور ہوگئی اور شوال ۸۳ھ میں بندہ مبلغ تیس ۳۰ روپے ماہانہ وظیفہ کے ساتھ مدرسہ مظاہر علوم کی شاخ ابتدائی عربی تعلیم کے مدرس کی حیثیت سے بحال ہوگیا۔ اللّٰھم لک الحمد ولک الشکر۔

اس کے بعد بفضلہ تعالیٰ ۸۶ھ کے ابتداء میں مولوی محمد رفیق صاحب پرتاب گڑھی مدرسہ شاخ کی مدرسی و نگرانی سے استعفیٰ دے کر چلے گئے تو اربابِ مدرسہ

نے ان کی جگہ بندہ ضعیف و ناتواں کو بارہ ۱۲ روپے مزید ماہانہ وظیفے کے ساتھ علاوہ تنخواہ کے طلبا رشاخ کی نگرانی کی خدمت بھی سپرد کی۔ بندہ اس خدمت کے قبول کرنے سے بہت گھبرا رہا تھا۔ چونکہ اخیر دور کے طلبہ کی نگرانی بہت مشکل اور اہم ہے مگر جب حضرت شیخ قدس سرہٗ سے اس کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت نے فرمایا:

"اللہ کا نام لیکر قبول کرلو۔"

تو اس خدمت کو بھی اللہ کی ذات کریم پر بھروسہ اور حضرت اقدس کی توجہ پر اعتماد کر کے قبول کرلیا اور اس خدمت کو الحمدللہ باحسن وجوہ انجام دینے لگا۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللهِ۔

پھر مولانا جمیل الرحمٰن صاحب کے سنہ ۱۳۹۹ھ ماہ رمضان میں وصال کے بعد ارباب مدرسہ کی تجویز اور حضرت شیخ قدس سرہٗ کے مشورہ کے مطابق شاخ کے جملہ امور کی نگرانی و ذمہ داری بھی ایک سال تک بفضلہ تعالیٰ انجام دی۔

اس کے بعد مدرسہ شاخ کی تمام عربی تعلیم مظاہر علوم میں منتقل ہوگئی، اور بفضلہ تعالیٰ حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کی دعا و توجہ کی برکت اور دوسرے اربابِ مدرسہ کی توجہ سے بندہ کو مدرسہ شاخ سے مدرسہ مظاہر العلوم میں منتقل کردیا گیا اور موجودہ مشغلہ بھی مدرسہ مظاہر علوم میں عربی درس و تدریس کا ہے اور شہر سہارنپور کے محلہ قلعہ نواب گنج میں پیش امام کا بھی ہے۔

علاقہ کا ماحول

ہمارے تھانہ اور ڈاک خانہ مقام ارول میں مسلمانوں کی آبادی اور غیر مسلموں کی قریب برابر سرابر ہے۔

اور وہاں پر دو مدرسے ہیں جن میں حفظ، ناظرہ اور ابتدائی عربی فارسی کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور جمعرات کے روز تبلیغی اجتماع بھی ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ بندہ کے سب ڈویژن جہان آباد ضلع گیا میں بھی ایک اپنے

مسلک کا مدرسہ عربیہ اسلامیہ جہان آباد ہے۔ اس ناکارہ کی ابتدائی تعلیم ہدایۃ النحو، قدوری وغیرہ تک اسی مدرسہ میں ہوئی تھی، اس وقت ناظم مولانا ابوالبرکات تھے اور صدر مدرس مولانا نظام الدین صاحب خالبش قاسمی تھے اور صدر مدرس صاحب ہی ناکارہ کو مدرسہ مظاہر علوم میں داخل کرا گئے تھے جیسا کہ پہلے ذکر کیا۔ اور اس مدرسہ کے موجودہ ناظم حافظ قاری مولوی شوکت علی صاحب ہیں۔

دوسرا مدرسہ اسی شہر میں بریلوی حضرات کا ہے غالباً عین الہدیٰ یا شمس الہدیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

اسی طرح تبلیغی کام بھی اچھا خاصہ ہوتا رہتا ہے اور اس سلسلے میں جمعرات کو جامع مسجد میں تبلیغی اجتماع بھی ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ اس ناکارہ کے خاص ضلع گیا میں اپنے مسلک کے دو مشہور و معروف قدیم مدرسے ہیں۔ ایک مدرسہ قاسمیہ جس کے مہتمم حضرت حافظ قاری مولانا الحاج فخر الدین صاحب مدظلہ العالی خلیفہ مجاز حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحب شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ ہیں۔ مدرسہ میں حفظ و ناظرہ سے لیکر درجہ اوسط تک تک تعلیم ہوتی ہے۔

دوسرا مدرسہ انوار العلوم ہے۔ جس کے بانی حضرت مولانا سجاد حسین صاحب قاسمی بہاری نور اللہ مرقدہٗ تھے۔ اور موجودہ ناظم مولانا محمود الحسن صاحب گیاوی ہیں، اس میں درجہ حفظ و ناظرہ سے لیکر عربی اوسط تک کی تعلیم ہوتی ہے۔

اور تبلیغی نقل و حرکت بھی خوب ہوتی ہے۔ سارے ضلع کا مرکز تبلیغ چھوٹی مسجد محلہ گھسیار ٹولہ باڑی روڈ ضلع گیا ہے، اس کے ذمہ داروں میں سے مولانا اصغر حسین صاحب مدظلہ العالی ہیں۔

بیعت

الحمدللہ علیٰ احسانہ کہ جب بندہ شعبان ۸۳ھ میں حصولِ علم دین سے فراغت حاصل کی اس وقت اس ناکارہ کی عمر تقریباً اکیس ۲۱ سال تھی اور فنون ہی کے سال ۱۳۸۳ھ میں محض اللہ کے فضل وکرم سے جو بندہ پر ہمیشہ سے بلا استحقاق رہے ہیں ایک بزرگ کے واسطے سے جو بطور مہمانی حضرت مدظلہ کی خدمت میں آئے ہوئے تھے مولانا زبیر عالم صاحب چاٹگامی جو پوربی پاکستان (حال بنگلہ دیش) کے رہنے والے ہیں،

اللہ تعالیٰ ان کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائیں دارین کی ترقیات سے نوازے کہ انہوں نے مجھے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے خصوصی تعلق پیدا کرنے کو کہا، گرچہ عمومی تعلق پہلے ہی تھا اور مشورہ دیا کہ تم اپنا پانچواں گھنٹہ خالی رکھ کر حضرت کو خطوط لکھا کرو انشاء اللہ دارین کی ترقیات وکامیابی کا ذریعہ ہوگا اور پھر خود ہی حضرت سے بندہ کا خصوصی تعارف کرا کے کہا کہ :

"یہ حضرت کو خطوط لکھا کریں گے"

بفضلہ تعالیٰ حضرت نے منظور فرمالیا ۔

چنانچہ اس کے بعد سے ڈھائی تین سال تک حضرت کو خطوط لکھتا رہا، یہ بھی محض اللہ کے فضل وکرم سے ہوا ۔ پھر اسی درمیان میں طرفین میں عقیدت و محبت بڑھی، اللہ نے وہ دن بھی نصیب فرمایا کہ بندہ نے حضرت اقدس قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کی شرافت وفضیلت حاصل کی ۸۳ھ کے وسط ہی میں ۔

اسی طرح اللہ کے کرم پر کرم ہوتے چلے آرہے تھے کہ بندہ نے شعبان ۸۳ھ میں تعلیم سے فراغت کے بعد ذکر وشغل کی اجازت چاہی ۔ حضرت نے اوّلاً مشفقانہ انکار اور پھر پابندی کی تنبیہ کے بعد اجازتِ ذکر جہر مرحمت فرمادی ۔

بندہ نے یہ سوچ کر کہ اب آئندہ یہاں سے جانے کے بعد یہ بابرکت مقام وہستیاں کہاں نصیب ہوں گے رمضان ۸۳ھ میں حضرت ہی خدمت بابرکت میں رہ کر گزار دیا ۔

یہ ناکارہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت ہونے سے قبل کسی اور سے وابستہ نہیں تھا بلکہ براہِ راست حضرت ہی سے ابتداءً بیعت ہوا ۔ اور حضرت سے بیعت اور اصلاحی تعلق کی صورت وہی پیش آئی جو اوپر ذکر کی گئی ۔

بیعت میں حضرت شیخ کا انتخاب

مختلف مشائخ میں سے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کو بیعت کے لئے اس ناکارہ کے انتخاب کی کئی وجوہ ہیں ۔

سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مدرسہ مظاہر علوم (جو حضرت ہی کا مدرسہ ہے) میں داخلہ کی توفیق عطا فرمائی جس کی وجہ سے اکثر و بیشتر حضرت کی زیارت وملاقات ہوتی رہتی تھی ۔ ادھر حضرت کے فیوض و برکات اور لوگوں کی رجوعات عامہ کو ہروقت اپنی آنکھوں سے دیکھتا رہتا تھا کہ عوام وخواص اکابر واصاغر دیندار ودنیادار سیاسی یا غیر سیاسی ہر قسم کے لوگ حضرت کی خدمت میں آتے رہتے تھے حتیٰ کہ اپنے وقت کے مفسرین ومحدثین اور مشائخ اور اولیاء کرام بھی آتے رہتے تھے ۔ رجوعات عامہ بھی اس ناکارہ کے بیعت کے لئے محرک ہوا ۔

نیز حضرت اقدسؒ سے بخاری شریف سے درس حاصل کرنے کا بھی شرف ہوا، یہ بھی ایک محرک ہے ۔

نیز تقریباً ڈھائی تین سال حضرت کی خدمت بابرکت میں ڈاک لکھنے کا بھی شرف حاصل ہوا جیساکہ پہلے ذکر ہوا ۔ اس دوران میں حضرت کے ظاہری و

باطنی فیوض وبرکات کا خوب مشاہدہ ہوا یہی محرک اعلیٰ ہے ۔

بالمشافہ بیعت

اس ناکارہ کی بیعت حضرت سے بالمشافہ ہوئی ہے خط سے نہیں ۔

اس ناکارہ نے بار بار بیعت کے لئے اصرار کے ساتھ درخواست کی تو حضرت یہ کہکر ٹال دیتے تھے کہ :

”ہم بھی یہیں ہیں اور تم بھی یہیں ہو ۔“

پھر ایک روز فراغت کے بعد سنہ ۸۳ھ میں جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ حضرت نے حکیم محمد ایوب صاحب مدظلہ العالی کی مسجد میں بیعت بابرکت کی سعادت سے نوازا ۔ اور معمولات کی پابندی کی تاکید وتنبیہ فرمائی اور کوئی خصوصی نصیحت یاد نہیں ۔

خط وکتابت

بیعت کے بعد چونکہ اکثر یہ ناکارہ سہارنپور میں حضرت کی خدمت ہی میں رہتا تھا اس لئے تربیت واصلاح کے سلسلے میں زبانی بات چیت ہوجاتی تھی خط وکتابت کی نوبت بہت کم آئی ۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ناکارہ مضمون نگاری نہیں جانتا اس لئے حضرت کی خدمت میں خط لکھنے سے بہت ڈرتا تھا کہ شاید کوئی بے ادبی وگستاخی اور مزاج عالی کے خلاف کوئی بات لکھی جائے ۔ البتہ کچھ خط وکتابت ضرور ہوئی ہے لیکن فی الحال موجود نہیں ہے ۔ تلاش کرنے کے بعد اگر وہ خطوط مل جائیں گے اور ان کے مضامین تصوف کے سلسلے میں مفید ہوں گے تو انشاء اللہ روانہ کردیں گے ۔

حضرت کی ڈانٹ

حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی طرف سے بندہ کی یاد میں ایک مرتبہ ڈانٹ پڑی تھی ، جب سبھی لوگ حضرت کے ساتھ دوپہر کا کھانا قریب قریب کھا چکے تھے اور یہ ناکارہ کچے گھر کے اندر والے کمرے میں حضرت کے لئے بستر وغیرہ جھاڑ کر بچھا رہا تھا اس وقت حضرت نے غالباً یہ فرمایا

تھا کہ :

”تم نے کھانا کھالیا ؟“

بندے نے عرض کیا کہ ابھی نہیں ۔ اس وقت حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا :

”کھانا ہو تو جلد کھالو ورنہ تمہاری مرضی ۔“

تو بندہ ایک دم سے گھبرا کر دسترخوان پر پہنچ گیا ۔

اور اس قسم کی ڈانٹ دوسرے پیر بھائیوں پر مثلاً مولوی احمد وغیرہ پر بھی ناکارہ کے سامنے کئی مرتبہ پڑی ۔

عطایا

حضرت اقدس قدس سرہٗ کی طرف سے اس ناکارہ پر روحانی عطایا کے ساتھ مادی ومالی ھدایا کی بارش رہا کرتی تھی ۔ شروع شروع میں لفافہ میں بند کرکے کبھی دس۱۰ روپے کبھی بیس۲۰ روپے اور کبھی بغیر لفافہ کے دے کر فرماتے تھے کہ :

”یہ تیری نذر ہے“

پھر بعد میں سو۱۰۰ پچاس۵۰ روپے عطا کرنے شروع کردیے ۔ خصوصاً جب یہ بندہ تبلیغ میں جاتا تھا اس وقت اور اسی طرح رمضان کے قبل اور رمضان کے درمیان میں دو۲ دو۲ تین۳ تین۳ مرتبہ عطا فرمادیا کرتے تھے چاہے حضرت کے ساتھ مسجد میں اعتکاف میں ہوتا تھا یا اپنے محلے کی مسجد میں اعتکاف میں ہوتا وہاں کبھی مولانا یامین صاحب مدظلہ العالی کی معرفت کبھی رقم کبھی چائے کا ڈبہ اور کبھی کپڑے وغیرہ عطا فرمایا کرتے تھے ۔

اور کبھی بندہ کے واسطے سے بندہ کی اہلیہ کے لئے کچھ روپے دیکر فرماتے تھے کہ :

”یہ رقم اپنی گھروالی کو پہنچادینا تیری نہیں ۔“

اور اس ناکارہ کی معرفت محلہ پٹھان پورہ کے حاجی خلیل الرحمٰن ؒ کے اہل خانہ کو جو بیوہ ہوچکی تھیں کبھی طلب پر اور اکثر بغیر طلب کے سو۱۰۰ دو۲ سو روپے کے قریب قریب

ارسال فرمادیا کرتے تھے اور تاکید فرماتے تھے کہ:

"خاص کر خلیل کی بیوہ کے ہاتھ میں روپیہ دینا اور کسی کو نہیں"۔

حاجی خلیل صاحبؒ حضرت رائے پوری کے خواص میں سے تھے۔

انداز تربیت

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کا انداز تربیت اس ناکارہ کے ساتھ بظاہر بذریعہ ڈاک تھا۔ حضرت کی پوری توجہ دعا شفقت و محبت ڈاک کے دوران میں رہتی تھی اور اس زمانے میں ناکارہ کو حضرت کی دعا، توجہ سے پورا پورا فائدہ ہوتا تھا۔ نیز جن دنوں میں بندہ حضرت کی خدمت میں ڈاک لکھا کرتا تھا ان دنوں میں بندہ کا قیام دفتر مدرسہ کے حجرہ میں تھا۔

جن ایام میں بندہ حضرت کی خدمت میں ڈاک لکھتا تھا ان دنوں حضرت نے اس ناکارہ کو دفتر مدرسہ کی مسجد میں امام بھی مقرر کردیا تھا۔ ناکارہ امامت کے لائق نہیں تھا لیکن بندے کی سمجھ میں امام مقرر کرنا یہ بھی میری اصلاح و تربیت کے لئے ایک کڑی تھی۔

ذکر کا شوق وذوق

اس ناکارہ کو ذکر جہری کی اجازت ملنے کے بعد اور معمولات کے مقابلہ میں ذکر کا شوق و ذوق زیادہ رہا اور ذکر میں خوب طبیعت لگتی تھی اور یہی جی چاہتا تھا کہ ہر وقت زیادہ سے زیادہ ذکر کرتے رہیں۔ اس دوران میں بفضلہ تعالیٰ گریاں بھی طاری ہوجاتا تھا۔ حضرت اقدس سہارنپور میں موجود ہوتے تھے تب بھی اور مدینہ وغیرہ کہیں سفر میں رہتے تھے تب بھی بندہ کچے گھر میں حاضر ہوکر ذکر کرنے کی کوشش کرتا تھا چونکہ وہاں ذکر میں زیادہ فائدہ محسوس ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ جب حضرت تکان و بیماری کی وجہ سے صبح کے وقت آرام کرنے لگے تو خدام نے حضرت کی پریشانی کا خیال کرتے ہوئے مجھے کہا کہ تم مسجد میں جاکر

ذکر کرلو حضرت کی نیند میں خلل ہوگا۔ تو غالباً حضرت نے میری دلجوئی اور ہمت افزائی کی خاطر فرمایا کہ:

"اس کو چھوڑ دو اور ذکر کرنے دو اس کے ذکر کرنے سے میری نیند میں خلل نہیں ہوگا"۔

ایک مرتبہ بندہ نے حضرت سے عرض کیا کہ حضرت! بندہ کی مراقبہ وغیرہ میں اتنی طبیعت نہیں لگتی جتنی ذکر میں، تو فرمایا:

"کوئی حرج کی بات نہیں، کیونکہ مراقبہ سے مقصود اللہ کے ذکر و فکر اور دھیان کا پیدا کرنا ہے"۔

بندہ جب شاخ کا مدرس و نگران ہوگیا اور اس کے پاس ہی محلہ پٹھان پورہ میں امام مقرر ہوگیا تو ایک روز بندہ نے عرض کیا کہ حضرت! مکان کے اعتبار سے اب آپ سے اس ناکارہ کی دوری ہوئی جارہی ہے اور حضرت اقدس کی خدمت میں حاضری کا موقعہ کم ہوتا ہے اس سے بڑی فکر ہوتی ہے۔ تو حضرت نے ایک بڑی اہم اور اونچی بات فرمادی کہ:

"کوئی حرج کی بات نہیں ہے، وہ پیر کیا جو دور کی خبر نہ رکھے"۔

بارہ تسبیح کے ذکر کی پابندی کرتے ہوئے جب کافی دن ہوگئے اور ذکر کا شوق بڑھا تو حضرت اقدس سے زیادتی کی درخواست کی۔ تو حضرت نے فرمایا کہ:

"تعلیم کی ذمہ داری اہم ترین ہے پھر بھی اگر وقت میں گنجائش ہو اور دماغ میں تحمل ہو تو اسم ذات کا ذکر ایک ہزار تک کرلیا کرو"۔

امراض قلب میں سے ذکر وغیرہ کے معمولات میں سے ذکر میں طبیعت نہ لگنا، وسوسے آنا اور نمازوں میں حضور قلبی نہ ہونے کی جب کوئی شکایت کی تو فرمایا کہ:

"اس کی طرف توجہ نہ کرو، جہاں مال ہوتا ہے وہیں چور جاتا ہے، اہتمام

سے ذکر اور دوسرے معمولات کی پابندی کرو۔ انشاء اللہ یہ سب باتیں
جاتی رہیں گی اور نماز و ذکر میں جی بھی لگے گا"۔

اس سلسلے میں بھی کوئی خط ابھی تک نہ مل سکا حالانکہ خطوط میں نے اہتمام سے
رکھنے کی کوشش کی تھی، اگر مل گیا اور کوئی مفید مضمون ہوا تو لکھکر انشاء اللہ
بھیجدیا جائے گا دوبارہ۔

خلافت وبیعت کی اجازت

حضرت نوراللہ مرقدہ کی طرف سے خلافت
وبیعت کی اجازت ۱۲ر ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ
بمطابق ۵ر نومبر ۱۹۷۶ء بروز جمعہ سہارنپور کے مشہور ومعروف قبرستان حاجی شاہ
کمال الدین والا قبرستان میں ہوئی تھی۔ اس موقع پر حضرت نے یہ نصیحت فرمائی
تھی کہ اکابر کا "سلوک واحسان" اور "اکمال" و "امداد السلوک" اہتمام سے مطالعہ
میں رکھنا۔

اس وقت کوئی خاص چیز بطور یادگار کے مرحمت نہیں فرمائی تھی اور چونکہ
اجازت زبانی ہوئی تھی تحریری نہیں اس لئے اجازت نامہ ملنے کا کوئی سوال
ہی نہیں۔ بھائی ابوالحسن نے قبرستان پر ذکر کے دوران بلایا تھا اور حضرت
نے اجازت مرحمت فرمادی تھی۔

غالباً ایک دن پہلے حضرت مولانا یونس صاحب جونپوری مدظلہ العالی کو
بھی اجازت ہوگئی تھی۔ اور اجازت سے پہلے حافظ صدیق احمد صاحب مدرس
حفظ مدرسہ شاخ کی معرفت حضرت سے ایک پیراہن کی درخواست کی تھی حضرت
نے فرمایا تھا کہ "دیدو"۔ چنانچہ الحمدللہ حضرت کے تبرکوں میں سے ململ کا ایک
پیراہن مبارک موجود ہے۔

رمضان کا اعتکاف

چونکہ یہ ناکارہ حضرت اقدس کی موجودگی میں اکثر
سہارنپور ہی میں موجود رہتا تھا۔ نیز یہ ناکارہ
مع اہل وعیال کے سہارنپور ہی میں پہلے محلہ پٹھان پورہ میں مقیم تھا اور اب اس
کے پاس ہی دوسرے محلہ خانعالم پورہ میں مقیم ہے۔ اس لئے جب حضرت سے
رمضان میں اعتکاف کے بارے میں اجازت ومشورہ لیتا تھا تو حضرت حسب منشاء
اور حسب معمول یہی فرماتے تھے کہ:

"اپنے محلے کی مسجد میں خود بھی اعتکاف کرو اور اپنے دوست احباب
کو بھی ترغیب دے کر اعتکاف میں بٹھانے کی کوشش کرو"۔

چنانچہ کبھی محلہ پٹھان پورہ کی مسجد میں اعتکاف کرتا تھا اور کبھی خوشامد اور اصرار کے
ساتھ اجازت پاکر حضرت اقدس کے ساتھ دار جدید کی مسجد میں اعتکاف کرتا تھا۔

تصنیف وتالیف

چونکہ اس ناکارہ کا مزاج تصنیف وتالیف کا نہیں،
اور بظاہر اس کی استعداد بھی نہیں، اس لئے نہ تو
بندہ نے حضرت سے تصنیف وتالیف کا مشورہ کیا اور نہ حضرت نے اپنی طرف سے
تصنیف وتالیف کا حکم دیا۔

باطل تحریکوں کے متعلق ہدایت

بندے کو اہل حق کی جماعتوں اور جمعیت
کے ساتھ مل کر اہل باطل کی تحریکات اور
سازشوں کے خلاف کام کرنے کی خصوصیت کے ساتھ زبانی یا تحریری ہدایت نہیں فرمائی
البتہ ایک موقع پر مخصوص خدام جو ہر وقت حاضر باش رہتے تھے ان کی موجودگی میں
جماعت اسلامی کی تحریک سے باخبر اور ہوشیار رہنے کی ہدایت فرمائی تھی۔

تبلیغی کام میں شرکت

بفضلہ تعالیٰ اس ناکارہ کو طالب علمی کے زمانہ
سے تعلیم کے ساتھ تبلیغی کام کا ذوق وشوق تھا

اور یہ ناکارہ فنون کے سال میں اللہ کی ذات عالی سے یہ حسن ظن رکھتا تھا کہ امسال انشاء اللہ حضرت اقدس کی خدمت کے طفیل اور تبلیغی کام کے صدقے مجھے ہمیشہ کی طرح اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کرنی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس ناکارہ کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرمادیا کہ اس سال میں باوجود کتابوں میں محنت کی کمی کے اچھے اور اعلیٰ نمبروں سے کامیابی عطا فرمادی۔

اس وقت سے لیکر اب مدرسی کے دور تک بھی بفضلہ تعالیٰ اس کام سے دلچسپی اور لگن ہے۔ اور مدرسے میں طلباء کے درمیان تبلیغی کام کی ذمہ داری طلباء کے ساتھ اس ناکارہ پر بھی ہے۔ چنانچہ مدرسے میں تبلیغی اجتماع کے سلسلے میں ارباب مدرسہ سے اجازت دلاتا اور دوسرا انتظام کرتا، اسی طرح جمعرات کے روز جماعت کی روانگی کے سلسلے میں کھانا کرایہ وغیرہ کے ذیل میں اخراجات دلاتا اور تبلیغی مشورہ اور روانگی کے وقت اکثر وبیشتر موجود رہتا اور روانگی کے آداب بیان کرتا، اسی طرح رمضان اور بقرعید کی تعطیل کے موقع پر جماعتوں کی روانگی کے سلسلے میں منجانب مدرسہ اجازت وسہولت اور اخراجات دلانے کی کوشش کرتا ہے۔

حضراتِ نظام الدین جب تشریف لاتے تھے تو مدرسے میں جلسے کے لئے اوّلاً حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ سے اجازت لیتا تھا پھر اسی مسجد میں حضراتِ نظام الدین سے بیان کی درخواست کرتا تھا پھر حضرت شیخؒ فرماتے تھے کہ:

"اپنے مدرسے کے ناظم صاحب سے اوّلاً اجازت لیکر پھر جلسے کا اعلان کرنا"

اور خوش ہوکر بہت دعائیں دیتے تھے اور سب جگہ جماعتوں کے ساتھ منجملہ اور حضرات کے اس ناکارہ کو اور حضرت مولانا عبدالمالک صاحب کو حضرت کی طرف سے دعوت ہوتی تھی۔

اور جب طلباء کی جماعت رمضان اور بقرعید کی تعطیل میں نظام الدین دلّی جاتی تھی تو حضرت مجھ سے پوچھتے تھے کہ:

"تم بھی جارہے ہو؟"

تو بتوفیق الٰہی جب بھی بندہ نے جماعت میں جانے کا ارادہ کیا تو حضرت تنہائی میں بلاکر چپکے سے بطور سفر خرچ وغیرہ کے کچھ رقم مرحمت فرمادیتے تھے۔

اور مدارس دینیہ اور مکاتب قرآنیہ قائم کرنے کے سلسلے میں حضرت کی کوئی ہدایت یاد نہیں پڑتی۔

اوقاف و مدارس سے متعلق ہدایات

مدارس عربیہ کے اسلاف کے نقش قدم پر چلنے اور صحیح نہج پر طلباء کی تربیت کرنے کی کبھی براہ راست اور کبھی دوسرے اکابر مثلاً مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہ العالی ہردوئی والے کی معرفت مدرسین کی جو خصوصی مجلس ہوتی اس میں تاکید کرواتے تھے۔

اسی طرح وقف کے بارے میں دیانتداری برتنے کے لئے ایک مرتبہ رمضان میں عشاء کے بعد کچے گھر کے اکابر وعلماء اور مشائخ کی خصوصی مجلس میں بار بار تنبیہ وتاکید کے ساتھ فرمایا کہ:

"میں آپ لوگوں کو یہ خصوصی نصیحت کرتا ہوں کہ مدرسے کے اور دیگر وقف رقم میں خوب احتیاط اور دیانتداری سے کام لیجئے اس لئے کہ مدرسہ وغیرہ کا پیسہ ایک شخص کا نہیں ہوتا بلکہ مختلف مقامات کے مختلف لوگوں کے چندے کے ہوتے ہیں اس لئے اگر ایک شخص کا روپیہ ہو تو خوشامد کرکے معاف کرانا ممکن ہے لیکن میدانِ قیامت میں چندے کے پیسے کو کن کن لوگوں سے معاف کراؤ گے۔ ہم لوگ اور مدرسے کے ناظم وغیرہ حضرات صرف امین ہوتے ہیں مالک نہیں۔ اس لئے ہم لوگوں کے معاف

کرنے سے بھی معاف نہیں ہوگا۔"

عبادت میں حضرت کا استغراق

حضرتؒ کا عبادت میں استغراق بندے کے خیال میں قریب قریب اس انداز پر تھا جیساکہ حضور پرنور سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارے میں عادت شریفہ عالیہ احادیث کی کتب میں مذکور ہے کہ آپ نمازوں میں ایسے مستغرق ہوکر اور جم کر کھڑے ہوجاتے تھے جیسے سوکھا درخت کہ کبھی کبھی پرندے بھی سوکھا درخت سمجھ کر آپ کے سر مبارک پر بیٹھ جاتے تھے۔

ایسے ہی ہمارے پیر روشن ضمیر حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کی اکثر نمازوں کی کیفیت ہوتی تھی، بالخصوص مغرب کے بعد سے لیکر عشاء کی اذان کے قریب تک اوابین کے نفل میں ایسے مستغرق ہوکر نماز پڑھتے تھے کہ سردی گرمی جاڑا برسات اور معمولی بیمار مد کا کوئی احساس نہیں ہوتا تھا اور آس پاس بیٹھنے والے مہمان وغیرہ تک تھک کر اُٹھ اُٹھ کر چلے جاتے تھے لیکن حضرت اپنے معمول کے مطابق نماز ادا کرتے تھے اور بظاہر کسی شخص کا یا کسی حالت کا کوئی اثر نہ لیتے تھے اور ان نمازوں میں جتنے پارے قرآن پاک پڑھنے کا معمول تھا اس کو پورا فرمالیتے تھے جس کا صحیح علم خدام خاص کو ہوگا۔

اس نماز کے بعد پھر لوگوں کو بیعت وملاقات کے لئے بلاتے تھے۔

وقت کی پابندی

آپ درس بخاری، تصنیف وتالیف، ڈاک، مجلس وزیارت وملاقات وغیرہ جملہ امور میں پابندی اہتمام کرنے والے تھے۔

یہ ناکارہ ڈاک لکھنے کے زمانہ میں حضرت کو مدرسے تک ساتھ لے جایا کرتا تھا، رکشہ والا ہدایت کے مطابق وقت سے تقریباً پندرہ منٹ پہلے آجاتا تھا۔ ڈاک سمیٹ کر پیراہن پہن کر تیار ہوجاتے تھے اور یہ ناکارہ بخاری شریف کی کتابیں

لیکر حضرت کو رکشہ میں بٹھا کر مدرسے میں لاتا تھا جب حضرت درسگاہ میں داخل ہوجاتے تھے تب مدرسہ کا گھنٹہ بجتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو بھی ایسی پابندی کی توفیق نصیب فرمائیں۔

سبق میں اکثر وبیشتر خوب ہشاش بشاش اور خندہ پیشانی نظر آتے تھے۔ آپ کی آواز الحمدللہ خوب بلند اور اچھی تھی، بار بار تکرار کے ساتھ ایک ایک مضمون کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کرانے کی کوشش کرتے تھے۔ اور تمام محدثین کی آراء کے بعد اپنی رائے کو "چکی کے پاٹ" کے ساتھ تعبیر کرکے اچھی طرح سمجھاتے تھے۔ عصر کی نماز سے دس پندرہ منٹ قبل تک آپ کا سبق ہوتا تھا۔ سبق کے دوران موقع ومحل سے اصلاح وتربیت کے سلسلے میں بھی نصیحت فرمادیا کرتے تھے اور اپنے اکابر کے واقعات بھی سنادیا کرتے تھے۔

حضرت شیخ دسترخوان پر

ہمارے حضرت دسترخوان پر بہت ہی ہشاش بشاش اور خوش وخرم اور کھلتے ہوئے نظر آتے تھے۔ مہمانوں کے لئے بھی کھانے کی کیفیت وکمیت اور ہر اعتبار سے خوب اہتمام کیا کرتے تھے۔ دسترخوان کی نگرانی بھی خود ہی خوب فرماتے تھے۔ کسی مہمان کی پلیٹ خالی ہوجاتی تھی اور اس میں سالن یا کھانا بر وقت نہیں آتا تھا تو خدام سے لیکر مولانا انوار احمد صاحب تک سب پر ڈانٹ پڑجاتی تھی اور فرماتے تھے کہ:

"تم کس لئے کھڑے ہو کیا کررہے ہو، دیکھتے نہیں کہ فلاں پلیٹ خالی ہے بھاگ کر اس میں سالن اور کھانا لے آؤ"۔

اور خصوصی مہمانوں کو اپنے آگے کے روٹی سالن میں سے مرحمت فرمایا کرتے تھے شفقت ومحبت سے روٹی، گوشت وکباب وغیرہ کا ٹکڑا کبھی اس کے پاس بھیج دیا کبھی اس کے پاس، کبھی اِدھر ڈال دیا کبھی اُدھر، اور بعض لوگوں کو تو لقمہ منہ میں

بھی کھلا دیا کرتے تھے ۔

حضرت شیخ مسندِ دعوت وارشاد پر

مسندِ مشیخت پر تو آپ کا پوچھنا ہی کیا' تھا ۔ آپ اپنی مسند پر شیخ وقت، ولی کامل ، بیدار وہوشیار ، پُرنور و باوقار اور نہایت ہی خوبصورت وخوب سیرت محسوس ہوتے تھے ، اور باوجود آپ کی خوش خرمی اور خوش مزاجی کے آپ کی عظمت رعب عوام وخواص اور خدام وغیرہ سب پر طاری رہتا تھا ۔

بالخصوص عصر کے بعد کی مجلس جو خصوصیت سے مشیخت کی لائن سے متعلق ہوتی تھی' اس وقت ایک طرف کو بیعت کا سلسلہ جاری ہے تو دوسری طرف کو دعاء وتعویذ اور تیل و پانی پر دم کرانے والوں کی لائن لگی ہوئی ہے اور مصافحہ وملاقات کا سلسلہ بھی جاری ہے اور ہر قسم کی دعا و دوا کے طالب حضرت سے زیارت وملاقات کرکے اپنی پیاس کو بجھاتے تھے اور اطمینان وسکون حاصل کرتے تھے ۔

حضرت شیخ ایک نووارد کی نظر میں

ایک مرتبہ ایک نووارد مہمان جو حضرت کے نظام الاوقات سے واقف نہیں تھا اور آتے ہی آپ کے دار التصنیف کے وقت میں اوپر چلا گیا ۔ حضرت نے ڈانٹ کر نیچے واپس لوٹا دیا ، کیونکہ حضرت کے مزاج عالی کے خلاف تھا تصنیف کے وقت میں کسی سے ملاقات کرنا اِلّا ماشاء اللہ ۔

جب تصنیف سے فارغ ہوکر کھانے کے وقت ساڑھے گیارہ بجے کے قریب آپ نیچے تشریف لائے اور سب سے پہلے اسی مہمان کو تلاش کراکے بلوایا اور کھانے کے وقت اپنے پاس بٹھایا اور خوب ہی خاطر وتواضع کے ساتھ کھلایا پلایا ۔ اس کے بعد وہ عصر کے بعد مجلس میں شریک ہوا جو حضرت کی خاص طریقت وتصوف کی مجلس ہوتی تھی ۔

ان تاثرات کو لیکر وہ مہمان جب واپس اپنے گھر گیا ، وہاں سے اس نے حضرت کی خدمت میں خط لکھا کہ :

" میں نے آپ کو تین وقت میں تین قسم کا آدمی پایا ۔ صبح کے وقت جب میں اوپر دار التصنیف میں چلا گیا تھا اس وقت میں نے آپ کو اپنا بڑا مخالف اور دشمن سمجھا ۔ دوپہر کے وقت کھانے کے دسترخوان پر میں نے آپ کو اپنا سب سے مخلص دوست اور شفیق باپ سمجھا ۔ اور عصر کے وقت جب آپ کو مسند مشیخت پر بیٹھا دیکھا تو اپنے وقت کا ولی کامل اور سب سے بڑا شیخ سمجھا ۔"

بعد عشاء کی مجلس

اس ناکارہ کو عشاء کے بعد کی مجلس میں شرکت کا بہت کم موقعہ ملتا تھا اور جب کبھی حاضر ہوا تو تربوز خربوزہ وغیرہ گرمی کے دنوں میں اور دوسرے دنوں میں کباب وغیرہ تقسیم کرنے کے بعد کبھی خود ہی چلا آتا تھا اور کبھی حضرت کی طرف سے اعلان کر دیا جاتا تھا کہ تشریف لے چلیے بھائی حضرات !

ملنے کے پتے

مكة المكرمه :

مکتبہ امدادیہ - باب العمرہ

مدینہ منورہ :

مكتبة الايمان و مكتبة الكوثر - باب المجیدی

پاکستان :

مکتبۃ الشیخ - کراچی

مدینہ اسٹیشنری مارٹ - انارکلی لاہور

مکتبہ فیضِ شیخ - چوہڑ ہڑپال - راولپنڈی

ھندوستان :

کتب خانہ یحیوی - مفتی محلہ سہارنپور

زامبیا :

معہد الرشید الاسلامی - چپاٹا - زامبیا